محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم

خواجہ شمس الدین عظیمی

(قصص القرآن)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد سوئم

خواجہ شمس الدین عظیمی

اشاعت بار سوئم　　مئی 2003

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

بڑے، بوڑھے اور بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا کوئی ایک مقصد ہوتا ہے۔ اگر زندگی بامقصد نہ ہو تو انسان آدمیت کے دائرے میں تو رہتا ہے لیکن انسانوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آدم کی تعریف انسان اور آدم کے نام سے کی ہے۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات کا علم نہیں سکھایا تھا آدم کے نام سے پکارا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات اور کائناتی علوم کے اسرار و رموز سکھائے تو فرشتوں سے کہا کہ آدم کی حاکمیت قبول کرو۔

اللہ تعالیٰ جب تخلیق کا تذکرہ فرماتے ہیں تو طرح طرح کی مثالوں سے تخلیقی سسٹم سے روشناسی عطا فرماتے ہیں اور انسان کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

یعنی اربوں کھربوں تخلیقات میں ایک واحد تخلیق انسان احسن تقویم ہے۔ احسن تقویم کا مطلب ہے انسان اللہ کی بہترین صناعی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف اس لئے کہا ہے کہ سمٰوت، زمین اور ان دونوں کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب انسان کے تابع کر دیا ہے۔ کائناتی تزئین و آرائش کے روشن وسائل۔۔۔۔۔۔ سورج، چاند، ستارے سب انسان کے محکوم ہیں۔ اور یہ حاکمیت اس علم کی بنیاد پر ہے جو علم اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا ہے۔ آدم کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو یہ علم اللہ تعالیٰ نے منتقل نہیں فرمایا۔

جہاں تک مقصدیت کا تعلق ہے مقاصد کی بہت ساری طرزیں ہیں۔ مثلاً ایک طرز یہ ہے کہ بچہ اپنی زندگی کا مقصد نہ جانتے ہوئے بھی ماں کے گرد طواف کرتا ہے۔ بچے میں ماں کے بغیر زندگی کا تصور نہیں ابھرتا۔ اسی طرح ماں کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ جب تک بچہ اس قابل نہیں ہو جاتا کہ وہ خود کو سنبھال سکے۔ ماں اس کو خود سے چمٹائے رکھنے پر خود کو پابند محسوس کرتی ہے۔ بارہ سال کے بچے میں نامکمل مقصدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ مقصد پورا کرنے کے لئے راہنمائی اور تعاون کی اشد ضرورت محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ ضرورت کا اسے علم نہیں ہوتا۔ بلوغت اور شعوری بالیدگی کے بعد اس کے اندر کچھ کرنے کا، کچھ بننے کا، کسی مقام پر پہنچنے کا

جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اور اس جذبے کو وہ ''مقصد'' کا نام دیتا ہے۔ جوانی سے انحطاط کے دور تک وہی بچہ جسے مقصد کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ گھریلو زندگی بسر کرتا ہے اور اس گھریلو زندگی کا مقصد اس کے سامنے آسائش و آرام، بیوی بچے اور ان کی تعلیم و تربیت ہوتا ہے۔ انحطاط کے بعد سارے مقاصد کی عمارت بوسیدہ ہونا شروع ہو جاتی ہے اور دماغ بقا کے بجائے فنا کے خیال میں مصروف ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ بقا فنا بن جاتی ہے اور فنا کے بعد کچھ پتا نہیں کیا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو بھی آدمی یہاں سے چلا گیا ہے اس نے واپس آ کر نہیں بتایا کہ وہاں اس کے ساتھ کیا گزری، وہاں کے ماہ و سال کیسے ہیں اور زندگی کن ضابطوں، کن طریقوں اور کن رویوں پر قائم ہے۔

ہمارے پاس دس ہزار سال سے زیادہ کی تاریخ نہیں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ہم جب پانچ ہزار سال کا ذکر کرتے ہیں تو تاریخ کے حوالے میں دو ہزار سال قبل مسیح کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔

دنیا کب بنی؟ اس دنیا میں کتنے لوگ پیدا ہوئے۔ کتنے لوگوں نے اپنا مقصد پورا کیا۔ کتنے لوگ بامراد اور نامراد مر گئے۔ ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ جیسا منہ ویسی بات۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دنیا تین ارب سال پہلے بنی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہ دنیا کروڑوں سال سے ہے۔ کوئی کہتا ہے لاکھوں سال پہلے سے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو ہزار سال بعد ہمارے اوپر الفاظ کی کمی کا اتنا دباؤ ہے کہ ہم قبل مسیح کا لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہیں لیکن قبل مسیح کے بعد بھی ہمیں تاریخ میں ایک تسلسل اور ایک تواتر ملتا ہے اور وہ تسلسل انبیاء کرام کی مقدس ہستیوں کا ہے۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور آخری نبی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی مسلسل سند ہمارے پاس موجود ہے۔ جو تاریخ کا ایک واضح روشن اور بین ثبوت ہے۔

پیغمبروں کی تعلیمات پر غور و فکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ سارے پیغمبروں نے مشترکہ طور پر نوع انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور سے نہ صرف آگاہ کیا ہے بلکہ خود اس پر عمل کر کے یہ تصدیق باہم پہنچائی ہے کہ انسان اچھائی اور برائی میں تفریق کر کے ہی بامقصد زندگی گزارتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے ایک اللہ وحدہ لاشریک کا تعارف کروایا ہے اور بتایا ہے کہ یہی وہ ہستی ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے اور کی جانی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں بھائی چارہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا بے سکون رہنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن پیدائش کے بعد کھلے میدان میں نہیں چھوڑ دیتے۔ زندگی کے جتنے وسائل ہیں۔ پیدا کرتے ہیں، مہیا کرتے ہیں اور اتنے زیادہ پیدا کرتے ہیں کہ ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ بندوں کو تعلیم کا حکم دیتے ہیں۔

ان کے راستے پر چلنے کو اپنا راستہ قرار دیتے ہیں۔ پیغمبران علیہم السلام کی زندگی کو مشعل راہ بتاتے ہیں۔

پیغمبروں کی زندگی پر تفکر کیا جائے توان میں صراط مستقیم پر قائم رہنے اور صراط مستقیم کی دعوت دینے کا بھرپور عزم ہوتا ہے۔

پیغمبر عفو و در گزر سے کام لیتے ہیں۔ پیغمبر حق تلفی نہ کرنے کا درس دیتے ہیں۔ پیغمبروں کی زندگی کے ماہ و سال اور نشیب و فراز کو آسمانی کتابوں نے بیان کیا ہے۔ آخری کتاب قرآن پاک میں بھی پیغمبروں کا کہیں مجمل اور کہیں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ لوگ انہیں قصص القرآن قصص الانبیاء کا نام دے کر پڑھتے ہیں۔

میں مولف کتاب رسول اللہ محمد ﷺ جلد سوئم یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ہمیں کہانیاں سنائیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم و خبیر ہے۔ اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔ اس کے ہر کام میں قدرت ہے۔ اس کے ہر کام میں دانش ہے، تعلیم ہے، ہدایت پانے کے لئے جدوجہد کے اصول ہیں۔

انبیاء کرام سے متعلق جتنے بھی قصص ہیں۔ ہر قصے میں جہاں توحید پرستی کا اعلان ہے وہاں شرک اور بت پرستی کی نفی ہے۔ حقوق العباد کی تعلیم ہے۔ نوع انسانی کے لئے تسخیر کائنات کا مژدہ ہے۔ وہاں تسخیر کائنات کے اسرار و رموز اور فارمولے بتائے گئے ہیں۔

مثلاً حضرت آدمؑ کے قصے میں مونث اور مذکر کا تخلیقی راز پنہاں ہے۔ حضرت نوحؑ کے قصے میں پائیدار کشتی بنانے کا طریقہ کار موجود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں مردہ زندہ کرنے کا قانون موجود ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کے قصے میں خواب کے مخفی رازوں کا ذکر ہے۔ حضرت داؤدؑ کے قصے میں لوہے کی ایجادات کا ظہور اور لیزر شعاعوں کے فارمولے کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے قصے میں ٹائم اسپیس کے فارمولے کی طرف اشارہ ہے۔ ہوا، جنات اور چرند، پرند پر تسخیر کا ذکر ہے۔ حضرت ہودؑ کے قصے میں ان کی قوم پر آسمانی آفات مثلاً طوفان، گرد باد اور زلزلے آنے کا بیان ہے۔ حضرت ادریسؑ کے قصے میں ٹاؤن پلاننگ ناپ تول کا نظام اور حکومت سازی کا تذکرہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قصے میں کشش ثقل کو کم کرنے کا قانون اور اس قانون کے ذریعے غلہ ذخیرہ کرنے کے گودام (اہرام) بنانے کا طریقہ کار، سیاروں اور علوم نجوم کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عزیرؑ کے قصے میں ڈیپ فریزر کا قانون، مائیکرو ویو فریکوئنسی اور آکسیجن کا زندگی سے تعلق کا ذکر ہے۔ حضرت یوشعؑ کے قصے میں کسی چیز کو توڑنے میں آواز کی فریکوئنسی کے قانون کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت صالحؑ کے قصے میں آواز کے قانون کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ذکریاؑ کے قصے میں تصرف کرنے کا قانون بتایا گیا ہے۔ اصحاب کہف کے قصے میں حیات بعد از ممات کا ذکر موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے قصے میں جادو سحر اور تصرف کے طریقہ کار کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے قصے میں مسیحائی کا قانون بیان کیا گیا ہے جبکہ حضرت مریمؑ کے قصے میں غیب سے رزق فراہم ہونے کا تذکرہ ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شق القمر کرنا اور یہ انکشاف ہے کہ جس طرح آدمی باہم گفتگو کرتے ہیں اسی طرح ساری مخلوق، شجر و حجر باتیں کرتے ہیں۔ انسان اگر پرندوں اور شجار کی زبان کا علم سیکھ لے تو وہ ان سے گفتگو کر سکتا ہے۔

اس عاجز بندے کو بھی زندگی کا ایک مقصد نظر آیا۔ ہوا یوں کہ مقصد زندگی سے واقف ایک بزرگ ہستی کی سرپرستی حاصل ہو گئی۔ اس بزرگ ہستی نے بتایا کہ انسان آدم کا بیٹا ہے اور قانون یہ ہے کہ باپ کی وراثت بیٹے کو منتقل ہوتی ہے۔ آدم کی خلافت وہ علوم ہیں جو کائنات میں آدم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور ان ہی علوم کی بنا پر نیابت اور خلافت کا شرف آدم کو حاصل ہے۔ آسمانی کتابوں اور آخری کتاب قرآن میں ان علوم کو "علم الاسماء" کہا گیا ہے۔ علم الاسماء میں تخلیقی راز و نیاز، فنا و بقا کے مرحلے، حیات بعد از موت، حشر و نشر، جنت دوزخ اور دونوں جہاں میں (دنیا و آخرت) پر سکون رہنے کے آداب اور طریقے موجود ہیں۔ ان طریقوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے اور کائنات کے خالق کو پہچانے، بندے کو قادر مطلق رحمٰن و رحیم اللہ کا عرفان حاصل ہو۔ اگر اللہ کو کسی بندے نے نہیں جانا یا اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے اللہ کی پھیلائی ہوئی آسمانی و زمینی آرائش کا مطالعہ نہیں کیا تو اس بندے نے زندگی کے مقصد سے انحراف کیا اور زندگی کے مقصد سے انحراف کرنے والا آدم کا بیٹا کبھی آدم کا وارث نہیں ہوا ہے اور نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور ہم نے آسمان کو بروج سے زینت بخشی دیکھنے والوں کے لئے۔۔۔۔۔اور چھپا لیا ہم نے اس خوبصورت آرائش اور زینت کو شیطان مردود سے۔"

قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ قرآن ہر بات کو کھول کر اور واضح کر کے بیان کرتا ہے تا کہ نوع انسانی کا کوئی گروہ ایسا نہ ہو جو کہے کہ ہمیں بات سمجھ میں نہیں آئی۔

قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے۔

"پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔"

یعنی نماز تو وہ پڑھتے ہیں لیکن انہیں نماز میں حضوری قلب نہیں ہوتا۔

اس رہنما بزرگ ہستی کے ان کلمات نے قلب پر اثر کیا اور زندگی کا نہج بدل گیا۔ تلاش و جستجو کے جذبات گہرے ہو گئے۔

اس تلاش میں یہ عقدہ کھلا کہ زندگی کا مقصد "عرفان الٰہی" اس وقت نصیب ہوتا ہے جب اسوہ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔ رہنما ہستی نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کی کثرت اللہ کے محبوب سے ملاقات کا شرف عطا کرتی ہے۔ ہمت جوان تھی، شوق و جذبہ بھرپور تھا، عقیدت کا سمندر موجزن تھا، پشت پر ہادی و رہنما کا ہاتھ تھا، دل میں گداز تھا، آنکھوں میں نمی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل حال تھی۔ امتی ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی نسبت حاصل تھی کہ توفیق مل گئی۔

طریقہ کار یہ طے ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک درود شریف پڑھا جائے۔ مرشد کریم قلندر بابا اولیاءؒ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی عنایت اور میرے والدین کی دعا نے اثر دکھایا۔ ایک روز دیکھا کہ یہ عاجز، گناہ گار، بندہ درود شریف پڑھ رہا ہے۔ درود شریف جیسے ہی پورا ہوتا ہے منہ کے سامنے یاقوت و زمرد سے مرصع سونے چاندی کی ٹرے آجاتی ہے اور درود شریف موتیا کے پھولوں کی شکل بن جاتے ہیں۔ یہ ٹرے ایک فرشتہ لائن میں کھڑے ہوئے دوسرے فرشتے کو پکڑا دیتا ہے اور اس طرح یہ سلسلہ 1 ڈی۔ 7/1 ناظم آباد کراچی سے شروع ہو کر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی پر جا کر ختم ہوتا ہے اور پھولوں کا یہ ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کیفیت کب تک رہی، کتنے دن رہی اس کا میرے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے لیکن یہ سلسلہ قائم رہا۔ مرشد نے درود و وظائف میں اضافہ فرمادیا۔ اب سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اولیاء اللہ کی زیارت ہوئی، پیغمبروں کی ارواح طیبہ نے شفقت فرمائی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ پینتیس ۳۵ سال تک اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت محمدی کے ساتھ اللہ نے مجھ عاجز مسکین بندے کو محض اپنے فضل و انعام سے صراط مستقیم پر قائم رکھا۔ ایک رات خواب دیکھا:

میں سراپا تقصیر بندہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا محتاج اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا طلبگار۔۔۔۔۔ دربار رسالت ﷺ میں ایک فوجی کی طرح Attention جانثار غلاموں کی طرح مستعد، پرجوش اور باحمیت نوجوان کی طرح آنکھیں بند کئے دربار میں حاضر ہوں۔ آہستہ روی کے ساتھ عشق و سرمستی کے خمار میں ڈوب کر دو قدم آگے آیا۔ عرض کیا!

"یارسول اللہ ﷺ! بات بہت بڑی ہے۔ منہ بہت چھوٹا ہے۔ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں اور آپ ﷺ رحمت اللعالمین کا امتی ہوں۔ یہ جرأت بے باکانہ نہیں، ہمت فرزانہ ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! یہ عاجز، مسکین، ناتواں بندہ آپ کی مبارک سیرت لکھنا چاہتا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! سیرت کے وہ پہلو نوع انسانی کے سامنے آجائیں جو ابھی تک مخفی ہیں۔

یارسول اللہ ﷺ! مجھے صلاحیت عطا فرمادیجئے کہ میں معجزات کی تشریح کردوں۔"

میں نے بند آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری درخواست قبول فرمالی اور چہرہ انور پر مجھ عاجز بندے کو مسکراہٹ نظر آئی۔

میں اس سرمستی میں سالوں مدہوش رہا، خیالوں میں مگن گھنٹوں تحریریں لکھتا رہا۔ ہر وہ کتاب جو سیرت سے متعلق مجھے دستیاب ہوئی اللہ نے پڑھنے کی توفیق عطا کی اور بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ قبولیت کی گھڑی آگئی اور مجھ جیسے عاجز مسکین بندے نے محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول لکھنی شروع کردی۔

الحمدللہ ! محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول اور جلد دوئم کے بعد اب کتاب محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوئم جلوہ گر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں، پیغمبران کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں مجھ عاجز مسکین کی مدحت کو قبول فرمائے اور یہ کتاب میرے بچوں اور میرے لئے توشہ آخرت بنے۔ آمین یارب العالمین

مرکزی مراقبہ ہال خواجہ شمس الدین عظیمی

سرجانی ٹاؤن یکم جنوری ۲۰۰۲ ء

کراچی۔ پاکستان پونے چھ بجے شام

فہرست

K.S.A.R.S

KSARS

K S A R S

K S A R S

اظہار تشکر

الحمد للہ !

کتاب محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوئم کی جس طرح پذیرائی ہوئی ہے وہ ہم سب کیلئے باعث مسرت ہے۔

قارئین کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب میں غلطیوں کی نشاندہی کی۔ میں نے نہایت توجہ کے ساتھ غلطیوں کی تصیح کرادی ہے۔

اس سلسلے میں میں والد محترم عظیمی صاحب کی کتاب کی اصلاح میں دلچسپی لینے کیلئے بھی ممنون ہوں۔

بشری تقاضوں کے تحت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو کرم فرما حضرات و خواتین سے التماس ہے کہ وہ ادارہ کو مطلع فرمائیں۔

دعاؤں کا طالب

حکیم سلام عارف عظیمی

نگراں الکتاب پبلیکیشنز

فون:6622784

حضرت آدم علیہ السلام

آدم کے لغوی معنی ہیں، ''بھورا، مٹیالہ، گندمی، سب آدمیوں کا باپ، پہلا آدمی جس سے انسان کی نسل شروع ہوئی۔''

آدم کی تخلیق سے پہلے کائنات میں موجود لاکھوں مخلوقات میں ممتاز ایک مخلوق ''جن'' موجود تھی۔اس مخلوق نے جب زمین پر فساد برپا کردیا تو اللہ نے ایک نئی مخلوق بنائی۔اس مخلوق کا پہلا فرد آدم ہے۔

''اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔فرشتوں نے عرض کیا۔اے ہمارے رب! یہ شخص زمین پر فساد برپا کرے گا اور زمین پر ہر طرف خون پھیل جائے گا۔اے پروردگار! ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاک ذات کو یاد کرتے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ۔۳۰)

''اور ہم نے بنایا آدمی، کھنکھناتے سنے گارے سے۔''

(سورہ الحجر۔۲۶)

''بنایا آدمی کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔''

(سورہ الرحمٰن۔۱۴)

آدم کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔

۱) تخلیق کیا مٹی سے۔

۲) تخلیق ہوئی چپکتے گارے سے۔

۳) تخلیق کیا گیا سنے گارے سے۔

۴) تخلیق کیا کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔

۵) گوندھی ہوئی مٹی سے۔

۶) اور خداوند خدانے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔

(کتاب پیدائش باب: ۲۔۷)

اللہ تعالیٰ نے آدم کو کائناتی رموز سکھا کر فرشتوں سے پوچھا۔۔۔۔۔ اگر تم اس علم سے واقف ہو تو بیان کرو۔ فرشتوں نے کہا کہ

ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔

آدم نے علوم بیان کئے تو فرشتوں نے یہ جان لیا کہ اللہ نے آدم کو جو علوم سکھا دیئے ہیں وہ ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔۔۔ آدم کو سجدہ کرو۔ یعنی آدم کی حاکمیت تسلیم کرو لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اس نے تکبر کیا۔

فرشتے فطرتاً مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ جبکہ جنات بااختیار مخلوق ہے۔ انسان کی تخلیق سے پہلے یہی بااختیار مخلوق زمین پر آباد تھی۔

ان میں سے ایک فرد عزازیل کو علمی برتری حاصل تھی اور برتری کے احساس نے اسے تکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔ ''ابلیس'' بلس اور ابلاس سے مشتق ہے جس کے معنی ''رنج و غم، دل شکستہ ہو جانا، مایوسی اور نامراد ہو جانے کی وجہ سے برا فروختہ (Desperate) ہو جانا۔'' ابلیس سے جب حکم عدولی کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا!

''آپ نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم سے فرمایا:

''اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت کی لامحدود کھلی فضا میں رہو اور جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا۔''

شیطان نے اس ہی پابندی کو مقصد برآری کے لئے استعمال کیا۔ اس نے انہیں باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اگر تم اس درخت کے قریب نہ گئے تو جنت میں نہیں رہ سکو گے اور آدم سے سہو ہو گیا۔

انجیل برناباس کے مطابق حضرت آدمؑ کی پیدائش جب عمل میں آئی تو سب سے پہلے نظر جس تحریر پر پڑی اس کی عبارت یہ تھی۔

''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ''

''پس جب آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمانوں میں ایک تحریر چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا! ''میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اے میرے پروردگار کیونکہ تو نے مہربانی کی۔ پس مجھے پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں۔'' تب اللہ نے جواب دیا۔ مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے کہ جو اس وقت کے بہت سے سالوں کے بعد دنیا میں آئے گا اور میرا رسول ہو گا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔

وہ رسول اللہ ﷺ جب دنیا میں آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ (۶۰) ہزار سال قبل اس کے لئے رکھی گئی ہے کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔''

(برناباس باب: ۳۹۔ آیات: ۱۴۔۱۸)

قرآن کریم نے حضرت انسان سے متعلق مثبت اور منفی ہر پہلو کو واضح کر کے انسان کی عظمت کا اعلان کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کی تخلیق ''احسن تقویم'' ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پوری کائنات میں تکریم و تعظیم کا مستحق ہے اور احسن تقویم ہونے کی وجہ سے امانت الٰہی کا علم بردار ہے۔ امانت الٰہی حاصل ہونے کے بعد ''خلیفتہ اللہ'' کے منصب پر فائز ہے۔ انسان کی پیدائش بے مقصد اور بے نتیجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور، بصیرت و دانائی اور فہم و فراست دے کر کائنات میں ممتاز بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ امتیاز ہے جس کی بناء پر وہ برائیوں سے اجتناب اور بھلائی کے اختیار کا مکلف ہے۔

''انسان کو پیدا کیا اور پھر راہ دکھلائی۔''

''اور پھر ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھلائے۔'' (سورۃ البلد: ۴۔۱۰)

حضرت آدمؑ کا نام:

قرآن پاک میں حضرت آدمؑ کا نام پچیس آیات میں ۲۵ مرتبہ لیا گیا ہے۔ سورتوں اور آیات میں اگرچہ اسلوب بیان مختلف نظر آتا ہے لیکن مقصد اور واقعہ کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایک ہی حقیقت ہے جو بیان کی گئی ہے۔ ان سب کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ اللہ کی ذات پر ایمان لائیں اور یہ جان لیں کہ اللہ ایک ناقابل انکار ہستی ہے اور ساری کائنات اسی کے احاطۂ قدرت میں متحرک ہے۔ یہی وہ ایقان ہے جو دین حنیف ہے اور اسی مذہب کے احکام کی پیروی میں فلاح و نجات اور ہر قسم کی ترقی چھپی ہوئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جس کا نام دین فطرت یا اسلام ہے۔

قرآن پاک میں جن آیات مقدسہ میں حضرت آدمؑ کا ذکر ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

''اور پھر (دیکھو) جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کے سامنے سربسجود ہو جاؤ، وہ جھک گئے مگر ابلیس کی گردن نہیں جھکی۔ اس نے نہ مانا اور گھمنڈ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا۔ پھر (ایسا ہوا کہ) ہم نے آدم سے کہا۔ اے آدم!

تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو، جس طرح چاہو کھاؤ پیو، امن و چین کی زندگی بسر کرو مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے۔ تو کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ اگر تم اس کے قریب گئے (نتیجہ یہ نکلے گا کہ) حد سے تجاوز کر بیٹھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ: ۳۲۔۳۳)

''اور ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری شکل و صورت بنا دی پھر فرشتوں کو حکم دیا' آدم کے آگے جھک جاؤ' اس پر سب جھک گئے مگر ابلیس جھکنے والوں میں سے نہ تھا۔''

(سورۃ اعراف: ۱)

''اور بلاشبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا، جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے اور ہم ''جن'' کو اس سے پہلے جلتی ہوئی ہوا کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔ اور جب ایسا ہوا تھا کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا۔ میں خمیر اٹھے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے، ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب ایسا ہو کہ میں اسے درست کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو چاہئے کہ تم سب اس کے آگے سربسجود ہو جاؤ۔ چنانچہ جتنے فرشتے تھے سب اس کے آگے سربسجود ہو گئے۔ مگر ایک ابلیس کہ اس نے انکار کیا کہ سجدہ کرنے والوں میں سے ہو۔''

(سورۃ حجر: ۲۶۔۳۱)

''اور جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، آدم کے آگے جھک جاؤ۔ اور سب جھک گئے تھے۔ مگر ابلیس نہیں جھکا تھا۔ وہ جن میں سے تھا۔ پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی نسل کو کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظلم کرنے والوں کے لئے کیا ہی بری تبدیلی ہوئی۔''

(سورۃ کہف: ۵۰)

"اور وہ وقت یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا! میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں بس جب میں اس کو بنا سنوار لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو سب فرشتے اس کے لئے سربسجود ہو جاؤ۔ پس سب ہی نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ مانا اور گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔"

(سورۃ اعراف: ۱۲)

"کس بات نے تجھے جھکنے سے روکا جب کہ ہمیں نے حکم دیا تھا؟ کہا اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اسے مٹی سے۔ فرمایا! جنت سے نکل جا۔ تیری یہ ہستی نہیں کہ یہاں رہ کر سرکشی کرے۔ یہاں سے نکل دور ہو۔ یقیناً تو ان میں سے ہوا جو ذلیل و خوار ہیں۔ ابلیس نے کہا، مجھے اس وقت تک کے لئے مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد اٹھائے جائیں گے)۔ تجھے مہلت ہے، اس پر ابلیس نے کہا چونکہ تو نے مجھ پر راہ بند کر دی تو اب میں بھی ایسا ضرور کروں گا تیری سیدھی راہ سے بھٹکانے کیلئے بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں، پھر سامنے سے پیچھے سے، داہنے سے، بائیں سے (غرض یہ کہ ہر طرف سے) ان پر آؤں اور تو ان میں سے اکثروں کو شکر گزار نہ پائے گا۔ اللہ نے فرمایا، یہاں سے نکل جا۔ ذلیل اور ٹھکرایا ہوا۔ بنی آدم میں سے جو کوئی تیری پیروی کرے گا تو (وہ) تیرا ساتھی ہو گا اور میں البتہ ایسا کروں گا کہ (پاداش عمل) میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔"

(سورۃ اعراف: ۱۲۔۱۸)

"اللہ نے فرمایا! اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا ہے۔ جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔ حکم ہوا! اگر ایسا ہے تو یہاں سے نکل جا کہ تو راندہ ہوا اور جزا کے دن تک تجھ پر لعنت ہوئی۔ اس نے کہا! خدایا مجھے اس دن تک مہلت دے جب انسان (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا! اس مقررہ وقت کے دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ اس نے کہا! خدایا چونکہ تو نے مجھ پر راہ بند کر دی تو اب میں ضرور ایسا کروں گا کہ زمین میں ان کے لئے جھوٹی خوشنمائیاں بنا دوں اور گمراہ کر دوں، ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہونگے (میں جانتا ہوں) میرے بہکانے میں آنے والے نہیں۔ فرمایا! بس یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والی ہے جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا۔ صرف انہی پر چلے گا جو راہ سے بھٹک گئے اور ان سب کے لئے جہنم کے عذاب کا وعدہ ہے۔"

(سورۃ حجر: ۳۲۔۴۳)

"اور جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا، آدم کے آگے جھک جاؤ، اس پر سب جھک گئے مگر ایک ابلیس نہیں جھکا۔ اس نے کہا! کیا میں ایسی ہستی کے آگے جھکوں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟ نیز اس نے کہا! کیا تیرا یہی فیصلہ ہوا کہ تو نے اس کو مجھ پر بڑائی

دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے تو میں ضرور اس کی نسل کی بیخ بنیاد اکھاڑ کے رہوں۔ تھوڑے آدمی اس ہلاکت سے بچیں اور کوئی نہ بچے۔ اللہ نے فرمایا! جا اپنی راہ لے جو کوئی بھی ان میں سے تیرے پیچھے چلے گا تو اس کے لئے اور تیرے لئے جہنم کی سزا ہو گی پوری پوری سزا ان میں سے جس کسی کو تو اپنی صدائیں سنا کر بہکا سکتا ہے بہکانے کی کوشش کر لے۔ اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر، ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔ ان سے وعدے کر اور شیطان کے وعدے اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ سراسر دھوکا۔ جو میرے بندے ہیں ان پر قابو پانے والا نہیں۔ تیرا پروردگار کارسازی کے لئے بس کرتا ہے۔''

(سورۃ اسراء: ۶۱۔۶۵)

''اور جب ایسا ہوا تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا! کیا ایسی ہستی کو خلیفہ بنایا جارہا ہے جو زمین میں خرابی پھیلائے گی اور خونریزی کرے گی حالانکہ ہم تیری حمد وثناء کرتے ہوئے تیری پاکی وقدوسی کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے کہا! میری نظر جس حقیقت پر ہے تمہیں اس کی خبر نہیں۔''

(سورۃ البقرہ: ۳۰)

''اور آدم نے تعلیم الٰہی سے تمام چیزوں کے نام معلوم کر لئے تو فرشتوں کے سامنے وہ پیش کر دیئے اور فرمایا! اگر تم درستی پر ہو تو بتلاؤ ان کے نام کیا ہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا، خدایا! ساری پاکیاں اور بڑائیاں تیرے ہی لئے ہیں۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھلا دیا ہے۔ علم تیرا علم ہے اور حکمت تیری حکمت۔ جب فرشتوں نے اس طرح اپنے عجز کا اعتراف کر لیا تو حکم الٰہی ہوا، اے آدم! تم فرشتوں کو ان (حقائق) کے نام بتلا دو۔ جب آدم نے بتلا دیئے تو اللہ نے فرمایا! کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمان اور زمین کے تمام غیب مجھ پر روشن ہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی میرے علم میں ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ بھی مجھ سے مخفی نہیں۔''

(سورۃ البقرہ: ۲۱۔۲۳)

''پھر ہم نے آدم سے کہا، اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو۔ جس طرح چاہو کھاؤ پیو، امن چین کی زندگی بسر کرو مگر دیکھو وہ جو درخت ہے تو کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا، اگر تم اس کے پاس گئے تو حد سے تجاوز کر بیٹھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ شیطان کی وسوسہ اندازی نے ان دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جیسی کچھ راحت وسکون کی زندگی بسر کر رہے تھے اس سے نکلنا پڑا، خدا کا حکم ہوا کہ یہاں سے نکل جاؤ تم میں سے ہر وجود دوسرے کا دشمن ہے۔ اب تمہیں زمین میں رہنا ہے اور ایک خاص وقت تک کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ آدم نے اپنے پروردگار

کے القاء سے چند کلمات معلوم کر لئے پس اللہ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور بلاشبہ وہی در گزر کرنے والا ہے اور اس کی در گزر کی کوئی انتہا نہیں۔ آدم کی توبہ قبول ہو گئی لیکن جس زندگی سے وہ نکل چکا تھا وہ دوبارہ نہیں مل سکتی تھی، پس ہمارا حکم ہوا اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ اور جس نئی زندگی کا دروازہ تم پر کھولا جا رہا ہے اسے اختیار کر لو۔ لیکن جب کبھی ایسا ہو گا کہ ہماری جانب سے تم پر راہ کھولی جائے گی تو تمہارے لئے دو ہی راہیں ہو نگی۔ جو کوئی ہدایت کی پیروی کرے گا اس کے لئے کسی طرح کا کھٹکا نہیں، کسی طرح کی غمگینی نہیں۔"

(سورۃ البقرہ: ۳۵۔۳۸)

آدم و حوا جنت میں:

"اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو سہو اور جس جگہ جو چیز پسند آئے شوق سے کھاؤ مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے تو اس کے قریب بھی نہ جانا اگر گئے تو یاد رکھو تم زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے لیکن پھر ایسا ہوا کہ شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کے ستر جو ان سے چھپے تھے ان پر کھول دے۔ اس نے کہا کہ تمہارے پروردگار نے اس درخت سے جو تمہیں روکا ہے تو صرف اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو تم فرشتے بن جاؤ یا دائمی زندگی تمہیں حاصل ہو جائے۔ اس نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ میں تم دونوں کو خیر خواہی سے نیک بات سمجھانے والا ہوں۔ غرضیکہ انہیں فریب میں لے آیا۔ پھر جوں ہی ایسا ہوا کہ انہوں نے درخت کا پھل چکھا ان کے ستر ان پر کھل گئے اور جب انہیں اپنی برہنگی دیکھ کر شرم محسوس ہوئی تو باغ کے پتے اوپر تلے رکھ کر اپنے جسم پر چپکانے لگے۔ اس وقت ان کے پروردگار نے پکارا۔۔۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روک دیا تھا اور کیا میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ انہوں نے عرض کیا، پروردگار! ہم نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا اگر تو نے ہمارا قصور نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہمارے لئے بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا! یہاں سے نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اب تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور یہ کہ ایک خاص وقت تک وہاں سر و سامان زندگی سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ اور فرمایا تم اس میں جیو گے اس میں مرو گے پھر اسی سے نکالے جاؤ گے۔"

(سورۃ اعراف: ۱۹۔۲۵)

"اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے آدم کو پہلے سے جتا کر عہد لے لیا تھا پھر وہ بھول گیا اور ہم نے قصد اس میں نہیں پایا تھا اور پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، آدم کے آگے جھک جاؤ، سب جھک گئے تھے مگر ابلیس نہیں جھکا۔ اس نے انکار کیا اس پر ہم نے کہا۔ اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکال کر رہے اور تم محنت میں پڑ جاؤ۔ تمہارے لئے اب ایسی زندگی کہ نہ تو اس میں بھوکے رہتے ہو نہ برہنہ نہ تمہارے لئے پیاس کی جلن ہے، نہ سورج کی تپش لیکن پھر شیطان نے آدم کو

وسوسہ میں ڈالا اس نے کہا، اے آدم! میں تجھے ہیشگی کے درخت کا نشان دے دوں؟ اور ایسی بادشاہی جو کبھی زائل نہ ہو؟ چنانچہ دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا اور دونوں کے ستر ان پر کھل گئے۔ تب ان کی حالت ایسی ہوگئی کہ باغ کے پتے توڑنے لگے اور ان سے اپنا جسم ڈھانکنے لگے۔ غرض کہ آدم اپنے پروردگار کے کہنے پر نہ چلا۔ پس وہ بے راہ ہوگیا۔ پھر اس کے پروردگار نے اسے برگزیدہ کیا۔ اس پر لوٹ آیا۔ اس پر راہ کھول دی چنانچہ اللہ نے حکم دیا تھا، تم دونوں اکٹھے یہاں سے نکل چلو تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہوا۔ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس (یعنی تمہاری نسل کے پاس) کوئی پیام ہدایت آیا تو جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا وہ نہ تو راہ سے بے راہ ہوگا نہ دکھ میں پڑے گا۔"

(سورۃ طٰہٰ: ۱۱۵۔۱۲۳)

"اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو، تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اس نے تکبر کیا۔ اور وہ تھا منکروں میں۔"

(سورۃ البقرہ: ۳۴)

"اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم وکاست سنا دو۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔ اس نے کہا! میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا! اللہ تو متقی لوگوں کی ہی نذریں قبول کرتا ہے۔"

(سورۃ المائدہ: ۲۷)

"اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔"

(سورۃ اعراف: ۲۶)

"اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان پھر تمہیں اس ہی فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا۔ اور ان کے لباس ان پر سے اتروائے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں بے پردہ ہو جائیں۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں پر سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

(سورۃ الاعراف: ۲۷)

''یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ اور ابراہیم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمٰن کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔''

(سورۃ مریم:۵۸)

''اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

(سورۃ یٰس:۶۰)

جب کچھ نہ تھا تو اللہ تھا۔ اللہ نے چاہا کہ میری ربوبیت اور خالقیت کا اظہار ہو۔ اللہ کے ارادے میں جب یہ بات آئی کہ میری عظمت کا اظہار ہو تو ضروری ہوا کہ عظمت کو پہچاننے اور اللہ کو جاننے کے لئے کوئی مخلوق ہو۔

جیسے ہی اللہ نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں خالق کے ارادے میں جو کچھ تھا قاعدوں، ضابطوں، فارمولوں اور شکل وصورت کے ساتھ عالم وجود میں آگیا۔ عالم وجود کا نام کائنات ہے۔ کائنات ایک ایسے خاندان کا نام ہے جس میں بے شمار نوعیں ایک کنبے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان نوعوں میں فرشتے، جنات، انسان، جمادات، نباتات، حیوانات، زمین، سماوات اور بے شمار کہکشانی نظام ہیں۔ خالق کائنات نے ان نوعوں کو سننے، دیکھنے، سمجھنے، خود کو پہچاننے اور دوسروں کو جاننے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ ان صلاحیتوں سے سب نوعوں نے یہ بات سمجھ لی کہ جس عظیم اور بابرکت ہستی نے انہیں تخلیق کیا ہے وہ ''ذات'' قادر مطلق ہے۔

عظمت و ربوبیت اور خالقیت کے اظہار کے لئے ضروری تھا کہ کوئی مخلوق ایسی ہو جو حکمت کائنات کے رموز سے واقف ہو۔ واقفیت کے لئے لازم تھا کہ مخلوق ان صفات کی حامل ہو جو کائنات کی تخلیق میں کام کر رہی ہیں۔ اس مقصد کے لئے اللہ نے انسان کو اپنی صفات پر تخلیق کیا اور اسے ان صفات کا علم عطا کر کے خلافت و نیابت سے سرفراز کیا۔

قرآن کریم میں جہاں انسان کی تخلیق کا تذکرہ ہوا ہے وہاں یہ بات بالوضاحت بیان کی گئی ہے کہ انسان کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مٹی کو بجتی اور کھنکھناتی فرمایا ہے۔ یعنی خلاء مٹی کے ہر ذرے کی فطرت ہے۔

''انسان ناقابل تذکرہ شئے تھا۔ ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور یہ دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا۔''

(سورۃ دھر:۱۔۲)

روح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ خلاء میں حواس پیدا کر دیئے گئے۔

گوشت پوست انسان نہیں ہے:

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان محض گوشت پوست اور ہڈیوں سے مرکب جسم ہے۔اس کی تمام دلچسپیاں، تمام توجہ اسی جسم پر مرکوز رہتی ہے اور وہ اپنی توانائی اس جسم کو پروان چڑھانے اور آسائش بہم پہنچانے میں استعمال کرتا ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اصل انسان گوشت پوست کا جسم نہیں بلکہ اصل انسان وہ ہے جو اس جسم کو متحرک رکھتا ہے۔یہ اصل انسان جو مادی جسم کو سہارا دیتا ہے ''روح'' ہے۔عظیم روحانی سائنسدان قلندر باباؒ اولیاءؒ نے کتاب ''لوح و قلم'' میں اس بات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

''ہم اپنے مادی جسم کی حفاظت کے لئے لباس بناتے ہیں۔لباس خواہ اونی ہو، سوتی ہو، نائلون کے تاروں سے بنا ہو یا ریشم سے بنا ہوا ہو جب تک گوشت پوست کے جسم پر موجود ہے اس میں حرکت رہتی ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آدمی ہاتھ ملائے اور قمیض کی آستین نہ ہلے، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ قمیض کو چارپائی پر ڈال دیا جائے یا کھونٹی پر لٹکا دیا جائے تو اس کے اندر اسی طرح حرکت پیدا ہو گئی ہو جس طرح مادی جسم کی حرکت کے ساتھ ساتھ لباس میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ لباس کی حرکت جسم کے تابع ہے۔سوتی، اونی یا کھال کے بنائے ہوئے لباس میں اپنی ذاتی کوئی حرکت واقع نہیں ہوتی۔''

اسی طرح جب روح آدمی سے بے تعلق ہو جاتی ہے اور آدمی مر جاتا ہے تو کپڑے سے بنے ہوئے لباس کی طرح گوشت پوست اور رگ پٹھوں سے مرکب مادی جسم کے اندر بھی کوئی ذاتی حرکت یا قوت مدافعت باقی نہیں رہتی۔جب تک روح اس لباس کو پہنے ہوئے تھی اس لباس میں حرکت اور قوت مدافعت موجود تھی۔پس ثابت ہوا کہ ہم گوشت پوست کے جس انسان کو اصل انسان کہتے ہیں وہ اصل انسان نہیں ہے بلکہ اصل انسان کا لباس ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتے ہیں:

''یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔''

سورۃ بنی اسرائیل: ۸۵)

امر کی تعریف سورۃ یٰسین میں اس طرح کی گئی ہے:

''اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے 'ہو' اور وہ ہو جاتی ہے۔''

(سورۃ یٰسین: ۸۲)

ان آیات میں تفکر سے یہ حکمت سامنے آتی ہے کہ آدمی جسمانی اعتبار سے ناقابل تذکرہ شئے ہے۔اس کے اندر اللہ کی پھونکی ہوئی روح ہی اصل انسان ہے اور وہی اصل انسان صفات الٰہی کا علم رکھتا ہے۔

سورۃ البقرہ میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے کہ اللہ نے جب آدم کی تخلیق کا تذکرہ فرشتوں سے کیا اور انہیں بتایا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا کہ اگر آدمؑ کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ آدم رات دن تیری عبادت کرے گا اور تیری عظمت و بزرگی بیان کرے گا تو ہم پہلے سے ہی اس کام کے لئے موجود ہیں۔ہم ہر لمحہ تیری حمد و ثناء میں لگے رہتے ہیں اور بغیر کسی حیل وحجت کے تیرا حکم بجالاتے ہیں۔اس مٹی کے پتلے سے فتنہ وفساد کی بو آتی ہے۔

اللہ نے فرشتوں کی بات کو رد نہیں کیا اور ارشاد فرمایا کہ

''جو میں جانتا ہو وہ تم نہیں جانتے۔''(سورۃ البقرہ:۳۰)

اللہ نے آدمؑ کو تخلیق کائنات کے رموز اور فارمولوں کا علم عطا کر کے فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرشتوں سے کہا کہ اگر تم حکمت کائنات سے واقف ہو تو بیان کرو۔

فرشتوں نے عرض کیا ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے اور حقیقت میں علیم و حکیم آپ ہی ہیں۔جب حضرت آدمؑ نے فرشتوں کے سامنے اللہ کے عطا کردہ علم کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے فرمایا!

''میں نے نہ کہا تھا کہ تم کو، مجھ کو معلوم ہیں پردے آسمان زمین کے اور معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

(سورۃ البقرہ:۳۳)

شرف انسان پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کر کے ان کی حاکمیت کو تسلیم کرلیں۔

''جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سڑے گارے سے۔پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدے میں۔پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے اکٹھے۔مگر ابلیس نے غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں۔فرمایا اے ابلیس! تجھ کو کیا اٹکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اس چیز کو جو میں نے بنائی اپنے دونوں ہاتھوں سے، یہ تو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجہ میں۔بولا میں بہتر ہوں اس سے، مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے۔فرمایا تو تُو نکل یہاں سے کہ تو مردود ہوا اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک۔''

(سورۃ ص:۷۱۔۷۸)

ابلیس اپنے غرور اور تکبر میں یہ بھول گیا کہ آدم اور جنات دونوں خدا کی مخلوق ہیں۔ مخلوق کی حقیقت خالق سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ شیطان غرور اور تکبر میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ مرتبہ کی بلندی اور پستی اس مادہ کی بناء پر نہیں ہے جس سے کسی مخلوق کا خمیر تیار کیا گیا ہے بلکہ ان صفات پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ودیعت کی ہیں۔

ابلیس نے جب یہ دیکھا کہ اسے حکم کی خلاف ورزی نے رب العالمین کی آغوش رحمت سے دور کر دیا ہے تو اس نے توبہ اور ندامت کے بجائے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور اپنی گمراہی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ کو قرار دیا اور کہا:

''مجھے تو نے اغوا کر لیا اور صراط مستقیم سے بھٹکا دیا۔ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں آدم زاد پر خود اس کی اپنی حقیقت آشکار نہ ہونے دوں اور انسان کو اسی طرح گمراہ کر دوں جس طرح تو نے مجھے صراط مستقیم سے بھٹکا دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اپنے حربے استعمال کر کے دیکھ لے۔ میرے سچے بندے تیرے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ ابلیس اپنی گستاخی کی بناء پر ملعون اور راندہ درگاہ قرار پایا۔

اللہ کریم کے ارشاد کے مطابق حضرت آدمؑ کو جو مقام عطا ہوا وہ جنت ہے یعنی ''اسماء'' کا علم جب حضرت آدمؑ کے اندر متحرک ہوا تو انہوں نے خود کو جنت میں پایا۔ جنت ایسی فضا ہے جس میں کام کرنے والے حواس پابند نہیں ہیں۔ ان میں کثافت نہیں ہے۔ کسی قسم کی الجھن اور پریشانی کو دخل نہیں ہے جہاں زندگی کا وہ رخ سامنے رہتا ہے جس رخ میں سکون ہے، راحت و آسائش ہے، حاکمیت اور تسخیر کائنات کا احساس ہے۔

جنت میں اللہ کریم کی قدرت کاملہ کا مظاہرہ ہوا اور حضرت آدمؑ سے حضرت بی بی حوا کے وجود کی تخلیق عمل میں آئی۔ جنت کا وسیع و عریض رقبہ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی کے لئے مسخر کر کے انہیں اختیار دے دیا گیا کہ جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔ لیکن ایک مخصوص درخت کے قریب جانے سے منع کر دیا گیا۔

ابلیس نے موقع پا کر حضرت آدمؑ اور حضرت بی بی حوا کو بہکا دیا اور انہیں باور کرایا کہ جس درخت کے پاس جانے سے انہیں منع کیا گیا ہے وہ شجر ''شجرِ خلد'' ہے اس کا پھل کھانا جنت میں سرمدی آرام و سکون اور قرب الٰہی کا ضامن ہے اور انہیں باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ جنت میں مکین حضرت آدمؑ و حوا اس کے بہکاوے میں آکر درخت کے قریب چلے گئے، وہ بھول گئے کہ ابلیس ان کا ازلی دشمن ہے۔ ازلی دشمن خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے اس کا تو کام ہی نقصان پہنچانا ہے۔ پھر یہ کہ جنت میں قیام اور قرب الٰہی کسی درخت کا پھل کھانے کا مرہون منت نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کا خصوصی انعام و فضل ہے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ درخت کے قریب چلے تو گئے لیکن بھول جانے کے احساس نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کے لئے شیطان کو راہ مل گئی۔ غلطی، حکم عدولی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خیال ان کے دل میں جا گزیں ہو گیا اور وہ غم زدہ ہو گئے۔ جنت کی دائمی خوشی اور آرام و سکون، بے سکونی میں بدل گیا۔ جنت کے آزاد حواس پس پردہ چلے گئے اور پابند حواس حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ پر مسلط ہو گئے۔ انہیں برہنگی کا احساس ہوا ستر پوشی کے خیال کے تحت وہ پتوں سے تن ڈھانپنے لگے۔۔۔۔۔ گویا انسانی تمدن کا یہ آغاز تھا کہ تن ڈھانپنے کے لئے سب سے پہلے آدم نے پتوں کا استعمال کیا۔

حضرت آدمؑ سے بازپرس ہوئی کہ ممانعت کے باوجود حکم عدولی کیوں ہوئی؟ آدم بارگاہ الٰہی میں مقبول تھے اس لئے شیطان کی طرح مظاہرہ نہیں کیا اور اپنی بھول کو تاویلات کے پردے میں چھپانے سے باز رہے۔ ندامت اور شرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ بھول ہوئی مگر اس کا سبب سرکشی نہیں بلکہ نسیان اور بھول ہے تاہم غلطی ہو گئی ہے توبہ استغفار کے ساتھ عفو و درگزر کا خواستگار ہوں۔

اللہ نے آدم کے عذر کو قبول فرمالیا اور معاف کر دیا اور یہ فیصلہ سنایا کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک زمین پر قیام کرنا ہو گا اور تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامان عداوت کے ساتھ وہاں موجود رہے گا۔

تم کو خیر و شر دو متضاد طاقتوں کے درمیان زندگی بسر کرنا ہو گی اگر تم اور تمہاری اولاد مخلص اور سچے بندے ثابت ہوئے تو تمہارا اصلی وطن ''جنت''، تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔

قرآن کریم نے تاریخی واقعات کو صرف اس لئے بیان نہیں کیا کہ یہ وہ واقعات ہیں جن کا تاریخ میں درج ہونا ضروری ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان واقعات میں مخفی حکمتوں کو تلاش کیا جائے اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج سے سبق حاصل کر کے عمل کی راہیں متعین کی جائیں۔

حضرت آدمؑ کے قصے میں حکمت:

حضرت آدمؑ کے قصے میں بے شمار حکمتیں موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

*حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کا شرف اس علم اور ان صفات کی بناء پر ہے جو اللہ نے مٹی کے پتلے میں اپنی روح پھونکنے کے بعد اسے عطا کر دی ہیں۔

*انسان اگر اپنی حقیقت (روح) سے واقف ہے اور ان قاعدوں، ضابطوں اور فارمولوں سے واقف ہے جو کائنات کے پس پردہ کام کر رہے ہیں تو وہ مخلوق میں افضل ہے۔ بصورت دیگر اس کی حیثیت مٹی کے پتلے کی ہے جس کے اندر اپنی ذاتی کوئی حرکت نہیں ہے۔

*سہواً غلطی کرنے کے باوجود آدمؑ نے عاجزی کا مظاہرہ کیا جسے اللہ نے پسند فرمایا اور معاف فرمادیا یعنی اللہ کو آدم کی عجز و انکساری پسند آئی۔ یہ عجز و انکساری کا ہی نتیجہ ہے کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا ہوئے۔

* عجز کے مقابلے میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو کھا جاتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کبر و نخوت اور گستاخی نے عزازیل کو راندہ درگاہ کر دیا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد

بزندان لعنت گرفتار کرد

* اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔ عزت و شرف اور لعنت و رسوائی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

* آدم کی تخلیق قدرت کا ایک منفرد کرشمہ ہے۔ مٹی کے پتلے کو گوشت پوست کی صورت دے دی۔ مٹی کو گوشت پوست، ہڈی، خون، دل، پھیپھڑے، دماغ میں تبدیل کر دینا اللہ ہی کا کام ہے۔ اگر انسان اپنی مادی تخلیق پر غور کرے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یہ سارا جسمانی نظام بغیر کسی مادی کنکشن کے متحرک ہے اور کسی لمحے بھی یہ حرکت ساقط نہیں ہوتی اور اگر کسی وجہ سے اس نظام میں خلل واقع ہو جائے تو جدید ترین آلات کا نظام بھی جسم کے کل پرزوں کو اس طرح متحرک نہیں رکھ سکتا جس طرح قدرت حرکت میں رکھتی ہے۔ مثلاً ہمارے سارے جسم میں خون پہنچانے کے لئے ایک آلہ ہے جو ایک منٹ میں ستر بہتر بار سکڑتا اور پھیلتا ہے اور دل کی یہ خدمت ساری عمر جاری رہتی ہے اور کارکردگی میں اگر فرق آ جائے تو علاج پر لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔

گردن سے رانوں کے اوپر تک کا ہمارا جسم ایک صندوق کی طرح ہے۔ اس صندوق کی دیواروں (پسلیوں کے نیچے) پھیپھڑے ہیں۔ سانس کے اندر جانے اور باہر نکلنے کا دارومدار پھیپھڑوں کے سکڑنے اور پھیلنے پر ہے۔ آدمی ایک منٹ میں سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) بار سانس لیتا ہے اور نکالتا ہے۔ انسان سانس اسی وقت لے سکتا ہے جب خلاء میں ہوا اور آکسیجن موجود ہو۔

* انسان کی بنیادی ضرورت میں پانی کو بڑا دخل ہے پانی نہ ہو تو ساری زمین بنجر ہو جائے گی۔ اللہ نے انسان کو اپنی طرف سے ہر چیز مفت عطا کی ہے، نہ کوئی فیس اور نہ کوئی بل آتا ہے۔

جن اسماء الٰہی کا علم آدمؑ کو دیا گیا تھا۔ ان ہی اسماء کا علم، نیابت کی ودیعت ہے۔ ان ہی اسماء کے علم کو روحانیت کی زبان میں ''علم لدنی'' کہتے ہیں۔

وعلم آدم الاسماء کلھا

جب اللہ تعالیٰ نے علم کی تقسیم کی تو سب سے پہلے اپنی صفات کے ناموں کا تعارف کرایا۔ان ہی ناموں کو اسمائے صفاتی کہا جاتا ہے۔

یہی نام وہ علم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم کا عکس ہیں۔صفت کی تعریف کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت کی صفات بھی جمع ہیں۔

مثلاًربانیت کی صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت بھی شریک ہیں۔یاصمدیت کی صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت شامل ہیں۔اسی طرح احدیت کی صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت کی صفت کا ہونا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت قدرت اور رحمت کے بغیر نہیں ہے۔جب ہم اللہ تعالیٰ کو بصیر کہتے ہیں تو اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بصیر ہونے کی صفت میں قادر اور رحیم بھی ہے یعنی اسے بصیر ہونے میں کامل قدرت اور کامل خالقیت کی استطاعت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم دراصل ایک تجلی ہے۔یہ تجلی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت کی حامل ہے۔اور اس تجلی کے ساتھ صفت قدرت کی تجلی اور صفت رحمت کی تجلی بھی شامل ہے۔اس طرح ہر صفت کی تجلی کے ساتھ دو تجلیاں اور ہیں۔گویا ہر اسم تین تجلیوں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ایک تجلی صفت اسم کی۔

۲۔دوسری تجلی صفت قدرت کی۔

۳۔تیسری تجلی صفت رحمت کی۔

چنانچہ کسی تجلی کے نام کو اسم کہتے ہیں۔یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر اسم مجموعی حیثیت میں دو صفات پر مشتمل ہے۔ایک خود تجلی اور ایک تجلی کی صفت۔جب ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم ذہن میں پڑھتے ہیں یا زبان سے ادا کرتے ہیں تو ایک تجلی اپنی صفت کے ساتھ حرکت میں آجاتی ہے۔اس حرکت کو ہم علم کہتے ہیں۔جو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے علم کا عکس ہے۔

عام حالات میں ہماری نظر اس طرف کبھی نہیں جاتی کہ موجودات کے تمام اجسام اور افراد میں ایک مخفی رشتہ ہے۔اس رشتہ کی تلاش سوائے اہل روحانیت کے اور کسی قسم کے اہل علم اور اہل فن نہیں کر سکتے۔حالانکہ اسی رشتے پر کائنات کی زندگی کا انحصار ہے۔یہی رشتہ تمام آسمانی اجرام اور اجرام کے بسنے والے ذی روح اور غیر ذی روح افراد میں ایک دوسرے کے تعارف کا باعث ہے۔

ہماری نگاہ جب کسی ستارے پر پڑتی ہے تو ہم اپنی نگاہ کے ذریعے ستارے کے بشریٰ کو محسوس کرتے ہیں۔ ستارے کا بشریٰ کبھی ہماری نگاہ کو اپنے نظارے سے نہیں روکتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ مجھے نہ دیکھو۔ اگر کوئی مخفی رشتہ موجود نہ ہوتا تو ہر ستارہ اور ہر آسمانی نظارہ ہماری زندگی کو قبول کرنے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔ یہی مخفی رشتہ کائنات کے پورے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کئے ہوئے ہے۔

یہاں اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ تمام کائنات ایک ہی ہستی کی ملکیت ہے۔ اگر کائنات کے مختلف اجسام، مختلف ہستیوں کی ملکیت ہوتے تو یقیناً ایک دوسرے کی روشناسی میں تصادم پیدا ہو جاتا۔ ایک ہستی کی ملکیت دوسری ہستی کی ملکیت سے متعارف ہونا ہر گز پسند نہ کرتی۔ قرآن پاک نے اسی مالک ہستی کا تعارف لفظ ''اللہ'' سے کرایا ہے۔ اسمائے مقدسہ میں یہی لفظ ''اللہ'' اسم ذات ہے۔

اسم ذات مالکانہ حقوق رکھنے والی ہستی کا نام ہے اور اسم صفات قادرانہ صفت رکھتا ہے۔ اسم ذات مالکانہ یعنی خالقیت کے حقوق کا حامل ہے۔ اس کو تصوف کی زبان میں ''رحمت'' کہتے ہیں۔ چنانچہ ہر صفت کے ساتھ اللہ کا قادرانہ اور رحیمانہ وصف لازم آتا ہے۔ یہی دو اوصاف ہیں جو موجودات کے تمام افراد کے درمیان مخفی رشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسمائے الٰہیہ کا یہ ہی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سکھایا ہے۔

(لوح و قلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! ''میں تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہوں۔''

اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق کے ایسے خالق ہیں جن کی تخلیق میں وسائل کی پابندی زیر بحث نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے میں جو چیز جس طرح اور جن خدوخال میں موجود ہے جب وہ اس چیز کو وجود بخشنے کا ارادہ کرتے ہیں تو حکم دیتے ہیں اور اس حکم کی تعمیل کے لئے تخلیق کے لئے جتنے وسائل ضروری ہیں وہ سب وجود میں آکر اس تخلیق کو عمل میں لے آتے ہیں۔

ذیلی تخلیقات:

''خالقین'' کا لفظ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور بھی تخلیق کرنے والے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے علاوہ دوسری ہر تخلیق وسائل کی پابند اور محتاج ہے۔ اس کی مثال آج کے دور میں بجلی سے دی جا سکتی ہے۔ جب بندوں نے بجلی سے دوسری ذیلی تخلیقات کو وجود میں لانا چاہا تو لاکھوں چیزیں وجود میں آ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وصف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ ''کن'' کہہ کر بجلی کو وجود بخش دیا۔ آدم نے اختیاری طور پر جب بجلی کے علم کے اندر تفکر کیا تو اس بجلی سے ہزاروں لاکھوں چیزیں وجود میں آ گئیں۔

بجلی سے جو چیزیں وجود میں آئیں وہ انسان کی تخلیق ہیں مثلاً ریڈیو، ٹی وی، ٹیلی فون، لاسلکی نظام، کمپیوٹر، مواصلاتی سیارے اور بے شمار دوسری چیزیں۔

روحانی نقطۂ نظر سے اللہ کی اس تخلیق میں سے دوسری ذیلی تخلیقات کا مظہر بننا دراصل آدم زاد کا بجلی کے اندر تصرف ہے۔ یہ وہی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سکھا دیا تھا۔ علم الاسماء سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ایک ایسا علم سکھا دیا جو براہ راست تخلیقی فارمولوں سے مرکب ہے۔ جب انسان اس علم کو گہرائی کے اندر جا کر حاصل کرتا ہے اور اس علم کے ذریعے تصرف کرتا ہے تو نئی نئی چیزیں وجود میں آ جاتی ہیں۔

کائنات دراصل علم ہے۔ ایسا علم جس کی بنیاد اور حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو واقف کر دیا ہے لیکن اس وقوف کو حاصل کرنے کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا ہے کہ بندے علم کے اندر تفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم نے لوہا نازل کیا اور اس کے اندر لوگوں کے لئے بے شمار فائدے محفوظ کر دیئے ہیں۔

جن لوگوں نے لوہے (بمعنی دھات) کی حیثیت اور طاقت کو تسلیم کر کے لوہے کے اندر گہرائی میں تفکر کیا تو لوہے کی لامحدود صلاحیتیں سامنے آ گئیں۔ اور جب ان صلاحیتوں کو استعمال کر کے لوہے کے اجزائے ترکیبی کو متحرک کر دیا تو لوہا ایک ایسی عظیم شئے بن کر سامنے آیا جس سے موجودہ سائنس کی ہر ترقی کسی نہ کسی طرح وابستہ ہے۔ یہ ایک تصرف جو وسائل میں کیا جاتا ہے یعنی ان وسائل میں جن وسائل کا ظاہر وجود ہمارے سامنے ہے۔

جس طرح لوہا ایک وجود ہے اسی طرح روشنی بھی ایک وجود ہے۔ وسائل کی حدود سے گزر کر یا وسائل کے علوم سے آگے بڑھ کر جب کوئی بندہ روشنیوں کا علم حاصل کر لیتا ہے تو بہت ساری تخلیقات وجود میں لا سکتا ہے۔ وسائل میں محدود رہ کر ہم سونے کے ذرات کو اکٹھا کر کے ایک خاص پروسیس (Process) سے گزار کر سونا بناتے ہیں۔ لوہے کے ذرات اکٹھا کر کے خاص پروسیس (Process) سے گزار کر ہم لوہا بناتے ہیں۔ لیکن وہ بندہ جو روشنیوں میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے اس کے لئے سونے کے ذرات کو مخصوص پروسیس سے گزارنا ضروری نہیں ہے۔ وہ اپنے ذہن میں روشنیوں کا ذخیرہ کر کے ان مقداروں کو الگ کر لیتا ہے جو مقداریں سونے کے اندر کام کرتی ہیں اور ان مقداروں کو ایک نقطہ پر مرکوز کر کے ارادہ کرتا ہے۔ سونا ہو جا اور سونا بن جاتا ہے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق میں کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ جب وہ کوئی چیز تخلیق کرتے ہیں تو تخلیق کے لئے جتنے وسائل موجود ہونا ضروری ہیں وہ خود بخود موجود ہو جاتے ہیں۔ بندے کا تصرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تصرف کرتا ہے۔

اس تصرف کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ وسائل میں محدود رہ کر وسائل کو مجتمع کر کے کوئی نئی چیز بنانا ہے اور دوسرا طریقہ روشنیوں میں تصرف کرنا ہے۔ یعنی کوئی چیز جن روشنیوں پر قائم ہے ان روشنیوں کو متحرک کر کے کسی چیز کو تخلیق کرنا۔ روحانی دنیا میں ان روشنیوں کا نام ''نسمہ'' ہے اور سائنسی دنیا ان روشنیوں کے عکس کو اورا (Aura) کہتی ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی تخلیق ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تصرف کرنے کی قدرت رکھتی ہے اور یہ علم اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتقل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ یہ بات جانتے ہیں کہ انسان سے ذیلی تخلیقات وجود میں آتی رہیں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود کو ''احسن الخالقین'' فرمایا ہے۔

مابعد النفسیات:

روحانیت (مابعد النفسیات) کا قانون ہمیں بتاتا ہے کہ انسان تین پرت کا مجموعہ ہے۔ صفات، ذات اور تیسرا پرت ذات اور صفات میں امتیازی خط کھینچنے والی ایجنسی۔ امتیازی خط کھینچنے والی ایجنسی کو تخلیط یا جسد خاکی کہتے ہیں۔ جسد خاکی اس پتلے کا نام ہے جس کو عرف عام میں آدمی کہا جاتا ہے۔ ہر پرت کے محسوسات ایک دوسرے سے بالکل الگ اور نمایاں ہیں۔ ذات کا پرت وہ نقش ہے جو وہم اور خیال کو تصور بنا کر ذہن میں منتقل کر دیتا ہے۔ ذہن تصورات کو معانی کا لباس پہنا کر خوشی اور غم کا مفہوم دیتا ہے۔ اگر اس کو ایسی معلومات فراہم کی جائیں جو کسی خوبصورت باغ سے تعلق رکھتی ہوں تو اس کے اندر رنگین روشنیاں، خوشبو کے طوفان اور حسن کے تصورات رونما ہونے لگتے ہیں۔

عرف عام میں رگ پٹھوں کی بناوٹ اور ہڈیوں کے ڈھانچے کو انسان کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ انسان وہ نہیں ہے جس کو قدرت انسان کہتی ہے۔ گوشت پوست، رگ پٹھوں سے مرکب انسان کو ہم اصل انسان کا لباس کہہ سکتے ہیں۔ جب تک انسان یعنی روح موجود ہے لباس بھی موجود ہے۔ جیسے ہی انسان اس لباس سے قطع تعلق کرتا ہے (جس کو ہم مرنا کہتے ہیں) مادی جسم کے اندر کوئی حرکت باقی نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق کے فارمولے بنائے ہیں اور ہر فارمولا معین مقداروں کے تحت کام کر رہا ہے۔ تیسویں پارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے ہر چیز کو معین مقداروں سے تخلیق کیا ہے۔''

اصل انسان روح ہے، ظاہر ہے روح، اضطراب، کشاکش، احساس محرومی اور بیماریوں سے ماوراء ہے۔ روح اپنے اور جسم کے درمیان ایک میڈیم بناتی ہے۔اس میڈیم کو ہم جسم انسانی اور روح کے درمیان نظر نہ آنے والا انسان کہہ سکتے ہیں۔ یہ غیر مرئی انسان بھی بااختیار ہے۔اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ روح کی فراہم کردہ اطلاعات کو اپنی مرضی سے معنی پہنا دے۔ جس طرح روح میں اور روح سے تخلیق پانے والی ہر شئے میں معین فارمولے کام کرتے ہیں اسی طرح روح اور جسم کے درمیان نظر نہ آنے والا جسم بھی فارمولوں کے تحت متحرک اور باعمل ہے۔اس میں اربوں، کھربوں فارمولے کام کرتے ہیں۔ جن کو ہم چار عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱)واٹرانرجی(Water Energy)

۲)الیکٹرک انرجی(Electric Energy)

۳)ہیٹ انرجی(Heat Energy)

۴)ونڈانرجی(Wind Energy)

انسان کے اندر دو(۲) دماغ کام کرتے ہیں۔دماغ نمبر ایک براہ راست اطلاعات قبول کرتا ہے اور دماغ نمبر دو اپنے مفاد کے مطابق ان اطلاعات میں معنی پہناتا ہے۔ یہ دماغ جب غلط یا غیر واضح اور تخریبی معنی پہنانے کا عادی ہو جاتا ہے تو معین مقداروں میں سقم واقع ہونے لگتا ہے اور مذکورہ بالا توانائیاں اپنے صحیح خدوخال کھو بیٹھتی ہیں۔ان توانائیوں میں توازن قائم نہ رہے تو جسم کے اندر مختلف امراض جنم لیتے ہیں۔

ذہن انسانی کی دو سطح ہیں۔ایک سطح وہ ہے جو فرد کی ذہنی حرکت کو کائناتی حرکت سے ملاتی ہے۔یعنی یہ حرکت فرد کے ارادوں اور محسوسات کو کائنات کے ہمہ گیر ارادوں اور محسوسات تک لاتی ہے۔ذہن کی دونوں سطحیں دو قسم کے حواس کی تخلیق کرتی ہیں۔

ایک سطح کی تخلیق کو مثبت حواس اور دوسری سطح کی تخلیق کو منفی حواس کہہ سکتے ہیں۔ہر انسان کے دماغ میں دو کھرب خلیے بنیادی ہوتے ہیں۔ہر خلئے کے ارد گرد اطراف میں پانچ خلئے اور ہوتے ہیں اس طرح انسانی دماغ میں بارہ کھرب خلئے مصروف عمل رہتے ہیں۔

دراصل مثبت حواس ایک معنی میں حواس کی تقسیم ہے۔اس تقسیم کے حصے اعضائے جسمانی ہیں۔ چنانچہ ہماری جسمانی فعلیت میں یہی تقسیم کام کرتی ہے۔ایک ہی وقت میں آنکھ کسی شئے کو دیکھتی ہے اور کان کسی آواز کو سنتے ہیں۔ہاتھ کسی تیسری شئے کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں اور پیر کسی چوتھی چیز کی پیائش کرتے ہیں۔ زبان کسی پانچویں چیز کے ذائقے میں اور ناک کسی چھٹی چیز کے سونگھنے میں مشغول ہوتی ہے اور دماغ میں ان چیزوں سے الگ کتنی ہی اور چیزوں کے خیال آرہے ہوتے ہیں۔ یہ سب مثبت حواس کی کارفرمائی ہے لیکن اس کے برعکس منفی حواس میں جو تحریکات ہوتی ہیں ان کا تعلق انسان کے ارادے سے نہیں ہوتا۔ مثلاً خواب میں باوجود اس کے کہ مذکورہ بالا تمام حواس کام کرتے ہیں،اعضائے جسمانی ساکت رہتے ہیں۔

اعضائے جسمانی کے سکوت سے اس حقیقت کا سراغ مل جاتا ہے کہ حواس کا اجتماع ایک ہی نقطہ ذہنی میں ہے۔خواب کی حالت میں اس نقطہ کے اندر جو حرکت واقع ہوتی ہے وہی حرکت بیداری میں جسمانی اعضاء کے اندر تقسیم ہو جاتی ہے۔ تقسیم ہونے سے پیشتر ہم ان حواس کو منفی حواس کہہ سکتے ہیں۔ لیکن جسمانی اعضاء میں تقسیم ہونے کے بعد ان کو مثبت کہنا درست ہوگا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ منفی اور مثبت حواس دونوں ایک ہی سطح میں متمکن نہیں رہ سکتے۔ان کا قیام ذہن کی دونوں سطحوں میں تسلیم کرنا ہوگا۔

تصوف کی اصطلاح میں منفی سطح کا نام نسمہ مفرد اور مثبت سطح کا نام نسمہ مرکب لیا جاتا ہے۔

نسمہ مرکب ایسی حرکت کا نام ہے جو تواتر کے ساتھ واقع ہوتی ہے یعنی ایک لمحہ دوسرا لمحہ تیسرا لمحہ اور اس طرح لمحہ بہ لمحہ حرکت ہوتی رہتی ہے۔اس حرکت میں ایک ایسی ترتیب پائی جاتی ہے جو مکانیت کی تعمیر کرتی ہے۔ہر لمحہ ایک مکان ہے۔ گویا تمام مکانیت لمحات کی قید میں ہے۔

لمحات بیک وقت دو سطحوں میں حرکت کرتے ہیں۔ایک سطح کی حرکت کائنات کی ہر شئے میں الگ الگ واقع ہوتی ہے۔ یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو شئے کو اس کی منفرد ہستی کے دائرے میں موجود رکھتا ہے۔دوسری سطح کی حرکت کائنات کی تمام اشیاء میں بیک وقت جاری رہتی ہے۔ یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو کائنات کی تمام اشیاء کو ایک دائرے میں حاضر رکھتا ہے۔

لمحات کی ایک سطح میں افراد کائنات الگ الگ موجود ہیں یعنی افراد کا شعور جدا جدا ہے۔ لمحات کی دوسری سطح میں کائنات کے تمام افراد کا شعور ایک ہی نقطہ پر مرکوز ہے۔پہلی سطح انفرادی شعور ہے۔دوسری سطح اجتماعی شعور ہے۔

موجودہ سائنس کی دنیا کہکشانی اور شمسی نظاموں سے روشناس ہو چکی ہے۔ کہکشانی اور شمسی نظاموں کی روشنی سے ہماری زمین کا کیا تعلق ہے اور یہ انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات پر کیا اثر کرتی ہے؟ یہ مرحلہ بھی سائنس کے سامنے آچکا ہے لیکن ابھی

سائنس اس بات سے پوری طرح باخبر نہیں ہے کہ شمسی نظاموں کی روشنی انسان، نباتات اور جمادات کے اندر کس طرح اور کیا عمل کرتی ہے اور کس طرح ان کی کیفیات میں ردوبدل کرتی رہتی ہے؟

سائنس کا عقیدہ ہے کہ زمین پر موجود ہر شئے کی بنیاد یا قیام لہر پر ہے۔ایسی لہر جس کو روشنی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا اور پوری کائنات صرف ایک ہی قوت کی مختلف شکلوں کا مظاہرہ ہے۔کائنات میں ممتاز ہونے کی حیثیت سے ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ یہ لہر اور روشنی کیا چیز ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا!

"God said light and there was light"

یعنی خدا نے کہا: ''روشنی'' اور روشنی وجود میں آگئی۔

قرآن نے اپنی زبان میں اس بات کو ''اللہ نور السمٰوٰت والارض۔''

یعنی ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' کہہ کر بیان کیا ہے۔مفہوم یہ ہے کہ زمین و آسمان اور روشنی براہ راست ذات مطلق سے قائم ہے۔جب یہ ساری کائنات بشمول ملائکہ، جنات، انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات روشنیوں اور لہروں پر قائم ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ساری موجودات اللہ کے نور کا مظاہرہ ہے۔اس ہی روشنی کو مذہب نے روح کا نام دیا ہے۔

مذاہب عالم:

تمام مذاہب اور دنیا میں رائج علوم ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ ہم اصل انسان کو جانیں اور پہچان لیں۔ہم اس حقیقت کا ادراک کر لیں کہ انسان کہاں سے آیا ہے اور کہاں چلا جاتا ہے۔اس بات سے واقف ہونے کے لئے پیغمبروں نے قواعد و ضوابط مرتب کئے ہیں۔آسمانی کتابوں اور آخری کتاب قرآن نے انسان کی اصل سے متعارف کرانے کے لئے ضابطے (Formulas) بیان کئے ہیں۔تاکہ خود آگاہی حاصل کرکے مٹی کا مادھو آدمی اپنی اصلیت سے واقف ہو جائے۔

بڑے دکھ کی بات ہے کہ تاریخ ہمیں اضطراب، بے چینی، بدحالی، خوف و غم اور پریشانی کے علاوہ کچھ نہیں دیتی۔انسان ہمیشہ سے مضطرب، بدحال، غمگین، خوفزدہ اور پریشان رہا ہے۔خوف اور عدم تحفظ کسی زمانے میں بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی کم لیکن قائم رہتا ضرور ہے۔

قانون:

جیسے جیسے انسان کی دلچسپیاں مادی وجود میں زیادہ ہوتی ہیں اسی مناسبت سے وہ روشنیوں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ روشنیوں سے دوری کا نام ہی بے چینی اور درماندگی ہے۔ آج کے دور میں ذہنی کشمکش اور اعصابی کشاکش عروج پر ہے۔ اس سے محفوظ رہنے اور پرسکون زندگی گزارنے کا طریقہ اگر کوئی ہے تو یہ ہے کہ انسان اپنی اصل سے تعارف حاصل کرے۔ جب ہم اپنی اصل سے واقف ہو جائیں گے تو لہروں اور روشنیوں کی پر مسرت ٹھنڈک ہمارا احاطہ کر لے گی۔

ہمیں اس بات کا بھی ادراک ہونا چاہئے کہ انسان اور دوسری مخلوقات میں کیا فرق ہے؟ اور اگر انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے تو کیوں افضل ہے؟

''ہم نے پیش کی اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر۔ انہوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر ہم نے اس بار امانت کو اٹھالیا تو ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک یہ ظالم اور جاہل ہے۔''

(سورۃ احزاب: ۷۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے سامنے اپنی امانت پیش کی۔ سب اس بات سے واقف تھے کہ وہ اس عظیم بار امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان اس امانت کا امین بننے پر راضی ہو گیا اور اس نے خصوصی نعمت کو قبول کر لیا۔

(غور طلب یہ ہے کہ انسان، اللہ تعالیٰ کی امانت کا امین ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے ظالم اور جاہل قرار دے رہے ہیں۔)

تخلیقی فارمولوں کے تحت اللہ کی ہر مخلوق باشعور اور باحواس ہے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے قائم اور متحرک ہے۔ آسمان، زمین اور پہاڑوں کی گفتگو ہمیں متوجہ کرتی ہے کہ انسان کی طرح آسمان، زمین، زمین کے تمام ذرات، زمین کے اوپر تمام تخلیقات اور پہاڑ ''شعور'' رکھتے ہیں۔ جس طرح آدمی کے اندر عقل کام کرتی ہے اسی طرح پہاڑ بھی عقل رکھتے ہیں کیونکہ کسی بات کا اقرار یا انکار بجائے خود فہم وادراک اور شعور کی دلیل ہے۔

تفکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ایسی زندگی جس میں بصیرت شامل نہ ہو ظلم و جہالت ہے۔ پہاڑوں، آسمانوں اور زمین نے تفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس طرح وہ ظلم و جہالت کے دائرے سے باہر ہو گئے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جو امانت حاصل ہے۔ اس سے صرف نظر، اگر انسانی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ انسان سماوات، ارض اور پہاڑوں کی نسبت کوتاہ عقل ہے۔ انسان اس لئے عقل مند ہے کہ وہ اللہ کی امانت کا امین ہے۔ زمین پر ہر تخلیق اور آسمانوں میں اشیاء اللہ کی نشانیاں ہیں۔

زمین، دھوپ اور پانی الگ الگ شئے ہیں۔ لیکن جب زمین تخلیق کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو یہ اشیاء رنگ بکھیرتی ہیں کہ عقل و دانائی گنگ ہو جاتی ہے۔ ایک ہی پانی زمین کی کوکھ میں جذب ہونے کے بعد اتنی تخلیقات میں جلوہ گر ہوتا ہے کہ ان کا کوئی شمار نہیں۔ لگتا ہے کہ زمین کے بطن میں بے شمار سانچے نصب ہیں جس سانچے میں پانی ٹھہر جاتا ہے وہاں نیا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی کیلا بن جاتا ہے، کبھی سیب بن جاتا ہے، انگور بن جاتا ہے اور کبھی پھول بن جاتا ہے۔ یہی پانی مخصوص پروسیس سے گزر کر تتلی بن جاتا ہے اور خوبصورت اور پرکشش چہرہ بن جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا بیج جب زمین کے رحم پر ڈال دیا جاتا ہے تو زمین اس بیج کو پرورش کر کے تناور درخت بنا دیتی ہے۔

اس تجزیہ سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین باصلاحیت ہے۔ اشرف المخلوقات انسان اسی زمین کی ایک ذیلی تخلیق ہے۔ انصاف کا تقاضہ ہے کہ ہم تلاش کریں کہ انسان کا شرف کیا ہے؟

عام زندگی میں جو صلاحیت مظہر بنتی ہے اور جو اعمال و حرکات سرزد ہوتے ہیں صرف ان سے انسان کا شرف ثابت نہیں ہوتا۔

پیدائش، شعور، بھوک، پیاس اور خواہشات چاہے جسمانی ہوں یا جنسی ہر مخلوق میں موجود ہیں لیکن ایک بات میں انسان دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز ہے وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ''امین'' ہے۔ انسان اگر اس امانت سے واقف ہے تو وہ اشرف المخلوقات ہے۔ اگر اس امانت سے واقف نہیں ہے تو وہ دوسری مخلوقات کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت حاصل ہونے کے باوجود اس نعمت سے بے خبر رہنا ظلم و جہالت ہے۔

اس خصوصی انعام سے مستفیض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں اپنی ذات کا عرفان حاصل ہو۔ تصوف میں اس علم کا نام خود آگاہی ہے۔ خود آگاہی کے بعد انسان کے اوپر ان علوم کے دروازے کھل جاتے ہیں جن میں سے گزر کر اللہ کے ساتھ بندے کا رشتہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ امانت سے واقف ہونا ہی انسان کو اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز کرتا ہے اور اگر وہ اس امانت سے واقف نہیں ہے تو وہ ظالم و جاہل ہے۔

حضرت حواؑ کی تخلیق:

''وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا کہ اسے آرام ملے۔''

(سورۃ اعراف:۱۸۹)

''اور خداوند نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا۔ اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک کو نکال لیا اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ اور خداوند اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر آدم کے پاس لایا۔''

(کتاب پیدائش، باب ۲۱:۲۔۲۲)

مونث، مذکر کا تخلیقی راز:

محققین کی رائے ہے کہ قرآن کریم صرف ''حوا'' کی تخلیق کا ذکر نہیں کر رہا بلکہ عورت کی تخلیق کے متعلق اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ بھی مرد ہی کا حصہ ہے۔ اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ آدمؑ کے اندر عورت کا وجود تھا۔ اللہ نے جب چاہا کہ آدمؑ کے دونوں رخوں کا مظاہرہ ہو تو عورت کے وجود کو آدمؑ سے الگ کر دیا۔

علماء باطن کہتے ہیں کہ یہاں ہر شئے دو رخوں سے مرکب ہے۔ مرد کا وجود بھی دو رخوں پر قائم ہے اور عورت کا وجود بھی دو رخوں پر قائم ہے۔ عورت کے اندر مرد چھپا ہوا ہے اور مرد کے اندر عورت چھپی ہوئی ہے۔ اگر آدم کے اندر حوا نہ ہوتی تو حوا کی پیدائش ممکن نہیں تھی۔ دوسری مثال حوا کے اندر سے آدم کی پیدائش ہے جس کو آسمانی کتابوں نے ''عیسیٰ'' کا نام دیا ہے۔

ہر فرد دو پرت سے مرکب ہے۔ ایک پرت ظاہر اور غالب رہتا ہے اور دوسرا پرت مغلوب اور چھپا ہوا رہتا ہے۔ مرد ہو یا عورت دونوں دو دو رخوں سے مرکب ہیں۔ ایک ظاہر رخ اور ایک باطن رخ۔

عورت اس ظاہر رخ عورت کے خدوخال میں جلوہ نما ہو کر ہمیں نظر آتا ہے اور باطن رخ وہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ اسی طرح مرد کا ظاہر رخ مرد کے خدوخال بن کر ہمارے سامنے آتا ہے اور باطن رخ وہ ہے جو مخفی رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرد بحیثیت مرد جو نظر آتا ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے اور عورت بحیثیت عورت جو نظر آتی ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے۔ مرد کے ظاہر رخ کا متضاد باطن رخ ''عورت'' اس کے ساتھ لپٹا ہوا ہے اور عورت کے ظاہری رخ کے ساتھ اس کا متضاد باطن رخ ''مرد'' لپٹا ہوا ہے۔ افزائش نسل اور جنسی کشش کا قانون بھی ان ہی دو رخوں پر قائم ہے۔ عورت کے اندر باطن رخ مرد چونکہ مغلوب ہے اور غالب خدوخال میں نمودار ہو کر مظہر نہیں بنا اس لئے وہ غالب اور مکمل رخ کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے اندر جذب ہونے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔ اسی طرح مرد کے اندر چھپا ہوا پرت ''عورت'' چونکہ مغلوب اور نامکمل ہے۔ اس لئے وہ بھی عورت کے ظاہری رخ سے ہم آغوش ہو کر اپنی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ علماء باطن فرماتے ہیں کہ قانون قدرت کے مطابق اگر ذہنی مرکزیت کسی ایک رخ پر قائم ہو جائے اور انسان کے اندر روح جسے قرآن نے ''امر رب'' کہا ہے۔ متحرک ہو جائے تو مغلوب پرت متشکل ہو جاتا ہے۔

یہی صورت حال حضرت آدمؑ کے ساتھ بھی پیش آئی۔

ہابیل و قابیل:

ہابیل و قابیل حضرت آدمؑ کے بیٹے تھے۔ قرآن میں حضرت آدمؑ کے ان دونوں بیٹوں کے ناموں کا ذکر نہیں ہے۔ صرف ''ابن آدم'' (آدم کے دو بیٹے) کہا گیا ہے۔ البتہ توراۃ میں ان کے یہی نام بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت اس طرح ہے کہ انسانی دنیا میں اضافہ کے لئے حضرت آدمؑ کے زمانے میں دستور یہ تھا کہ حضرت حوا سے توام (جڑواں) پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا عقد دوسری بار پیدا ہونے والے توام بچوں کے ساتھ کر دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق قابیل اور ہابیل کی شادی کا معاملہ درپیش تھا۔ قابیل عمر میں بڑا تھا اور اس کی بہن اقلیمہ ہابیل کی بہن غازہ سے زیادہ حسین اور خوبرو تھی۔ اس لئے قابیل کو یہ انتہائی ناگوار تھا کہ دستور کے مطابق اس کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ کی جائے۔ فساد ختم کرنے کے لئے حضرت آدمؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کریں جس کی قربانی قبول ہو جائے وہی اپنے ارادے کو پورا کر لینے کا مستحق ہے۔

توریت کے مطابق اس زمانے میں قربانی کا یہ الہامی دستور تھا کہ نذر و قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھ دی جاتی اور آسمان سے آگ نمودار ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ اس قانون کے مطابق ہابیل نے اپنے ریوڑ سے ایک بہترین دنبہ خدا کی نذر کیا اور قابیل نے اپنی کھیتی کے غلے میں سے گرم خوردہ غلہ قربانی کے لئے پیش کیا۔ روایت کے مطابق ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔ قابیل اپنی اس توہین کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے غیظ و غضب میں آ کر ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا تاکہ تو اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے۔ ہابیل نے جواب دیا!

''میں تو کسی طرح تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ باقی تیری جو مرضی آئے وہ کر۔ رہا قربانی کا معاملہ سو خدا کے ہاں تو نیک نیت ہی کی نذر قبول ہو سکتی ہے۔ وہاں بدنیت کی دھمکی کام آسکتی ہے اور نہ بے وجہ کا غم اور غصہ۔''

قابیل پر اس نصیحت کا الٹا اثر ہوا اور اس نے مشتعل ہو کر اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

قتل کے بعد قابیل حیران تھا کہ اس نعش کا کیا کرے۔ ابھی تک نسل آدم موت سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت آدمؑ نے مردے کے جسم کے بارے میں کوئی حکم الٰہی نہیں سنایا تھا۔ قرآن میں ہے کہ قابیل نے دفنانے کا عمل کوے سے سیکھا۔ اس نے دیکھا کہ کوے نے زمین کو کرید کرید کر گڑھا کھودا ہے۔ قابیل نے فیصلہ کیا کہ مجھے بھی اپنے بھائی کے لئے اسی طرح گڑھا کھودنا

چاہئے اور بعض روایات میں ہے کہ کوے نے دوسرے مردہ کوے کو اس گڑھے میں چھپادیا۔ قابیل نے یہ دیکھا تو اپنی ناکارہ زندگی پر بے حد افسوس کیا اور کہنے لگا کہ!

''میں اس حیوان سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے جرم کو چھپانے کی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔''

بعد ازاں ندامت اور پچھتاوے کے احساس کے ساتھ اپنے بھائی کی نعش کو سپرد خاک کر دیا۔

اس واقعہ سے دو قسم کی طرز فکر کا پتہ چلتا ہے۔ایک شیطانی طرز فکر اور دوسری رحمانی طرز فکر۔ قابیل کی طرز فکر شیطانی تھی جبکہ ہابیل کی طرز فکر رحمانی تھی۔ غصہ شیطانی طرز فکر کا انعکاس ہے۔اس کے برعکس حلم و بردباری رحمانی طرز فکر کا پر تو ہے۔ شیطانی طرز فکر کے زیر اثر ہر عمل گھاٹے کا سودا ہے جبکہ رحمانی طرز فکر کے تحت انجام پذیر ہونے والے اعمال سر تا پا خیر ہیں۔ توریت کے مطابق حضرت آدمؑ نے ۹۳۰ برس عمر پائی۔آپ کے زمانے میں نسل انسانی نے علم طب، علم حساب اور علم موسیقی سے روشناسی حاصل کی۔ زمین پر پہلی بار زراعت بھی آپ نے شروع کی۔

''خداوند خدا نے باغ عدن سے باہر کر دیا تا کہ وہ اس زمین کی طرف واپس چلا جائے جس سے وہ لیا گیا تھا اور کھیتی باڑی کرے۔'' (توریت)

زمین پر اترنے کے بعد حضرت آدمؑ نے گزر بسر کے لئے کھیتی باڑی شروع کی تھی۔ماہرین آثار قدیمہ نے جو اولین اوزار اور ہتھیار دریافت کئے ہیں وہ پتھر سے بنائے ہوئے ہیں اور تہذیب کے اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جسے پتھر کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ زمین پر اولین تہذیب کی بنیاد حضرت آدمؑ نے ڈالی اور آپ نے ہی پہلے پہل پتھروں سے مختلف اوزار اور ہتھیار بنائے۔ آگ کا استعمال بھی آپ ہی کی دریافت ہے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ سے کئی اولادیں ہوئیں۔ ہابیل اور قابیل کے علاوہ تیسری اولاد کا نام ''شیث'' ہے۔ لفظ ''شیث'' کے لغوی معنی ''عطیہ خداوندی'' ہے۔ حضرت آدمؑ کے بعد آپ پہلے نبی ہوئے۔ توریت، کتاب پیدائش، باب ۴ میں لکھا ہے کہ آپؑ حضرت آدمؑ کی شکل و صورت پر تھے۔ ۹۱۲ سال عمر پائی جس میں سے ۱۱۲ سال تک مرتبہ پیغمبری پر فائز رہے۔

آپؑ صلح و آشتی کا درس دیتے تھے۔ قوم آپؑ سے بہت عقیدت رکھتی تھی۔ حضرت شیثؑ کی امت نے حضرت شیثؑ کے انتقال کے بعد بھی اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام

یونانی زبان میں ہرمیس، عبرانی میں حنوک اور قرآن کریم میں ادریسؑ نام ہے۔

حضرت ادریسؑ حضرت آدمؑ کی چھٹی پشت میں حضرت نوحؑ کے پردادا ہیں۔ تمدن اور معاشرت کے قوانین آپ ہی نے وضع کئے ہیں۔

* بابل انسانی آبادی اور تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا شہر ہے۔ اب یہ کوفہ کے نام سے مشہور ہے۔ (سریانی زبان میں ہنر کو بابل کہتے ہیں، دجلہ اور فرات کا دوآبہ ہونے کی وجہ سے یہ جگہ بابل کے نام سے مشہور ہوئی۔)

حضرت ادریسؑ گندمی رنگ، مناسب قد، روپ خوشنما خوبصورت چہرہ، چوڑا اور بھرا ہوا سینہ، مضبوط بازو سرمئی آنکھیں، ستواں ناک، باوقار گردن، شیریں مقال، سنجیدہ اور متین شخصیت تھے، چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے تھے۔ تفکر آپ کا شعار تھا، علم و حلم میں ممتاز تھے۔ حضرت ادریسؑ نے ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد حضرت شیثؑ سے حاصل کی، آپ کے اوپر ایک صحیفہ بھی نازل ہوا جس کا حبشی زبان میں ترجمہ آج بھی موجود ہے۔

''اور اسمٰعیلؑ، ادریسؑ اور ذوالکفل یہ سب ہیں صبر کرنے والے اور لے لیا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں اور وہ ہیں نیک بختوں میں۔''

(سورۃ الانبیاء۔۸۵)

حضرت ادریسؑ سے پہلے بنی آدمؑ میں جب بگاڑ کی ابتداء ہوئی تو اللہ کے فرستادہ فرشتے نے ادریسؑ کو پکارا۔

''اے حنوک! اٹھو گوشہ تنہائی سے نکلو اور زمین پر چل پھر کر لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاؤ، زندہ رہنے کا صحیح راستہ بتاؤ اور وہ طریقہ بتاؤ جن پر انہیں عمل کرنا چاہئے۔''

آپؑ نے اللہ کے حکم سے لوگوں کو جمع کر کے وعظ و تلقین اور ہدایت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا، مختصر سی جماعت کے علاوہ پوری قوم آپؑ کی مخالف ہو گئی۔

مفسدین اور منکرین کی ریشہ دوانیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو آپ نے اپنے حامیوں کے ساتھ مصر کی طرف ہجرت کر گئے، دریائے نیل کے کنارے ایک سرسبز و شاداب خطہ دیکھ کر حضرت ادریسؑ نے اپنی جماعت سے فرمایا:

''یہ مقام تمہارے بابل کی طرح سرسبز و شاداب ہے۔''

حضرت ادریسؑ نے اس جگہ کو ''بابلیون'' کا نام دیا اور ایک بہترین جگہ منتخب کر کے نیل کے کنارے آباد ہو گئے۔ حضرت ادریسؑ کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ''بابلیون'' نے ایسی شہرت پائی کہ عرب کے علاوہ دوسرے قدیم اقوام کے لوگ اس سرزمین کو بابلیون ہی پکارتے رہے۔

ٹاؤن پلاننگ

حضرت ادریسؑ ۷۲ زبانیں جانتے تھے، حضرت ادریسؑ نے دین الٰہی کے پیغام کے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے اور بود و باش کے متمدن طریقے بھی بتائے اور اس کے لئے انہوں نے مختلف طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو رہن سہن کے طریقے سکھائے۔

حضرت ادریسؑ کے شاگردوں نے زمین پر شہر اور بستیاں آباد کیں، ٹاؤن پلاننگ (Town Planning) کے اصولوں پر بنائے گئے ان شہروں کی تعداد کم و بیش دو سو تھی، جن میں سب سے چھوٹا شہر ''رہا'' تھا۔ حضرت ادریسؑ نے اپنے شاگردوں کو دوسرے علوم کی تعلیم بھی دی۔

علم نجوم، علم ریاضی، فن کتابت، ٹیلرنگ، ناپ تول کے اوزان، اسلحہ سازی اور قلم حضرت ادریسؑ کی ایجاد ہے۔ شہروں میں سڑکوں کا جال بچھایا، کاروبار کے لئے مارکیٹیں بنوائیں، کھیل کود کے میدان (Play Ground) بنوائے، مکانوں اور بلڈنگوں کو نقشے کے مطابق بنانے کی پلاننگ کی۔

ناپ تول کا نظام:

حضرت ادریسؑ سے پہلے میزان اور ناپ تول کا نظام نہیں تھا، خریدار کو اس کا صحیح حق ملنے کے لئے ناپ تول کا نظام قائم کیا، علوم کو محفوظ کرنے، صنعت و حرفت اور ایجادات سے نوع انسانی کو آگاہ رکھنے کے لئے نیز مستقبل میں ان کو تحفظ فراہم کرنے کیلئے حضرت ادریسؑ نے ایسے ''نقاش خانے'' تعمیر کروائے جن میں صنعت و حرفت اور اپنے زمانے کی ایجادات کی تصاویر بنوائی تھیں

اوران تصویروں سے ایجادات کی تشریح کی گئی تھی تاکہ ابتدائے زمانہ اورانقلاب زمانہ کے ٹوٹ پھوٹ کے بعد بھی نسل انسانی فائدہ اٹھاسکے۔

طوفان نوح کی خبر بھی سب سے پہلے حضرت ادریسؑ نے دی تھی، حضرت ادریسؑ نے جو قواعد وضوابط اور قوانین وضع کئے وہ اس زمانے کے تمام طبقہ ہائے فکر کے لئے قابل قبول تھے، کرہ ارض پر موجود آبادی کو انتظام وانصرام کی غرض سے چار حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصے کے لئے ایک گورنر مقرر فرمایااوراس جغرافیائی تقسیم پر عمل درآمد کے لئے قوانین وضع کئے، حضرت ادریسؑ علم منطق کے بھی موجد تھے، علم نجوم کے خواص اور اصلاحیں حضرت ادریسؑ نے وضع کیں، حضرت ادریسؑ علم رمل سے بھی واقف تھے۔

حضرت ادریسؑ نے جو شریعت پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

*پرستش کے لائق ہستی وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔

*نیک اعمال سکون آشنا زندگی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

*مادی دنیااوراس سے تعلق رکھنے والی ہر شئے عارضی اور فناہو جانے والی ہے۔

*عدل وانصاف اور قانون کی پاسداری سے معاشرہ سے منفی طرزیں ختم ہو جاتی ہیں۔

*غور وفکراور شرعی احکامات پر عمل کرنے سے بہترین نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

*حرام مال سے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

*طہارت وپاکیزگی کااہتمام ایمان کا حصہ ہے۔

*ایام بیض (ہر قمری ماہ کی ۱۴،۱۳اور ۱۵تاریخ) کے روزے رکھنااور زکوٰۃ دینا باطنی پاکیزگی اور مال ودولت کی محبت سے نجات کے لئے بہترین عمل ہے۔

*حضرت ادریسؑ نے اپنی امت کیلئے سال میں چند دن عید کے لئے مقرر فرمائے اور مخصوص اوقات میں نذر اور قربانی دینا فرض قرار دیا۔

انبیاء کی خصوصیات:

حضرت ادریسؑ نے اپنی امت کو یہ بھی بتایا کہ میری طرح اس عالم کی دینی اور دنیاوی اصلاح کے لئے بہت سے انبیاء تشریف لائیں گے۔ان انبیاء کی خصوصیات یہ ہونگی:

*وہ ہر برائی سے پاک ہونگے۔

*فضائل میں کامل ہونگے اور ستائش کے قابل ہونگے۔

*زمین وآسمان کے احوال سے واقف ہونگے۔

*امراض کے لئے شفابخش دواؤں سے واقف ہونگے۔

*کوئی سائل ان کے پاس جاکر تشنہ نہیں رہے گا۔

*اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول کرے گا،ان کی دعوت اصلاح کے لئے ہوگی۔

تین طبقات:

حضرت ادریسؑ نے نوع انسانی کو تین طبقات میں تقسیم کیا۔

علماء، بادشاہ اور رعیت۔ حسب ترتیب ان کے مراتب مقرر فرمائے۔

علماء کو پہلا اور بلند درجہ دیا گیا،اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے نفس کے علاوہ بادشاہ اور رعیت کے معاملات میں بھی جواب دہ ہیں۔ بادشاہ کو دوسرے درجے پر رکھا گیا کہ وہ صرف اپنے نفس اور امور مملکت کا جواب دہ ہے۔رعیت چونکہ صرف اپنے نفس کے لئے جواب دہ ہے اس لئے وہ تیسرے طبقے میں شامل کی گئی۔لیکن یہ طبقات نسل وخاندانی امتیازات کے لحاظ سے نہیں تھے۔

انجیل نیا عہد نامہ (یہودہ کے خط) میں حضرت ادریسؑ کی ایک پیشن گوئی درج ہے جس میں صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی کردار کشی کرتے ہوئے ان کی بیخ کنی اور انہیں راہ راست پر لانے کے لئے ایک راہبر اور نجات دہندہ کی خبر دی گئی ہے۔پیشن گوئی جس ہستی کے لئے کی گئی وہ رحمت اللعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔

"ان پر افسوس! کہ یہ قائن کی راہ پر چلے اور مزدوری کے لئے بڑی حرص سے بلعام کی سی گمراہی اختیار کی اور قدرح کی طرح مخالفت کرکے ہلاک ہوئے یہ تمہاری محبتوں کی ضیافتوں میں تمہارے ساتھ کھاتے،پیتے وقت گویا دریا کی پوشیدہ چٹانیں ہیں، یہ

بے دھڑک پیٹ بھرنے والے چرواہے ہیں، یہ بے پانی کے بادل ہیں جنہیں ہوائیں اڑا کر لے جاتی ہیں، یہ پتھر کے بے پھل درخت ہیں جو دونوں طرح سے مردہ اور جڑ سے اکھڑے ہوئے ہیں یہ سمندر کی پر جوش موجیں ہیں جو اپنی بے شرمی کے جھاگ اچھالتی ہیں۔ یہ وہ آوارہ گرد ستارے ہیں جن کے لئے ابد تک بے حد تاریکی ہے۔"

ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدمؑ سے ساتویں پشت میں تھا یہ پیشن گوئی کی تھی کہ:

"دیکھو! خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا تاکہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی اور ان سب کاموں کے سبب جو انہوں نے بے دینی سے کئے ہیں، ان سب سخت باتوں کے سبب جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں قصوروار ٹھہرائے۔"

(انجیل۔ یہودہ۔ ۱۱، ۱۴)

"اور ذکر کر کتاب میں ادریسؑ کا، وہ تھا سچا نبی اور ہم نے اٹھالیا اس کو ایک اونچے مکان۔"

(سورۃ مریم۔ ۵۷، ۵۶)

"اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھالیا۔"

(کتاب پیدائش، باب ۵: آیت ۲۴، ۲۳)

بائبل میں اس قدر بیان ہے کہ وہ غائب ہو گئے کیونکہ خدا نے انہیں اٹھالیا، مگر تلموذ میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے جس کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ حنوک ایک بگولے میں شین رتھ اور گھوڑوں سمیت آسمان پر چڑھ گئے۔

حنوک کی انگوٹھی:

ان کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی:

"اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ صبر فتح مندی کی علامت ہے۔

کمر سے باندھنے والے پٹکے پر تحریر تھا:

"حقیقی عیدیں اللہ تعالیٰ کے فرائض کی حفاظت میں مخفی ہیں اور دین کا کمال شریعت سے وابستہ ہے اور مروت میں کمال دین کی تکمیل ہے۔"

نماز جنازہ کے وقت ایک پٹکہ باندھتے تھے اس پر یہ جملے تحریر تھے:

"سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی کرتا ہے اللہ کے سامنے انسان کے شفیع اس کے نیک اعمال ہیں۔"

حکمت:

حضرت ادریسؑ کی بیان کردہ حکمت اور ان کے علوم پر تفکر کیا جائے تو منکشف ہوتا ہے کہ اللہ کی تفویض کردہ امانت صرف انسان کے پاس ہے امانت، خلافت و نیابت کے علوم اور تسخیر کائنات کے فارمولے ہیں، ان فارمولوں سے انسان کے اندر تخلیقی صلاحیتیں بیدار ہو گئی ہیں۔ آدم زاد ان صلاحیتوں کے ذریعے نفع اور نقصان کے دونوں کام کر سکتا ہے۔ طرز فکر اگر صحیح ہے اور انبیائے کرام اور ان کے وارث اولیاء اللہ سے ہم آہنگ ہے تو جو بھی عمل صادر ہوتا ہے یا جو بھی نئی تخلیق سامنے آتی ہے وہ مخلوق کے لئے سکون، آرام، راحت اور خوشی کا باعث ہوتی ہے اور طرز فکر اگر محدود ہے ذاتی منفعت اور انفرادی اغراض کے خول میں بند ہے تو تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال کسی بھی طرح اجتماعی طور پر یا انفرادی حیثیت سے نوع انسانی کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔ انبیاء کرام کی طرز فکر میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ ہمارا مالک و مختار اللہ ہے۔ ہر شئے سے دوسری شئے کا رشتہ اللہ کی معرفت قائم ہے، انبیاء کرام کی سوچ لا محدود ہوتی ہے۔ اللہ کے فرستادہ بندوں کی طرز فکر سے جو تخلیقات ظہور میں آتی ہیں ان سے مخلوق کو فائدہ ہوتا ہے، انبیاء کرام مظاہر کے پس پردہ کام کرنے والی حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں، حقیقت میں انتشار نہیں ہوتا، حقیقت کے اوپر غم اور خوف کے سائے نہیں منڈلاتے، حقیقی دنیا سے متعارف بندے ہمیشہ پر سکون رہتے ہیں۔ حقیقی علوم سے واقف برگزیدہ ہستیوں کے بتائے گئے سسٹم پر عمل کرنے سے نوع انسانی کو سکون ملتا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں، غیب پر یقین رکھنے سے مراد غیب کا مشاہدہ ہے، یقین کی تکمیل مشاہدہ کے بغیر نہیں ہوتی۔"

زمین ہماری ماں ہے:

زمین ایک قاعدہ اور ضابطہ کے تحت ہمیں رزق فراہم کر رہی ہے ہم مکان بناتے ہیں تو زمین ہمیں مکان بنانے سے منع نہیں کرتی، زمین اتنی سنگلاخ اور سخت جان نہیں بن جاتی کہ ہم اس میں کھیتیاں نہ اگا سکیں، اتنی نرم نہیں بن جاتی کہ ہم زمین کے اوپر چلیں تو ہمارے پیر دھنس جائیں، سورج اور چاند ہماری خدمت گذاری میں مصروف ہیں، باقاعدہ اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں، چاند کی چاندنی سے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور سورج کی گرمی سے میوے پکتے ہیں الغرض کائنات کی ہر جز اپنا اپنا کردار ادا کر رہی ہے اور اس عمل سے ہمیں اختیاری اور غیر اختیاری فائدہ پہنچ رہا ہے۔ یہ ایک تسخیری عمل ہے جو سب کے لئے یکساں ہے۔

تسخیر کائنات:

اصل تسخیر یہ ہے کہ آدمی اپنے ارادے کے تحت سمندر سے دریاؤں سے، پہاڑوں سے، چاند سے، زمین سے، سورج سے اور دیگر اجزائے کائنات سے استفادہ کرے اور اس سے بھی اعلیٰ تسخیر یہ ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انگلی سے اشارہ کر دیں اور چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ حضرت عمر فاروق دریائے نیل کو پیغام بھیج دیں کہ:

''اگر تو اللہ کے حکم سے چل رہا ہے تو سرکشی سے باز آجا ورنہ عمر کا کوڑا تیرے لئے کافی ہے۔''

اور پھر دریائے نیل کی روانی میں کبھی تعطل نہ ہو۔ ایک شخص نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی:

''یاامیر المومنین! میں زمین پر محنت کرتا ہوں، بیج ڈالتا ہوں اور جو کچھ زمین کی ضروریات ہیں انہیں پورا کرتا ہوں لیکن بیج سوکھ جاتا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا! میرا اس طرف سے گزر ہو تو بتانا۔ حضرت عمرؓ جب ادھر سے گزرے تو ان صاحب نے زمین کی نشاندہی کی۔

حضرت عمرؓ تشریف لے گئے اور زمین پر کوڑا مار کر فرمایا کہ: ''تو اللہ کے بندے کی محنت کو ضائع کرتی ہے جبکہ وہ تیری ساری ضروریات کو پوری کرتا ہے۔'' اس کے بعد زمین لہلہاتے کھیت میں تبدیل ہو گئی۔ یہ ساری کائنات اللہ نے انسان کے لئے تخلیق کی ہے، کائنات کے تمام اجزاء بشمول انسان اور انسان کے اندر کام کرنے والی تمام صلاحیتیں ایک مرکزیت پر قائم ہیں۔ روحانی علوم کی روشنی میں انسان کے اندر اللہ کی عطا کردہ گیارہ ہزار صلاحیتیں ہیں، ہر صلاحیت ایک علم ہے اور یہ علم شاخ در شاخ لا محدود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا نام سخابنتِ انوش تھا۔ حضرت نوحؑ کا وطن موجودہ عراق تھا۔ پہلے زمانے میں اس کو کالڈیا(Chaldea)یاکلدانیہ کہتے تھے۔

پانچ بت:

حضرت نوحؑ کی قوم ان کو ناپسند کرتی تھی اور ان سے بغض وعناد رکھتی تھی۔لوگ ان سے متنفر اور ناراض تھے ان کی قوم نے قوی البحثہ پانچ مختلف بت بنائے ہوئے تھے۔ تحقیق کے مطابق پہلے بت کا نام ''ود'' تھا اور اس بت کی شکل دراز قد مرد کی تھی، دوسرے کا نام ''سواع'' تھا اور اس کی شکل وشباہت عورت کی تھی۔ تیسرے کا نام ''یعوق'' تھا اور یہ گھوڑے کی شکل کا تھا، چوتھے کا نام ''یغوث'' تھا اور اس کی شکل شیر جیسی تھی، جبکہ پانچواں بت گدھ کی شکل کا تھا اور اس کا نام ''نسر'' تھا۔

حضرت نوحؑ کی بعثت سے پہلے قوم توحید سے یکسر ناآشنا ہو چکی تھی اور اللہ کی جگہ خود ساختہ بت بٹھا دیئے گئے تھے، غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی ان کا شعار بن گیا تھا۔ بالآخر رشد وہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی ایک سچے رسول حضرت نوحؑ کو مبعوث کیا گیا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو پکارا اور سچے مذہب کی دعوت دی لیکن قوم نے ان کی بات نہیں سنی اور نفرت اور حقارت کے ساتھ انکار کر دیا۔ امراء اور رؤسا نے تکذیب وتحقیر کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا، دولت کے پجاری اور دنیا پرست لوگوں نے ہر قسم کی تذلیل اور توہین کر کے حضرت نوحؑ پر الزام تراشی کی، وہ کہتے تھے کہ نوح کو ہم پر نہ دولت وثروت میں برتری حاصل ہے اور نہ وہ انسانیت کے رتبہ سے بلند کوئی فرشتہ ہے، پھر یہ ہمارا پیشوا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور ہم اس کے احکام کی تکمیل کیوں کریں۔

حضرت نوحؑ قوم کے رویے سے دل برداشتہ نہیں ہوئے اور لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کی تعلیم دیتے رہے۔ حضرت نوحؑ جب ان کے جھوٹے خداؤں کو جھٹلاتے تھے اور واحد ویکتا ذات اللہ سے رجوع کرنے کی تلقین کرتے تو لوگ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر پوری قوت سے چلانے لگتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ

''جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے تم ان کا انکار کرتے ہو، ہمارے اجداد کے دین کی تحقیر کرتے ہو اور ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو جبکہ ہمارے حالات تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔''

وہ جب غریب اور کمزور لوگوں کو حضرت نوحؑ کا پیروکار دیکھتے تو کہتے:

''ہم ان کی طرح نہیں کہ جو تیرے تابع ہو جائیں اور تجھ کو اپنا مقصد مان لیں۔''

وہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ کمزور اور پست ہیں، اندھے مقلد ہیں نہ ان کی کوئی رائے ہے اور نہ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اگر وہ کبھی حضرت نوحؑ کی بات سنتے تو اصرار کرتے تھے کہ:

''پہلے پست اور غریب لوگوں کو اپنی جماعت سے نکال دیں ہمیں ان سے گھن آتی ہے، ہم ان کے ساتھ ایک جگہ پر نہیں بیٹھ سکتے۔''

نادار کمزور لوگ:

حضرت نوحؑ نے ان سے کہا:

''اگر میں تمہاری یہ خواہش پوری کرنے کا صرف ارادہ بھی کر لوں تو میرے لئے عذاب سے بچنے کی کوئی جائے پناہ نہیں، اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے سب اللہ کے بندے ہیں، اللہ غرور اور تکبر کو پسند نہیں کرتا، اخلاق اور عاجزی اللہ کے لئے پسندیدہ عمل ہیں، میں تمہارے پاس ہدایت لے کر آیا ہوں، میں اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر اور رسول ہوں، اللہ کی وحدانیت کی تبلیغ میرا نصب العین ہے، سرمایہ دارانہ نظام ہمارا اپنا بنایا ہوا ہے، دین کا اس سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی انسانوں کی ہدایت کے لئے کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا ہے، یہ کمزور اور نادار لوگ جو اللہ تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں تمہاری نگاہ میں اس لئے حقیر ہیں کہ ان کے پاس دولت کے انبار نہیں ہیں۔ تم پر واضح ہو جانا چاہئے کہ دین اور دنیا کی سعادت ظاہری دولت و حشمت کے تابع نہیں ہے۔ سعید لوگ وہ ہیں جنہیں خلوص نیت اور عمل خیر کی توفیق حاصل ہے سکون ہے۔ قلب، طمانیت نفس اور رضائے الٰہی ان کا مقدر ہے۔''

فاسق قوم کے افراد آپ کی مجلس میں زبردستی داخل ہو جاتے اور محفل کو تہس نہس کر کے شرکاء کو پریشان کرتے تھے، ہر طریقہ استعمال کر کے حضرت نوحؑ کو تبلیغ دین سے روک دینا چاہتے تھے۔

''بولے! اگر تو نہ چھوڑے گا اے نوح! تو سنگسار ہوگا۔''

(سورۃ الشعراء۔۱۱۶)

''پھر جھوٹا کہا ہمارے بندے کو اور کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔''

(سورۃ القمر۔۹)

بے وفا بیوی:

اذیت دینے کی مہم میں آپ کی زوجہ مشرکین کی ہمنوا بن گئی تھی۔

''تب بولے سردار جو منکر تھے اس کی قوم کے، یہ کیا ہے؟ ایک آدمی ہے جیسے تم چاہتے ہو کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا ہے تو اتارتا فرشتے ہم نے یہ نہیں سنا اپنے اگلے باپ دادوں سے اور کچھ نہیں کہ یہ ایک مرد ہے کہ اس کو سودا ہے۔''

(سورۃ المومنون۔۲۴۔۲۵)

حضرت نوحؑ نے ان سے بارہا کہا:

''مجھے تمہارے مال کی خواہش نہیں ہے، نہ ہی مجھے جاہ و منصب کی تمنا ہے میں اجرت کا طلبگار نہیں ہوں، میرے لئے اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے اور وہی بہترین قدردان ہے۔''

حضرت نوحؑ نے قوم کی اصلاح کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں مگر قوم نے انکار اور کفر کی روش کو ترک نہیں کیا، جس قدر حضرت نوحؑ نے تبلیغ حق کی اسی قدر قوم نے بغض و عناد کا اظہار کیا اور ایذارسانی اور تکلیف دہی کا ہر طریقہ استعمال کیا۔ گمراہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے۔

''اور انہوں نے کہا! ہرگز اپنے معبود کو نہ چھوڑو اور نہ چھوڑو 'ود' کو اور نہ 'سواع' کو اور نہ 'یغوث' کو اور نہ 'یعوق' کو اور نہ 'نسر' کو۔''

(سورۃ ہود۔۲۳)

انہوں نے حضرت نوحؑ سے کہا:

''تو ہم سے جھگڑا اور بہت جھگڑ چکا اور لے آ، جو وعدہ دیتا ہے ہم کو اگر تو سچا ہے۔''

(سورۃ ہود۔۳۲)

حضرت نوحؑ نے ان سے کہا:

''عذاب الٰہی میرے قبضے میں نہیں ہے وہ تو اس کے قبضے میں ہے جس نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، وہ چاہے گا تو سب کچھ ہو جائے گا۔''

''لائے گا تو اس کو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم اس کو تھکا دینے والے نہیں ہو۔''

(سورۃ ہود۔۳۳)

ساڑھے نو سو سال:

حضرت نوحؑ جب قوم کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے، عناد ہٹ دھرمی اور باطل کشی نے انہیں بالکل ڈھانپ لیا تو حضرت نوحؑ ملول خاطر اور رنجیدہ ہوئے۔

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی جس کے نتیجے میں صرف چالیس افراد ایمان لائے۔ (بعض روایات میں ایمان لانے والوں کی تعداد ۸۰ بتائی گئی ہے۔) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو تسلی دی اور فرمایا:

''جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے اعمال پر رنجیدہ ہونا بیکار ہے۔ آپ نے اپنا کام پورا کر دیا جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آئے۔''

حضرت نوحؑ کو جب معلوم ہو گیا کہ ان کی کوشش میں کوتاہی نہیں ہے بلکہ خود نہ ماننے والوں کا قصور ہے اور ان کی اپنی سرکشی کا نتیجہ ہے تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

''اے پروردگار! تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ اگر تو نہیں چھوڑے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان پیدا ہو گی، اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو اور گنہگاروں پر یہی بڑھتا رکھ برباد ہونا۔''

(سورۃ نوح۔۲۸)

نوح کی کشتی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول کی اور حضرت نوحؑ کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تا کہ مومنین اس عذاب سے محفوظ رہیں جو اللہ کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے، حضرت نوحؑ نے لکڑی کے تختوں سے کشتی بنانا شروع کر دی، انجیل کی روایت کے مطابق کشتی تین سو کیوبٹ لمبی، پچاس کیوبٹ چوڑی اور تیس کیوبٹ اونچی تھی۔ کیوبٹ کیا ہے؟ یعنی کس قسم کی پیائش

ہے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، بہر حال محققین نے لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے درمیان جو نسبت بتائی ہے اس کو فٹ میں تبدیل کرنے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ کشی کی لمبائی ۴۵۰ فٹ، چوڑائی ۷۵ فٹ اور اونچائی ۳۰ فٹ تھی۔

انجیل کے بعض قدیم نسخوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کناروں سے کشتی جھکاؤ لیتے ہوئے بتدریج اوپر کی طرف اٹھائی گئی تھی یہاں تک کہ دونوں کنارے ۳۰ فٹ اوپر جا کر اس طرح ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے کہ اوپر محض ایک کیوبٹ جگہ باقی بچی تھی۔

کشتی کا فرش مستطیل تھا یعنی ۷۵ فٹ چوڑا اور ۴۵۰ فٹ لمبا، کشتی کئی منزلہ تھی جدید دور کے ماہرین جہاز سازی کا خیال ہے کہ یہ کشتی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کی ایک بہترین مثال تھی کشتی کو ہوا، طوفانی پانی، بارش، کیچڑ اور مٹی میں پھنسنے سے محفوظ رکھنے کے لئے اس سے بہتر پیمائش ممکن نہیں تھی۔ اس پیمائش سے بنائی گئی کشتی کیسی ہو گی؟ اس کی مثال ۱۸۴۲ میں ایک شخص I.K.Bruvel نے گریٹ بریٹن نامی ایک جہاز بنایا تھا جو کشتی نوح کی پیمائش رکھتا تھا۔ جس نے سینکڑوں کامیاب سمندری سفر کئے اور بے شمار سمندری طوفانوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کیا۔ آج بھی بڑے بڑے آئل ٹینکر اسی طریقہ پر بنائے جا رہے ہیں۔

سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۴۱ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس سے پہلے انسان اس بات سے واقف نہ تھا کہ دریاؤں اور سمندروں کو کس طرح عبور کیا جائے۔ حضرت نوحؑ کے دور میں تیار کی جانے والی یہ کشتی نوع انسانی کی پہلی کشتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو یہ علم عطا کیا اور آپ نے آج سے ہزاروں سال قبل جو کشتی تیار کی وہ ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا شاہکار تھی ایسی اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی جو آج بھی کار آمد ہے اور یہ فن نوع انسانی کی اگلی نسلوں کو منتقل ہوتا رہا آج بھی موجود ہے اور آئندہ بھی منتقل ہوتا رہے گا۔

حضرت نوحؑ کو کشتی کی تیاری میں مصروف دیکھ کر کفار نے تمسخر اڑایا، جب کبھی ان کا ادھر سے گذر ہوتا تو وہ آوازیں کستے اور غرور و تکبر سے گستاخی کے مرتکب ہوتے، آخر سفینۂ نوح تیار ہو گیا، اللہ کے عذاب کا وقت قریب آیا تو حضرت نوحؑ نے پہلی علامت یہ دیکھی کہ پانی ابلنا شروع ہو گیا ہے۔

حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اپنے ماننے والوں کے ہمراہ کشتی میں سوار ہو جائیں اور ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیں۔ جب وحی الٰہی کی تعمیل ہو گئی تو حکم ہوا:

''اے پانی! برسنا شروع ہو جا۔''

اور زمین کے چشموں کو حکم دیا گیا کہ:

"وہ پوری طرح ابل پڑیں۔"

بادو باراں کے اس عظیم طوفان میں کشتی بحفاظت تیرتی رہی، طوفانی ہواؤں اور بارش کا سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا یہاں تک کہ تمام منکرین توحید غرق آب ہو گئے اور "مکافات عمل" کے قانون کے مطابق اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

نوحؑ کا بیٹا:

حضرت نوحؑ نے طوفانی عذاب کے وقت اپنے بیٹے "یام" کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل ہی میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو بہترین حاکموں میں سے ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے نوح! یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے یہ بدکردار ہے پس تجھ کو ایسا سوال نہ کرنا چاہئے جس کے بارے میں تجھ کو علم نہ ہو، میں بلاشبہ تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو نادانوں میں سے نہ بن۔"

حضرت نوحؑ نے عرض کیا:

"اے رب! بلاتردد میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے سوال کروں اس بارے میں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو اور اگر تو نے معاف نہیں کیا اور رحم نہیں کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں ہونگا۔"

حکم الٰہی ہوا:

"اے نوحؑ ہماری جانب سے تو اور تیرے ہمراہی ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر اترو۔"

(سورۃ ہود۔۴۵،۴۸)

اللہ کے کلام سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فلاح اور بھلائی کے حصول اور عذاب الٰہی سے نجات کا تعلق نسل و خاندان سے ہے اور نہ دولت و منصب سے اس کا کوئی واسطہ ہے بلکہ اس کا تعلق "ایمان اور یقین" سے ہے۔

شفقت پدری کے تحت آخری وقت پر حضرت نوحؑ نے بیٹے کو ایمان لانے کی دعوت دی لیکن اس نافرمان نے جواب دیا:

"میں لگ رہوں گا کسی پہاڑ کو، کہ بچالے گا مجھ کو پانی سے۔"

حضرت نوحؑ نے کہا:

''آج کوئی بچانے والا نہیں ہے صرف وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو جائے اس دوران ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ایک ہو گیا۔''

(سورۃ ہود۔۴۳)

چالیس دن بارش برستی رہی

پانی بڑھتا چلا گیا اور ہر شئے غرق ہو گئی۔ ۴۰ دن تک پانی برستا رہا، زمین سے پانی ابلتا رہا اور کشتی کم و بیش ساڑھے چھ ماہ تک پانی پر تیرتی رہی، اس کے بعد حکم الٰہی سے عذاب ختم ہوا تو سفینۂ نوح ''جودی'' پہاڑ پر جا کر ٹھہر گیا۔ اور پانی زمین پر چڑھتا ہی گیا اور بہت بڑھا اور کشتی پانی کے اوپر تیرتی رہی اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا۔

''اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا اور پانی بڑھا اور اس نے کشتی کو اوپر اٹھا دیا، سو کشتی زمین پر سے اور سب اونچے پہاڑ جو دنیا میں ہیں چھپ گئے پانی ان سے پندرہ ہاتھ اور اوپر چڑھا اور پہاڑ ڈوب گئے اور سب جانور جو زمین پر چلتے تھے، پرندے اور چوپائے اور جنگلی جانور اور زمین کے سب رینگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے۔''

(کتاب مقدس۔ باب پیدائش: ۷ا تا ۲۱)

توراۃ میں جودی کو ''اراراط'' کے پہاڑوں میں بتایا گیا ہے۔ اراراط اس علاقہ کا نام ہے جو فرات اور دجلہ کے درمیان 'دیار بکر' سے بغداد تک مسلسل چلا گیا ہے، پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہو گیا اور کشتی کے مسافروں نے امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی زمین پر قدم رکھا۔ کشتی کے مسافروں کے علاوہ روئے زمین پر سے ہر جاندار چیز نابود ہو چکی تھی اور زمین کو دوبارہ آباد کرنے والے بس یہی لوگ تھے جو طوفان سے بچا لئے گئے تھے۔

ابوالبشر ثانی:

اسی بناء پر حضرت نوحؑ کا لقب ''ابوالبشر ثانی'' یا ''آدم ثانی'' مشہور ہوا۔ حدیث شریف میں حضرت نوحؑ کو ''اول الرسل'' کہا گیا ہے۔

یونان، مصر، ہندوستان اور چین کے قدیم لٹریچر کے علاوہ برما، ملایا، جزائر شرق الہند، آسٹریلیا، نیوگنی، امریکہ اور یورپ کے مختلف حصوں میں ایسی روایات تسلسل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور اب بھی بیان کی جاتی ہیں جن میں سیلاب کے بعد ہر ساٹھ سال کا ایک سال مان کر ان سالوں سے اپنے تمام عوامی اور ذاتی واقعات کی مدت شمار کی جاتی ہے۔

ہندوؤں کے نزدیک سیلاب نوح کا زمانہ ایسا واقعہ ہے جس کو وہ یاد گار سمجھتے ہیں اور اس کو ''جل پریان'' کہتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں خلیج فارس کے قریب ''ار''(Ur) کے قدیم شہر کی کھدائی کے دوران بہت گہرائی میں دس فٹ موٹی تہہ کی مٹی ملی تھی معائنہ کے بعد کھدائی کی نگرانی کرنے والے سائنسدانوں نے اعلان کیا کہ:

''قرب و جوار کی زمین کے سائنسی تجزیہ سے یہ ثابت ہوا کہ مٹی کی یہ تہہ ایک زبردست طوفان کی باقی ماندہ تلچھٹ (Residue) ہے۔ جنوبی میسوپوٹامیا کے دریا کی وادیوں میں ہر جگہ ایسی ہی مٹی کی تہیں دریافت ہوئی ہیں۔''

پچھلی صدی کے سائنسدانوں کا خیال تھا کہ پانی اچانک چڑھا تھا اور یہ کہ بلند سے بلند تر پہاڑ کی چوٹی بھی پانی میں ڈوب گئی تھی۔ ہمالیہ، انڈیز، الپس اور امریکہ کے سلسلہ کوہ راکیز پر جو پانی کے نشان آج بھی موجود ہیں اور وہ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ پانی اچانک ہی چڑھا تھا، دریائی جانوروں کے ڈھانچے اور ڈھانچوں کے نشانات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ماہرین بتاتے ہیں کہ جو مردہ جانور سالم حالت میں پائے گئے ہیں ان میں تکلیف اور کرب نمایاں ہے اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ان پر کسی گوشت خور جانور نے حملہ کیا تھا یا ان کا گوشت جسم سے الگ ہوا ہو، ان کی سب سے زیادہ واضح مثال سائبیریا سے نکلے ہوئے ایک ایسے سالم جانور کی ہے جس کا جسم کھال اور بال سمیت برف میں بالکل محفوظ حالت میں ملا ہے۔ یہ جانور بے حد جسیم ہے اور ان جانوروں میں سے ہے جن کا وجود چند ہزار سال پہلے تک تھا اور اب ناپید ہے۔ اس کی آنکھیں جسم کی کھال اور بال اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ اس کی موت اچانک کسی حادثے سے ہوئی ہے، اس کے منہ میں وہ گھاس جو حادثہ سے پہلے کھانے کے لئے اکھاڑ چکا تھا اور وہ گھاس جو اس کے پیٹ سے نکلی حیرت انگیز طور پر اس قسم کی گھاس میں سے ایک ہے جو گرم علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

کشتی کی ایک روایت ساری دنیا کے باسیوں میں بے حد مشترک ہے زیادہ تر مذہبی کتابیں بھی ایک کشتی کا تذکرہ کرتی ہیں جس کے ذریعے بچ جانے والوں نے نسل انسانی کو باقی رکھا اور ان روایات کا کھوج لگانے اور ان کی اصلیت تک پہنچنے کے دوران سائنسدانوں کو جن دیگر باتوں کا پتہ چلا ہے وہ حیرت انگیز انکشاف ہے اس انکشاف سے انسانی عظمت کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔

عظیم طوفان

طوفان نوح ایک عظیم طوفان تھا جس نے دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ تہذیب کو اس حد تک نیست و نابود کر دیا تھا کہ عظمت کے کچھ نشانات اتفاق سے سامنے آ جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی جو ایک طویل مدت تک طوفانی تھپیڑوں کا مقابلہ کرتی رہی آخر کس طرح تیار کی گئی تھی کہ اس کے اوپر نہ پانی کا اثر ہوا، نہ پہاڑی چٹانوں کے ٹکرانے سے کشتی کو کچھ نقصان پہنچا اور نہ اس کی بناوٹ میں ایسی خامیاں ظاہر ہوئیں جو اس کی تباہی کا باعث بنتیں اور کشتی میں سوار سب محفوظ رہے۔ ان میں نہ بیماری پھیلی اور نہ ہی مختلف ذہن کے لوگوں نے ایک دوسرے کو نقصان پہنچایا۔

صائبین

کتاب توراۃ کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کی عمر ۶۰۰ سال تھی اور طوفان کے بعد وہ مزید تین سو سال تک زندہ رہے لیکن اس بارے میں کچھ پتا نہیں کہ یہ طویل عرصہ انہوں نے کہاں گذارا؟

مسلم اکابرین بتاتے ہیں کہ قرآن حکیم میں صائبین کا لفظ حضرت نوحؑ کی امت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صائبین کو آرئین نسل مانتے ہیں۔ سنگھ اگروال آرئین قوم سے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''آرئین جن کو ہدوستان میں ''فادر منو'' لے کر آئے، بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔''

ہندو مذہب کی کتابوں میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ:

''ویشنو (خدا) نے ایک پُر یقین پجاری کو بتایا کہ سات دن میں ایک طوفان آئے گا جو ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دے گا جو میری توہین کرتے ہیں تم ایک کشتی میں سات رشیوں کے ساتھ بیٹھ جانا اور ہر طرح کے حیوانات کو بھی بٹھا لینا۔''

صحیفۂ وید

محققین کے مطابق صحیفۂ وید حضرت نوحؑ پر نازل ہوا۔ وید چار کتابوں پر مشتمل ہے۔ ''رگ وید''، ''سام وید''، ''انو وید''، ''یجر وید''۔

وید میں ایسی کئی آیات ہیں جن میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔ وید میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہیں ''نرا شس'' (بہت تعریف کیا گیا) اور کہیں ''اگنی'' (حقیقت احمدی) کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔

’’لوگوں سنو! نرا شنس (محمد) کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا۔ اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے اپنی پناہ میں لیں گے، اس کی سواری اونٹ ہوگی، جس کے ساتھ تیس مادہ اونٹنیاں ہونگی جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی اور اس عظیم ہستی کو ۱۰۰ دینار، ۱۰ مالائیں، ۳۰۰ گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئی ہیں۔‘‘

(اتھروید۔ گنڈا ۲۰۔ سکت ۱۲۷)

’’اے اگنی (محمد)! منو (نوح) آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔‘‘

(وید)

’’اے محبوب نرا شنس (محمد)! میٹھی زبان والے، قربانیاں دینے والے، میں آپ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔‘‘

(وید)

’’لوگوں سنو! نرا شنس (محمد) کی لوگوں کے درمیان بہت تعریف کی جائے گی۔‘‘

(وید)

’’اے اگنی (محمد)! ہم آپ کو منو (نوح) ہی کی طرح مذہبی پیشوا، داعی، مذہبی علوم سکھانے والا اور انتہائی عقلمند جانتے ہیں۔‘‘

(وید)

’’قرآنی علوم کے تیسرے حصے تاریخ‘‘ سے تعلق رکھنے والے اس واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ آج سے ہزار سال قبل ایک قوم نے اللہ کی نافرمانی پر اصرار کیا اور اس کے بھیجے ہوئے ہادی حضرت نوحؑ کے پیغام کو جھٹلایا اور جب حق بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ کا قانون حرکت میں آگیا اور سرکشوں اور نافرمانوں کو طوفانِ باد و باراں نے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

زمین کے طبقات

اس واقعہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ:

اس قدر پر ہیبت طوفان کے باوجود کہ جس نے زمین کے طبقات کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا اور کرہ ارض پر جغرافیائی تبدیلیاں رونما ہو گئیں ایک جماعت تباہی سے محفوظ رہی وجہ یہ تھی کہ حضرت نوحؑ اور ان کے حواریوں پر مشتمل یہ مختصر جماعت ایمان کی دولت سے مالا مال تھی۔

جوہری توانائی، خلائی سفر، چاند پر انسان کا پہنچنا، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، اور روز مرہ کی نت نئی سائنسی دریافتوں کی بنا پر آج کا انسان یہ خیال کرنے لگا ہے کہ وہ ترقی کی معراج پر پہنچ چکا ہے اور اس لحاظ سے آج کے دور کو عظیم دور تصور کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی آج کا دور عظیم ہے؟ اور آج جو ترقی ہے کیا اس سے پہلے اتنی ترقی کبھی نہیں ہوئی؟

زر پرستی کا جال

دو صدیوں سے سائنسدان یہ ثابت کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں کہ انسان لاکھوں سال سے ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور آج کا انسان جسے مخلوق میں ''افضل'' ہونے کا شرف حاصل ہے کبھی زمین پر محض رینگنے والا کیڑا یا درختوں پر چھلانگیں لگانے والا بندر تھا۔ یہ سب کچھ مفروضوں پر مبنی ہے کیونکہ انسان کے پاس تقریباً پانچ ہزار سال تک کا ریکارڈ موجود ہے، جس کو تاریخ انسانی کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ آج کا انسان جس ترقی کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے وہ مفروضے کے علاوہ کچھ نہیں ہے وقت بہت کم رہ گیا ہے ترقی کا فسوں ختم ہو جائے گا، ایسے شواہد سامنے آ جائیں گے جن سے انسان حقیقت کا ادراک کر لے گا اور وہ جان لے گا کہ موجودہ ترقی زر پرستوں کا بچھایا ہوا ایک جال ہے۔

حکمت

قرآن کریم میں مذکور حضرت نوحؑ کا قصہ ہمیں تفکر کی دعوت دیتا ہے کہ:

*اللہ قادر مطلق ہے وہ جسے چاہے عزت و شرف سے نواز دے اور جسے چاہے ذلیل و خوار کر دے۔

*اللہ عجز و انکساری اور اطاعت پسند فرماتا ہے جب کہ تکبر، غرور اور نافرمانی اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اعمال ہیں۔ ناپسندیدہ اعمال جب حد سے بڑھ جاتے ہیں تو قانون قدرت حرکت میں آ کر نافرمانوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

*ہر انسان اپنے عمل کا خود جواب دہ ہے اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوا اور علاج نہیں بن سکتی اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کا بدل ہو سکتی ہے۔

*اللہ پر بھروسہ اور توکل کا مطلب یہ نہیں کہ عمل کی راہیں ترک کر دی جائیں، توکل کی صحیح تعریف یہ ہے کہ عملی جدوجہد میں کوتاہی نہ کی جائے اور مقدور بھر کوششوں کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ طوفان سے بچاؤ کے لئے کشتی کی تیاری عملی جدوجہد کی حقیقی مثال ہے۔

*کفران نعمت اور ناشکری اتنی بڑی جہالت ہے کہ اس کے نتیجے میں اسرار الٰہی ہمیشہ پردے میں رہتے ہیں اور ناشکری قوم گمراہ ہو کر حق و معرفت کی راہوں کو چھوڑ دیتی ہے، کبر اور سرکشی اسے تباہی کے دہانے پر لے آتی ہے اور وہ دردناک عذاب سے دوچار ہو کر عبرت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

*نظام کائنات کا ایک جز پانی ہے ہر قسم کی زندگی کو قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، پانی جس طرح اپنے اندر حیات کی صفات رکھتا ہے اسی طرح ہلاکت و بربادی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس وقت نوع انسانی نے دین فطرت سے منہ موڑ کر صرف مادی وسائل سے رشتہ جوڑ لیا ہے، حالت یہ ہے کہ اس طرز عمل سے دنیا ایک بار پھر تباہی کے دھانے پر پہنچ گئی ہے۔

نوع انسانی نے اگر سوچ بچار سے کام نہ لیا، قوم نوح کی طرح سرکشی جاری رکھی اور افعال و کردار سے توحیدی راستہ اختیار نہ کیا تو وہ دن دور نہیں جب سمندر کی حد بندی ٹوٹ جائے گی، زمین میں سے چشمے ابل پڑیں گے، آسمانوں سے پانی برستا رہے گا، زمین زیر آب آجائے گی اور بلند و بالا پہاڑ پانی میں ڈوب جائیں گے، عمارات، محلات اور زمین پر موجود رونقیں ختم ہو جائیں گی۔

’’کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے نظام پر کبھی غور نہیں کیا؟ اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟ اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کو زندہ رہنے کی جو مہلت دی گئی ہے اس کے پورے ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔‘‘

(سورۃ اعراف۔ ۱۸۵)

سمندر میں مد و جزر سورج اور چاند کی کشش سے پیدا ہوتے ہیں۔ بلیک ہولز (Black Holes) اتنی زیادہ کشش رکھتے ہیں کہ وہ روشنی کو بھی اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ خیال ہے کہ اگر کوئی بلیک ہول ہماری زمین کے نزدیک سے گزرے تو اپنی انتہائی کشش کی وجہ سے زمین میں موجود لاوا (Megma) میں ایک کشش پیدا کرے گا جس کی وجہ سے زمین کے بلیک ہولز کے سامنے والے حصے میں ابھار پیدا ہو گا اور ایک کرّے کی شکل میں جو حصے سمندر میں ہیں وہاں خشکی ظاہر ہو جائے گی اور کرّے کے آس پاس کے حصوں کی زمین اندر کو دھنس جائے گی اور خشکی کی جگہ سمندر آجائے گا اور سمندر میں مد و جزر کی کیفیت ایسی ہو گی جیسے پانی کے پہاڑ ادھر سے اُدھر ہو رہے ہوں، زمین پر سیلاب کی وجہ سے شدید تباہی آجائے گی، آبادی غرق آب ہو جائے گی، دیو ہیکل مشینوں کا نام و نشان تک نہیں رہے گا۔

اٹلی کے ساحل کے نزدیک بحیرہ روم کے خطے Atlanta میں ڈوبے ہوئے ایک براعظم کے آثار ملے ہیں یہاں کے لوگ صنعت و حرفت میں بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے۔

ہندوؤں کی کہانیوں میں بھی ایسے تذکرے ملتے ہیں کہ کسی زمانے میں وہاں کے لوگ بہت ترقی یافتہ تھے، اسلحہ سازی کی صنعت میں انہیں کمال درجہ عروج حاصل تھا وہ لوگ جنگوں میں ہوائی جہاز، راکٹ لانچر اور ایٹم بم استعمال کرتے تھے، ان کے پاس ایسے ہتھیار تھے کہ بم زمین پر پھٹنے کے بجائے خلاء میں قائم ہو کر گھومتے تھے اور ان میں سے آگ نکلتی تھی جب یہ آگ زمین پر گرتی تھی تو زمین کے ذرات پگھل جاتے تھے اور زمین تانبہ (Copper) کی طرح بن جاتی تھی۔

برف پگھل رہی ہے

ماحولیات کے سائنسدانوں نے قطبین پر سے برف کے نمونہ لے کر اس کا تجزیہ کیا ہے انہوں نے کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائیٹروجن اور آکسیجن کے مرکبات اور سلفر و آکسیجن سے بننے والی گیسوں کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار نمونے اکٹھے کئے ہیں۔ ان کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ہر دس ہزار سال بعد ہوا میں ان گیسوں کی مقدار اپنی انتہا کو پہنچ کر اچانک نیچے گر جاتی ہے اور یہ سائیکل ہر دس ہزار سال بعد دہرایا جاتا ہے۔

یہ گیسیں زیادہ تر صنعت میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے فضاء میں بڑھ جاتی ہیں، جب صنعتی ترقی صفر تھی یا دوسرے لفظوں میں جب انسان Stone Age میں تھا اور کوئی صنعتی ترقی نہیں تھی ان گیسوں کا اخراج کم سے کم لیول پر تھا، جوں جوں دنیا میں صنعت نے ترقی کی ان گیسوں کا ہوا میں تناسب بڑھتا گیا۔

سائنسدان ہر دس ہزار سال میں اس اچانک تبدیلی کی وجہ Ice Age کے آثار کو بتاتے ہیں۔ سائنسدانوں کے خیال کے مطابق ہر دس ہزار سال کے بعد زمین پر ایسا زمانہ آتا ہے جس کو ہم ''آئس ایج'' کہہ سکتے ہیں، آئس ایج کی وجہ سے زمین پر گیسوں کا اخراج کم ہو جاتا ہے، موجودہ دور کے ماحولیاتی سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ یہ تبدیلی آئندہ تیس سال کے اندر آسکتی ہے یعنی پچھلی آئس ایج سے اب تک تقریباً دس ہزار سال گزر چکے ہیں۔

روحانی سائنسدانوں کے نزدیک ہر دس ہزار سال کے بعد میں زمین میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ جہاں سمندر ہے وہاں زمین ظاہر ہو جاتی ہے اور جہاں زمین ہے وہاں سمندر آ جاتا ہے۔ ۲۰۰۶ء میں طوفان نوح کو گذرے ہوئے دس ہزار سال ہو جائیں گے اور سال ۲۰۰۶ء کے بعد بتدریج زیادہ ہوتے ہوتے طوفان نوح جیسا ایک سیلاب آئے گا اور زمین پر سے صنعتی ترقی ختم ہو جائے گی، انسانوں کی آبادی چھ ارب سے کم ہو کر ایک چوتھائی رہ جائے گی اور دوبارہ Stone Age شروع ہو جائے گا۔

بلیک ہول

ہر دس ہزار سال کے بعد ایک بلیک ہول زمین کے اس قدر نزدیک سے گزرتا ہے کہ وہ نظام شمسی میں موجود سیاروں کو اپنی طرف کھینچتا تو نہیں ہے لیکن ان سیاروں کے موسموں کے تغیر میں زبردست کردار ادا کرتا ہے۔

عظیم روحانی سائنسدان قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنے شاگرد کو بتایا ہے کہ کم و بیش دس ہزار سال کے بعد زمین تہہ آب آجاتی ہے۔ دس ہزار برس لگ بھگ سن دو ہزار چھ میں پورے ہو رہے ہیں، دو ہزار چھ کے بعد ایسے شواہد سامنے آتے رہیں گے جن سے طوفان نوح آنے کی تصدیق ہو جائے گی زمین پر وقفے وقفے سے جب مختلف مقامات پر سیلاب آئیں گے تو زمین پر موجود بڑے بڑے پہاڑ نیست و نابود ہو جائیں گے، ہر طرف پانی ہی پانی ہو گا، اللہ تعالیٰ رحم کرے تین چوتھائی آبادی سمندر نگل لے گا، بچے ہوئے آدمی غاروں سے زندگی شروع کرینگے۔

طوفان نوح کے وقت خالق کائنات سے آدم زاد گروہ نے بغاوت کر دی تھی، دولت پرستی عام ہو گئی تھی، یقین ہزار پردوں میں چھپ گیا تھا اور بے یقینی دھوپ کی طرح عیاں ہو گئی تھی۔

طوفان نوح کے زمانے میں موجودہ زمانے کی طرح سائنسدانوں نے قدرت کے رازوں میں دخل دینا شروع کر دیا ہے، بے چین و بے قرار انسان سے چین روٹھ گیا تھا، خود غرضی عام ہو گئی تھی، اخلاق کا جنازہ نکل گیا تھا، اخلاص و خلوص کا یہ مطلب لیا جاتا تھا کہ دوسرا آدمی ہمارے کام آئے۔ ہم کسی کے کام آئیں یا نہ آئیں، طاقت ور دہشت گرد بن گیا تھا، بستیاں اجاڑنا، لوگوں کو زر خرید غلام بنانا عام روش تھی، چالاک اور فطین لوگوں نے عوام کو زر و جواہرات اکٹھا کرنے کے لئے اپنے غلام بنا لیا تھا، زمین کے اوپر امن کے نام پر فساد پھیل گیا تھا، بیماریاں عام ہو گئی تھیں، اقتدار کی خواہش کو اور اقتدار کی تکمیل نہ ہونے سے آدمی غصہ کرتا تھا، ہر شخص اپنی بات منوانے پر بضد تھا، محبت کا مطلب تھا کہ دوسرا شخص ہمارے کام آئے اس لئے کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں وہ ہمیں چاہے یا نہ چاہے۔

زمین کی فریاد

طوفان نوح سے پہلے جو حالات تھے آج کے دور میں شباب پر ہیں، اس وقت زمین کی آہ و بکا کسی نے نہیں سنی، آج پھر زمین کراہ رہی ہے، زمین اب فساد، تعفن، لالچ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے عذاب کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ زمین خود کو سڑے ہوئے اجسام سے پاک کرنا چاہتی ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ طوفان نوح کی طرح زمین پر ۱۷ یا ۱۸ طوفان آ چکے ہیں اور زمین اب مزید طوفانوں کی زد میں ہے۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان خود غرضی کے خول سے باہر آ جائے، دوسرے آدمیوں کو اپنی طرح کا آدمی سمجھے، حرص و ہوس اور لالچ سے خود کو آزاد کرے، سود کی لعنت ختم ہو جائے، اللہ کی دشمنی ترک کر کے اللہ سے دوستی کی جائے، ایثار و خلوص کی قدریں بحال ہو جائیں، دولت پرستی جو شرک ہے اس سے توبہ و استغفار کر کے اللہ کو ہی رازق سمجھا جائے، عریانی، فحاشی، جسم فروشی اور توہین آمیز رویے سے اجتناب کیا جائے، پیغمبرانہ طرز فکر کو اپنا کر توحید اور رسالت کے روشن اور منور راستے پر قدم قدم آگے بڑھایا جائے، اس وقت بظاہر یہ سب باتیں خوش کن ضرور نظر آتی ہیں لیکن دین کا احیاء بھولا بسرا خواب نظر آتا ہے کیونکہ ہر شخص دوسروں کی اصلاح اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے لیکن خود اپنی اصلاح کے لئے کچھ نہیں کرتا، آج کا سائنسدان جو بلاشبہ نوع انسانی کا ایک فرد ہے خود اپنی اور اپنی نوع کا دشمن بن گیا ہے۔ ایک ایک بم لاکھوں انسانوں کی تباہی و ہلاکت کا ذریعہ ہے، اتنے ایٹم بم زمین کے سینے پر جمع کر دیئے گئے ہیں کہ پوری زمین پر اتنے شہر آباد نہیں ہیں۔ قانون یہ ہے کہ جب کوئی چیز وجود میں آ جاتی ہے اور بن جاتی ہے تو اس کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے، جب یہ بم تباہی پھیلائیں گے تو زمین جل کر خاکستر ہو جائے گی، زمین کی گود اجڑ جائے گی، اقتدار کی خواہش پوری کرنے کے لئے امن کے نام پر جو آگ کے الاؤ اور چھپی ہوئی آگ کی بھٹیاں بنائی جا رہی ہیں کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان خود کو جہنم واصل کرنا چاہتا ہے؟

نصیحت

سوال یہ ہے کہ جب دنیا میں آبادی ہی نہیں رہے گی تو کس مخلوق پر حکمرانی کی جائے گی۔ سائنسدانوں اور رحم دل انسانوں کو چاہئے کہ باہم شیر و شکر رہیں جس طرح ایک شہر میں بہت سارے محلے ہیں، بہت سارے گھر ہیں اور ایک گھر میں بے شمار افراد خوش باش زندگی گزارتے ہیں اسی طرح دوسرے ممالک بھی اپنی سرحدوں میں اپنے ملک کی ترقی کے لئے کوشاں رہیں اور ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔

*مالی منفعت اور اسلحہ کے زور پر حکمرانی قائم کر کے ساری دنیا کو اپنا غلام نہ بنائیں۔

*زرپرستی شرک کی ایسی آگ ہے جس میں ہر کوئی جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ گناہ تو معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر دولت پرستی ناقابل معافی جرم ہے۔

*جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے نام پر خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت نوحؑ کے چار بیٹے تھے۔ ''یام'' جو طوفان کی نافرمانی کی وجہ سے غرق ہو گیا تھا، باقی تین بیٹوں ''سام''، ''حام'' اور ''یافث'' کی اولاد سے مختلف اقوام پھیلیں۔ ارم، سام کا بیٹا اور عاد کا دادا تھا جس کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی۔

''اور یاد کرو تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تم کو بدن میں پھیلاؤ سو یاد کرو احسان اللہ کا، شاید تمہارا بھلا ہو۔''

(سورۃ اعراف۔ ۶۹)

یہ لوگ یمن میں آباد تھے پھر شام اور مصر کی طرف چلے گئے اور ارض احقاف میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ علاقہ حضر موت کے شمال میں تھا اور اس کے مشرق میں عمان تھا۔ احقاف ریت کے مختلف ''تودوں'' کو کہتے ہیں، سینکڑوں میل کا یہ رقبہ ریگستان میں تبدیل ہو چکا ہے جب آندھی چلتی ہے تو ریت کے پہاڑ اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہزاروں سال پہلے یہ علاقہ سرسبز و شاداب تھا۔

حضر موت کے شمال سطح مرتفع سے یہ صحرا تقریباً ایک ہزار فٹ نشیب میں ہے، اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جس میں اگر کوئی چیز گر جائے تو ریت میں غائب ہو جاتی ہے، یہاں کی ریت باریک سفوف کی طرح ہے۔ ۱۸۴۳ء میں کسی محقق نے جب ایک شاقول (شاقول معماروں کا اوزار ہے جس سے دیوار کی سیدھ کی جاتی ہے) پھینکا تو وہ پانچ منٹ میں ریت کے اندر دھنس گیا اور جس رسی سے وہ بندھا ہوا تھا اس رسی کا سرا گل گیا۔

قوم عاد

قوم ''عاد'' کے افراد قد کاٹھ کے لحاظ سے بڑے لحیم شحیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست جسمانی قوت سے نوازا تھا۔ سرسبز و شاداب علاقہ کی وجہ سے مال و دولت کی کثرت تھی، آسودہ حال لوگ تھے فن تعمیر میں ان کو خاص ملکہ تھا، بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور یادگاریں تعمیر کرتے تھے، پر تکلف اور شاندار تعمیرات بنانے میں عاد کے لوگ اپنی مثال آپ تھے، ستر شاخوں (نسلوں) پر مشتمل یہ قوم موجودہ دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی تھی، جنوب مشرقی عرب کے دور میں دور دراز علاقوں پر حکمران تھے۔ یہ قوم جب مصر پر قابض ہوئی اس وقت ان کا بادشاہ شداد بن عاد تھا۔

عرب مورخین انہیں امم بائدہ یعنی برباد ہو جانے والے قبائل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے اونچی عمارتوں والے عادِارم سے کیا سلوک ہے۔''

(الفجر۔٦۔٧)

مغرور اور سرکش

قوم نوحؑ کی غرقابی کے بعد اگرچہ یہ لوگ زمین پر حکمران بنا دیئے گئے تھے لیکن انہوں نے گزشتہ اقوام کی تباہی سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ یہ لوگ بت پرست تھے، ستارہ پرستی ان کے عقائد میں شامل تھی، نعمتوں کی فراوانی نے انہیں مغرور کر دیا تھا، کفر و شرک نے ان کے قلوب سیاہ کر دیئے تھے اور سوچ و بچار کی قوتیں سلب ہو چکی تھیں۔ شیطان نے انہیں اللہ سے اس درجہ غافل کر دیا تھا کہ روزی دینے، اولاد دینے، تندرستی عطا کرنے، مینہ برسانے اور دوسری بہت سی حاجتوں کے لئے انہوں نے الگ الگ بت تراش لئے تھے۔ قوم نوح جن بتوں کو پوجتی تھی یہ قوم بھی انہی کی پرستش میں لگ گئی، عوام و خواص ایسی برائیوں میں مبتلا تھے کہ کمزور اور بے بس مخلوق پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تھا۔

ایسے وقت میں جب کہ گمراہی اور جہالت کے مہیب اندھیرے ہر طرف پھیل گئے تھے اللہ کی رحمت سے قوم عاد کے لئے حضرت ہودؑ مبعوث ہوئے۔

''اور دعا کی طرف بھیجا ان کا بھائی ہود، بولا اے قوم! بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا صاحب اس کے سوا کیا تم کو ڈر نہیں۔''

سورۃ الاعراف۔٦٥)

حضرت ہودؑ میں بچپن سے پیغمبرانہ صفات جلوہ گر تھیں۔ آپ بتوں سے بیزار تھے، ظلم و ستم کی مخالفت کرتے تھے، مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت میں آگے آگے رہتے تھے، عجز و انکساری، حلم و بردباری آپ کے اوصاف تھے۔ گناہ آلود ماحول سے تنگ آ کر آبادی سے باہر چلے جاتے تھے اور تنہائی میں بیٹھ کر کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں میں تفکر کرتے تھے۔

یکسوئی (Concentration) سے جب شعور اس قدر مجلہ ہو گیا کہ غیب کی دنیا میں وقوف پذیر ہونے والے واقعات آشکار ہونے لگے تو حضرت جبرائیل آئے اور نبوت سے سرفرازی کی خوشخبری سنائی گئی۔

''اور یاد کرو کہ عاد کے بھائی کو، جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں۔''

احقاف۔٢١)

اللہ کی پکڑ

آپ نے اعلان کیا:

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اس نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا ہے کہ تمہیں ہدایت کی راہ بتاؤں، خدائے واحد سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ پتھر کے بت مٹی سے بنے ہوئے مجسمے اور تمہارے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے صنم تمہارے حاکم کیسے ہو سکتے ہیں؟ سیاہ رات کو روشن کرنے والا، چاند اور لاتعداد ستارے اللہ کے بنائے ہوئے راستوں پر گردش کرنے کے پابند ہیں، یہ اللہ کے حکم سے سر موانحراف نہیں کرتے، یہ تمہارے اعمال پر کس طرح مختار ہو سکتے ہیں؟ تم گمراہی میں پڑ گئے ہو، شیطان نے تمہیں بہکا دیا ہے، اس شرک کی تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے، اللہ نے تمہیں جسمانی قوتوں اور ذہنی صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان کی قدر کرو اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم نے بڑائی اور نمود و نمائش کو ترک نہیں کیا اور اللہ کا شکر نہیں کیا تو یاد رکھو اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔"

گمراہ قوم نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

"تم ہمارے پاس صرف اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔"

حضرت ہودؑ نے کہا:

"کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے، کئی ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے، نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند۔"

(الاعراف۔ ۷۱)

قوم کے سرداروں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ:

"ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو، تم ہمیں بہکا کر ہمارے معبودوں سے برگشتہ نہیں کر سکتے، عذاب کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر ہم اپنے بزرگوں کا راستہ ترک نہیں کریں گے، تم اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ہم پر اپنے رب کا عذاب لے آؤ۔"

حضرت ہودؑ نے قوم کو سمجھایا کہ:

"میں اللہ کا رسول ہوں تم لوگوں تک اللہ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو، کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ اللہ نے خبردار کرنے کے لئے تم ہی میں سے ایک مرد مقرر کر دیا ہے، اگر تم سمجھتے ہو کہ اس وعظ اور

نصیحت سے میں کسی صلہ وستائش کا خواہش مند ہوں تو یہ تمہاری کوتاہ فہمی ہے میں تم سے کسی چیز کی تمنا نہیں رکھتا، میرا صلہ اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔''

قوم نے آپ کی تعلیمات سے بیزاری کا اظہار کیا:

''بولے ہم کو برابر ہے تو نصیحت کرے یا نصیحت نہ کرے اور ہمیں یہ عادت ہے کہ اگلے لوگوں کی اور ہم کو آفت نہیں آنے والی۔''

(سورۃ الشعراء۔ ۱۳۶۔۱۳۸)

اولاد، باغ اور چشمے

حضرت ہودؑ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی طرف متوجہ کیا اور کہا:

''یاد کرو اس ذات کو جس نے تمہیں وہ کچھ دیا ہے جو تم چاہتے ہو، تمہیں جانور دیئے، اولادیں دیں، باغ اور چشمے دیئے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس ہستی کے ساتھ انہیں شریک کرتے ہو جو تمہیں کوئی نفع، نقصان نہیں پہنچا سکتے، مال و دولت اور اعلیٰ صلاحیت تم دنیا کے حصول میں صرف کر دیتے ہو حالانکہ تمہیں اس نمود و نمائش کی کوئی ضرورت نہیں ہے، عظمت اور خوشحالی کا مظاہرہ کرنے کے لئے اونچے اونچے ستونوں پر بلند و بالا اور عالیشان عمارتوں کی تعمیر تم نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے، دولت و ثروت کے باوجود تمہیں اطمینان قلب نہیں ہے اس لئے کہ تم مادی دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔''

عاقبت نااندیش قوم نے جب ہٹ دھرمی ترک نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال جاری رکھا تو قدرت کی طرف سے وسائل میں کمی ہو گئی، بارش برسنا بند ہو گئی، زمین میں آبی ذخائر ختم ہو گئے، چشمے ابلنا بند ہو گئے، کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا، سبزہ زار ویران میدان بن گئے، تین سالہ قحط سالی نے انہیں نڈھال کر دیا۔

حضرت ہودؑ نے لوگوں سے کہا:

''توبہ استغفار کرو، اللہ کی رحمت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے گی۔''

''اور اے قوم! گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اس کی طرف چھوڑ دے تم پر آسمان کی دھاریں اور زیادہ دے تم کو زور پر زور اور نہ پھرے جاؤ گنہگار ہو کر۔''

(سورۃ ہود۔ ۵۲)

قوم عاد کی گمراہی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ اس نے اپنے باطل خداؤں کو چھوڑنے سے یکسر انکار کر دیا اور حضرت ہودؑ کی تکذیب کی۔ حضرت ہودؑ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے حجت تمام کر دی ہے، گھمنڈ اور جاہلانہ کفر میں مبتلا قوم راہ راست پر نہیں آئے گی۔ آپ نے انہیں خبردار کیا کہ:

"تمہیں نصیحت پہنچا کر میں اپنا فرض پورا کر دیا، تم بدستور انکار پر قائم ہو یاد رکھو کہ میرا پروردگار اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں طاقت اور قوت کے ساتھ فنا کر دے اور تمہاری جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔"

لیکن سرکش قوم نے ان کی کوئی بات نہیں سنی۔

سخت سرزنش

"عاد نے جھٹلایا تو دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھی میری سرزنش، سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی جو لوگوں کو اس طرح اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔"

(سورۃ القمر۔ ۱۸، ۲۰)

عذاب الٰہی سیاہ بادلوں کی شکل میں نازل ہوا۔ قوم عاد نے تاریک بادلوں کو احقاف کی جانب بڑھتے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑے کہ اب خوب بارش برسے گی کھیت کھلیان سرسبز و شاداب ہو جائیں گے۔ تند و تیز ٹھنڈی سناٹے کی ہوا کے جھکڑ چلے ہیبت ناک آندھی اور طوفان نے بڑے بڑے محلات اور سنگلاخ ستون اکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح فضا میں بکھیر دیئے، عظیم محلات نیست و نابود ہو گئے، عالیشان مکانوں کی چھتیں اڑ گئیں، دیواریں زمین بوس ہو گئیں اور بنیادیں اکھڑ گئیں، آثار و نشانات مٹ گئے، نافرمان قوم کے مرد اور عورتوں کے جسم گیند کی طرح فضاء میں اچھلتے تھے اور ہولناک ہوا انہیں زمین پر پٹخ دیتی تھی، جسم پھر اچھلتے تھے اور سائیں سائیں کرتی ہوا انہیں پھر زمین پر پٹخ دیتی تھی، جسم پر سے کھالیں ادھڑ گئیں، کربناک درد ان کے رگ و پے میں اتر گیا، ہڈیوں کے گودوں میں اذیت اتر گئی، تن و مند جسم کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح ہر طرف بکھر گئے، ہوا نے انہیں الٹ پلٹ کر دیا اور یہ تن و مند جسم ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے ذرات میں تبدیل ہو گئے۔

"اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیئے گئے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا پھر دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں، اب کیا ان میں کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے؟"

(سورۃ حاقہ۔ ۶، ۸)

''سن رکھو! عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سن رکھو! پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہودؑ کی۔''

(سورۃ ہود۔ ٦٠)

اور اسی طرح ہم نے قوم عاد میں اس کے بھائی بندوں میں سے ہودؑ کو بھیجا اس نے کہا:

''اے قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم (انکار اور بد عملی کے نتائج سے) نہیں ڈرتے؟''

اس پر قوم کے سر برآوردہ لوگوں نے جنہوں کفر کا شیوہ اختیار کیا تھا کہا:

''ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم حماقت میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔''

حضرت ہودؑ نے کہا:

''بھائیو! میں احمق نہیں ہوں، میں تو اس کی طرف سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے فرستادہ ہوں، میں اس کا پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور یقین کرو کہ تمہیں دیانت داری کے ساتھ نصیحت کرنے والا ہوں، کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ ایک ایسے آدمی کے ذریعے تمہارے پروردگار کی نصیحت تم تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، خدا کا یہ احسان یاد کرو کہ قوم نوح کے بعد تمہیں اس کا جانشین کیا اور تمہاری نسل کو زیادہ وسعت و توانائی بخشی، پس چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کی یاد سے غافل نہ ہو، تاکہ ہر طرح کامیاب ہو۔''

انہوں نے کہا:

''کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی خدا کے پجاری ہو جائیں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو وہ بات لا دکھاؤ جس کا ہمیں خوف دلاتے ہو۔''

حضرت ہودؑ نے کہا:

''یقین کرو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب واقع ہو گیا ہے جس کی بنا پر تم مجھ سے جھگڑ رہے ہو؟ محض چند نام جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے اپنے جی سے گھڑ لئے ہیں اور جن کے لئے خدا نے کوئی سند نہیں اتاری اچھا (آنے والے وقت کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرونگا۔ پھر ایسا ہوا کہ ہم نے ہود کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں تھیں ان کی بیخ و بنیاد تک اکھاڑ دیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی ایمان لانے والے نہ تھے۔''

(سورۃ اعراف: ۶۵۔ ۷۲)

''اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف سے اس کے بھائی بندوں میں سے ہودؑ کو بھیجا۔ ہودؑ نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقین کرو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ افتراء پردازیاں کر رہے ہو۔ اے میری قوم کے لوگو!

میں اس بات کے لئے تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا، میرا بدلہ تو اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے؟ اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجتا ہے (جس سے تمہارے کھیت اور باغ شاداب ہو جاتے ہیں) اور تمہاری قوتوں پر نئی نئی قوتیں بڑھاتا ہے جرم کرتے ہوئے اس سے منہ نہ موڑو۔''

دلیل

ان لوگوں نے کہا:

''اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لے کر آیا نہیں اور ہم ایسا کرنے والے نہیں کہ تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں، ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں، ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود کی تجھ پر مار پڑ گئی ہے۔''

حضرت ہودؑ نے کہا:

''میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن ہستیوں کو تم نے اس کا شریک بنا رکھا ہے تو مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں تم سب مل کر میرے خلاف جو کچھ تدبیریں کر سکتے ہو ضرور کرو اور میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، کوئی چلنے والا وجود نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ نے اسے اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا ہے۔ میرے پروردگار یعنی اس کی راہ ظلم کی راہ نہیں ہو سکتی، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جس بات کیلئے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دی (اس سے زیادہ میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور مجھے تو نظر آ رہا ہے کہ) میرا پروردگار کسی دوسرے گروہ کو تمہاری جگہ دے دے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے یقیناً میرا پروردگار ہر چیز کا نگران حال ہے اور (دیکھو) جب ہماری ٹھہرائی ہوئی باتوں کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو بچا لیا جو اس کے ساتھ سچائی پر ایمان لائے تھے اور ایسے ہی عذاب سے بچایا جو بڑا سخت عذاب تھا، یہ ہے سرگزشت عاد کی۔''

(سورۃ ہود۔ ۵۳)

حیات و ممات پر کس طرح یقین کریں؟

''پھر ہم نے قوم نوحؑ کے بعد قوموں کا ایک ایسا دوسرا دور پیدا کر دیا، ان میں بھی اپنا رسول بھیجا جو خود انہی میں سے تھا لیکن (اس کی پکار بھی یہی تھی) کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، کیا تم (انکار و فساد کے نتائج بد سے) ڈرتے نہیں اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی اور آخرت کے پیش آنے سے منکر تھے اور جنہیں دنیا کی زندگی میں ہم نے آسودگی دے رکھی تھی، کہنے لگے اس سے زیادہ اس کی کیا حقیقت ہے کہ تمہارے جیسا آدمی ہے جو تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے، جو تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے، اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کی اطاعت کر لی تو بس سمجھ لو کہ تم تباہ ہوئے۔ تم سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے یہ تمہیں امید دلاتا ہے کہ جب مرنے کے بعد محض مٹی اور ہڈیوں کا چورا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں موت سے نکالا جائے گا۔ کیسی ان ہونی بات ہے جس کی تمہیں توقع باقی ہے۔ زندگی تو بس یہی زندگی ہے جو دنیا میں ہم بسر کرتے ہیں۔ یہیں مرنا ہے یہیں جینا ہے، ایسا کبھی ہونے والا نہیں کہ مر کر پھر جی اٹھیں گے۔ کچھ نہیں یہ ایک مفتری آدمی ہے جس نے اللہ کے نام سے جھوٹ موٹ بات بنا دی ہے ہم کبھی اس پر یقین لانے والے نہیں۔''

(سورۃ المومنون۔ ۳۱،۳۸)

اس پر رسول نے دعا مانگی:

''خدایا! انہوں نے مجھے جھٹلایا پس تو میری مدد کر۔''

حکم ہوا:

''عنقریب ایسا ہونے والا ہے کہ یہ اپنے کئے پر شرمسار ہونگے، چنانچہ پھر حقیقتاً ایک ہولناک آواز نے انہیں آ پکڑا اور ہم نے خس و خاشاک کی طرح انہیں پامال کر دیا تو محرومی ہو اس گروہ کے لئے کہ ظلم کرنے والا ہے۔''

(سورۃ المومنون: ۳۲۔۴۱)

ظلم کا پنجہ

عاد نے (اللہ کے پیغام لانے والوں کو) جھٹلا دیا جب ان کے بھائی ہودؑ نے ان کو کہا:

''کہ تم کو (خدا کا ڈر نہیں) میں تمہارے پاس پیغام لانے والا معتبر ہوں سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر بدلہ میرا، بدلہ اس جہاں کے مالک پر ہے۔ کیا بناتے ہو تم ہر اونچی زمین پر نشان کھیلنے کو اور بناتے ہو کاریگریاں شاید تم ہمیشہ رہو گے

اور جب ہاتھ ڈالتے ہو ظلم کا پنجہ ہی مارتے ہو۔ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور ڈرو اس سے جس نے تم کو پہنچائیں وہ چیزیں جو تم چاہتے ہو، پہنچائے تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے، میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کی آفت سے۔''

وہ بولے:

''ہم کو برابر ہے تو نصیحت کرے یا نہ کرے اور کچھ نہیں ہیں یہ باتیں مگر عادت ہے اگلے لوگوں کی اور ہم پر آفت آنے والی نہیں۔ پھر اس کو جھٹلانے لگے تب ہم نے اس کو غارت کر دیا اس بات میں البتہ نشانی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ ماننے والے نہیں اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا۔''

(سورۃ الشعراء: ۱۴۱، ۱۲۴)

''سو وہ عاد تھے وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں ناحق اور کہنے لگے کون ہے ہم میں سے زیادہ زور و قوت میں؟ کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں اور تھے ہماری نشانیوں کے منکر پھر بھیجی ہم نے اُن پر ہوا بڑے زور کی وہ کئی دن جو مصیبت کے تھے تاکہ چکھائیں ان کو رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور آخرت کے عذاب میں پوری رسوائی ہے۔''

(سورۃ حمٰہ السجدہ: ۱۵۔۱۶)

''اور یاد کرو عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احقاف میں اور گزر چکے تھے ڈرانے والے اس کے سامنے سے اور پیچھے سے (یہ کہتے ہوئے) کہ بندگی نہ کرو کسی کی اور اللہ کے سوا میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک بڑے دن کی۔''

بولے:

''کیا تو آیا میرے پاس کہ پھیر دے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے؟ سو لے آ۔ ہم پر جو وعدہ کرتا ہے اگر ہے تو سچا۔''

کہا:

''یہ خبر تو اللہ ہی کو ہے میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ بھیج دیا ہے میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نافرمانی کرتے ہو۔'' پھر جب دیکھا اس ابر کو سامنے آیا ہوا اپنی وادیوں کے بولے: یہ ابر ہی ہمارے اوپر برسے گا کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک اکھاڑ پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے پھر کل کے دن رہ گئے کہ کوئی نظر نہیں آتا تھا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو اور ہم نے مقدور کر دیا تھا ان کو ان چیزوں کا جن کا تم کو مقدور

نہیں دیا اور ہم نے ان کو دیئے تھے کان اور آنکھیں اور دل، پھر کام نہ آئے کان ان کے اور نہ آنکھیں ان کی اور نہ دل ان کے کسی چیز میں اس لئے کہ منکر ہوئے تھے اللہ کی باتوں سے اور الٹ پڑی ان پر جس بات سے وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔"

(سورۃ احقاف: ۲۱۔۲۶)

"اور قوم عاد جب ہم نے ان پر منحوس آندھی چلائی جس چیز سے ہو کر گزرتی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح (چورا) کئے بغیر نہ چھوڑتی۔"

(سورۃ الزاریات: ۴۱۔۴۲)

"جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑ کھڑانا ہم نے بھیجی ان پر ہوا تُند ایک نحوست کے دن جو ٹلنے والی نہ تھی، اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی پڑی، پر کیسا عذاب رہا میرا عذاب اور میرا کھڑ کھڑانا۔"

(سورۃ القمر: ۱۸۔۲۱)

"اور وہ جو عاد تھے سو برباد ہوئے سناٹے کی ہوا سے کہ نکلی جائے ہاتھوں سے مقرر کر دیا اس کو ان پر سات رات آٹھ دن لگاتار پھر تو دیکھئے کہ وہ لوگ اس میں پچھڑ گئے گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی، پھر تو دیکھتا ہے کوئی ان میں بچا۔"

(سورۃ الحاقہ: ۶۔۸)

"تو نے دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے عادِ ارم کے ساتھ جو تھے بڑے ستونوں والے کہ ان جیسی (چیز) سارے شہروں میں نہیں بنائی گئیں۔"

(سورۃ الفجر: ۶۔۸)

شداد کی جنت

حضرت ہودؑ کے زمانے میں ہی شداد نے زمین پر جنت بنائی تھی زبردست عسکری قوت سلطنت کی وسعت اور مال و دولت کی فراوانی نے شداد کو غرور گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا۔

اس کے تخت کے دونوں جانب دو گدھ پر پھیلائے ایستادہ تھے۔ کبر و نخوت اور ظلم و ستم میں بدمست شداد کا تخت سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات سے مرصع تھا۔

حضرت ہودؑ کی دعوت کی خبریں جب عام ہوئیں اور عمائدین سلطنت نے دربار میں اس کا تذکرہ کیا تو شداد نے حضرت ہودؑ کو دربار میں بلایا، سرداران قوم اور رؤسائے شہر کے درمیان جب آپ نے دعوت حق پیش کی تو شداد نے پوچھا:

''اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟''

حضرت ہودؑ نے کہا:

''تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ بہشت کے باغ عطا کرے گا جہاں لطف و کرم کی بارش ہوگی۔''

پھر آپ نے شداد کے سامنے جنت کا نقشہ اس کے سامنے بیان کیا۔

شداد نے کہا:

''تم ہمیں جس بہشت کا لالچ دیتے ہو ایسی جنت میں خود بنا سکتا ہوں، مجھے تمہارے رب کی بنائی ہوئی جنت کی کوئی ضرورت نہیں۔''

اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ وسائل کو اس نے استعمال کیا اور تعمیر و تزئین کا بہترین نمونہ ایک باغ بنوایا جس میں ہر وہ خوبی جمع کر دی گئی تھی جو جنت سے متعلق وہ سن چکا تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ یہ باغ صنعاء اور حضرموت کے درمیان تھا اور رقبہ کے لحاظ سے ایک بڑے شہر کے برابر تھا جس میں عظیم عمارتیں، چشمے، نہریں اور باغات تھے۔ اس کا نام ''ارم'' تھا۔ جب یہ شہر تیار ہو چکا اور شداد اپنے امراء اور رؤسا کے ہمراہ اس کو دیکھنے کے لئے گیا اسی وقت گھٹا چھا گئی اور شداد اسی عالم میں ہلاک ہو گیا وہ اپنی بنائی ہوئی جنت میں داخل نہیں ہوا۔

شداد کی دعا

روایت ہے کہ:

''شداد نے اللہ سے دعا مانگی: اے میرے اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں خدا نہیں ہوں، پاکی اور بڑائی آپ ہی کو زیب دیتی ہے لیکن میں خدائی کا دعویٰ کر چکا ہوں۔ یا اللہ! آپ نے جہاں اتنا زیادہ نوازا ہے میری یہ التجا بھی قبول کر لے کہ موت میری مرضی کے مطابق آئے۔ اس نے کہا کہ جب موت آئے تو میں کھڑا ہوں، نہ بیٹھا ہوں، سوتا ہوں نہ جاگتا ہوں، چھت کے نیچے نہ ہوں، سواری پر ہوں نہ زمین پر۔''

غرض کہ شداد نے دعا میں ہر وہ بات شامل کر دی جو اس کے خیال میں اسے موت سے نجات دلا سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی، جب وہ جنت دیکھنے کے لئے آیا تو گھوڑا کھڑا ہو گیا جب کوئی ترکیب اس کو جنت کے اندر لے جانے کی نہیں رہی تو جنت کے منتظمین کے مشورہ پر شداد کو گھوڑے سے اتار لیا گیا اس حالت میں کہ اس کا ایک پیر رکاب میں تھا اور ایک پیر غلام کے ہاتھ پر ملک الموت نے اس کی جان نکال لی، اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے اللہ کے حضور عاجزی کی:

''اے بادشاہوں کے بادشاہ اللہ! اگر شداد کو اتنی مہلت دے دیتے کہ وہ اپنی بنائی ہوئی جنت کو دیکھ لیتا تو آپ کی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

اللہ نے عزرائیلؑ سے پوچھا:

''تم جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟ زمین کی طرف دیکھو۔''

عزرائیل نے دیکھا کہ سمندر میں بحری جہاز پر قزاق قتل و غارت گری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت عزرائیلؑ سے فرمایا کہ:

''اس شیر خوار بچہ کو تختہ پر لٹا کر سمندر میں چھوڑ دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہی وہ بچہ ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور جنت بنائی۔ ہم نے اس کی حفاظت کی، اسے وسائل عطا کئے، بادشاہ بنایا اور اس نے حمد و سپاس اور شکر کرنے کے بجائے خدائی کا دعویٰ کیا۔''

حکمت

حضرت ہودؑ نے چار سو باسٹھ (۴۶۲) سال عمر پائی۔ روایات کے مطابق حضر موت کے مشرقی حصے میں شہر تریم کے قریب وادی برہوت میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ کی قبر حضر موت میں کثیب احمر (سرخ ٹیلہ) پر ہے اور اس کے سرہانے جھاؤ کا درخت ہے۔

گرد باد(Twister Turnado)

گرد باد ہوا کی آندھی یا طوفان کو کہتے ہیں۔اس میں گردش کرنے والی ہوا کی رفتار تین سو میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ایک سمت میں چلنے کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ تک ہوتی ہے، یہ طوفان اتنے شدید ہوتے ہیں کہ مکانوں کی چھتیں اُڑ جاتی ہیں، پکے مکانات زمین بوس ہو جاتے ہیں، بڑے بڑے ٹریلرز کو یہ ہوائیں میلوں دور پھینک دیتی ہیں، جانور، گائے، بھینس، ہاتھی، اونٹ بھی اس میں اڑ جاتے ہیں۔

اس طوفان میں بجری یا پتھر راکٹ کی رفتار میں حرکت کرتے ہیں اس کی زد میں آنے والی ہر شئے درہم برہم ہو جاتی ہے اور جاندار ملبے میں دب کر ہلاک ہو جاتے ہیں، ان طوفانوں کے ساتھ اکثر بارش بھی ہوتی ہے۔ جس سے مٹی کیچڑ میں تبدیل ہو جاتی ہے بعض طوفان کڑک اور بجلی کی چمک (رعد و برق) کے ساتھ آتے ہیں، بجلی کی چمک اتنی شدید ہوتی ہے کہ بجلی گرنے سے بہت بڑے بڑے محل اور درخت زمین بوس ہو جاتے ہیں، اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک طوفان میں پچاس (۵۰) سے سو (۱۰۰) مرتبہ بجلی چمکتی ہے زیادہ تر فلیش (Flash) بادلوں کے اندر ہی بنتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں ان کا دورانیہ چند سیکنڈ ہوتا ہے، بڑے فلیش کا دورانیہ آٹھ سیکنڈ ہوتا ہے اس کی موٹائی تقریباً ایک انگلی کے برابر ہو سکتی ہے لیکن لمبائی کئی میل ہوتی ہے، متوسط درجے کے طوفان بادو باراں میں دس ایٹم بم کے برابر طاقت ہوتی ہے اور بجلی کے ایک فلیش میں اتنا کرنٹ ہوتا ہے کہ چھوٹے شہر میں ایک سال کی بجلی کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

ایک فلیش میں تقریباً تین ہزار ایمپیئر کرنٹ ہوتا ہے اور اس کا (Flow) ساٹھ ہزار فارن ہائیٹ تک پہنچ جاتا ہے جو کہ سورج میں پیدا ہونے والی گرمی سے بھی زیادہ ہے، درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے ہوا کی رفتار آواز سے زیادہ ہو جاتی ہے۔
قوم عاد جہاں آباد تھی، یہ علاقہ ایک طرف یمن اور حضر موت سے ملتا ہے اور دوسری طرف اس کے عقب میں ربع الخالی کا صحرا ہے۔ یورپی محققین کی تلاش کے نتیجے میں اس علاقہ میں بہت سے ''شہاب ثاقب'' دریافت ہوئے ہیں۔ قرین قیاس ہے کہ:
''قوم عاد پر جب عذاب نازل ہوا تو سردیوں کا زمانہ تھا ایک بہت بڑا شہاب ثاقب اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے شہاب ثاقب قوم عاد کی رہائش سے کچھ فاصلے پر گرے جس سے بہت زبردست زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے، گرد و غبار اٹھنے لگا، گھروں میں سوئے ہوئے لوگ زلزلے کی آوازوں سے گھروں سے نکل کر میدان میں آ گئے۔

شہاب ثاقب

(شہاب ثاقب جب زمین کی فضاء میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی رفتار بہت زیادہ ہوتی ہے، ہوا میں رگڑ کھانے کی وجہ سے یہ جلنے لگتے ہیں، بہت چھوٹے شہاب ثاقب اکثر جل کر ہوا ہی میں ختم ہو جاتے ہیں اور زمین تک نہیں پہنچتے البتہ بہت بڑے شہاب ثاقب زمین

تک پہنچ جاتے ہیں جن کے گرنے سے شدید دھماکہ ہوتا ہے، دھماکہ سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ شہاب ثاقب کئی دنوں بعد ٹھنڈے ہوتے ہیں۔) شہاب ثاقب میں شدید حرارت کی وجہ سے ہوا گرم ہو کر جب اوپر اٹھی تو زمین پر ہوا کا دباؤ کم ہو گیا اور زمین میں خلاء بڑھ گیا، یہ دباؤ اتنا کم تھا کہ ہوا بہت تیزی کے ساتھ جگہ کو پر کرنے کیلئے خلا میں داخل ہو گئی۔ چونکہ یہ واقعہ سردیوں میں پیش آیا تھا اس لئے سرد ہوائیں زیادہ چلیں، شہاب ثاقب کو ٹھنڈا ہونے میں ایک ہفتہ سے زیادہ وقت لگتا ہے۔ اس لئے یہ سرد ہوا سات دن اور آٹھ راتوں تک چلتی رہی۔

قوم عاد کے لوگ بہت تندرست و توانا اور بڑے جسیم تھے، خوف زدہ لوگوں نے جب گھروں میں جانا چاہا تو ہوا نے انہیں پٹخ پٹخ کر مار دیا، ان کی ہڈیاں کھجور کے بکھرے تنے کی طرح ہو گئیں۔

''پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ نے، تحقیق پھر کر دیا ہم نے ان کو غُثاء (لفظ غُثاء کے معنی ہیں وہ کوڑا کرکٹ جو سیلاب کے ساتھ بہہ کر آتا ہے اور کناروں پر پڑا سڑتا رہتا ہے۔) سو دور ہو جائیں گنہگار لوگ۔''

(سورۃ مؤمنون۔ ۴۱)

اللہ تعالیٰ کی دانائی، بزرگی، قدرت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی صفات ہر انسان کے لئے بصیرت کا سرچشمہ ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہیں ساری کائنات کے حاکم اور رب ہیں۔

حیات و ممات کا نظام اس طرح قائم ہے کہ زمین کا ہر ذرہ اور آسمانوں کی تمام مخلوق پر اس کی حکمرانی ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے، ہر چیز اور ہر مخلوق اس کی محتاج ہے، وہ خود ہی تخلیق کرتا ہے اور خود ہی اسباب و وسائل فراہم کرتا ہے۔ بطن مادر میں پہلے مرحلے سے پیدائش تک اور پیدا ہونے کے بعد سے لڑکپن، جوانی، بڑھاپے اور مرنے تک خود ہی حفاظت کرتا ہے، خود ہی زندگی عطا کرتا ہے، مخلوق کے عیب چھپاتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے لیکن جب کوئی فرد یا قوم اس کی مملکت میں فساد برپا کرتی ہے تو پہلے اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجتا ہے انہیں پیغمبری اور اپنے قرب سے نوازتا ہے اور پھر لوگوں کی ہدایت کے لئے انہیں لوگوں کے درمیان راہ حق کی تبلیغ کے لئے مقرر فرما دیتا ہے، جب لوگ سرکشی میں سر سے پیر تک ڈوب جاتے ہیں اور شرک سے باز نہیں آتے تو انہیں اپنے فرستادہ بندوں کے ذریعے انجام کی خبر دیتا ہے۔

شداد کی جو روایت بیان کی گئی ہے اس کی کوئی سند ہمیں نہیں ملی لیکن اس میں اللہ کی ربوبیت اور عظمت کی شان پوری طرح جلوہ گر ہے۔

نوزائیدہ بچہ سمندر میں کس طرح زندہ رہا؟ سمندر کے کنارے آکر کس طرح بڑا ہوا؟ بادشاہ تک پہنچنے کے لئے وسائل کہاں سے ملے؟ کس طرح فوج اور لشکر تیار ہوئے؟

ایسے بچے نے جس کی اللہ نے حفاظت کی سمندر لہروں اور وہیل مچھلی سے بچایا اس کو طاقت دی اور اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور اللہ کی بادشاہی میں رہتے ہوئے اللہ سے بغاوت کر کے عذاب کا مستحق ٹھہرا۔

☆☆☆☆☆

حضرت صالح علیہ السلام

'ارم' سام بن نوح کا پانچواں بیٹا تھا۔ عاد و ثمود دونوں ارم کے پوتے تھے، عاد کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی جس کی طرف حضرت ہودؑ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے بعد حضرت ہودؑ کے ساتھ بچ جانے والے لوگ ''عاد ثانیہ'' کے نام سے مشہور ہوئے اور سامی اقوام کی یہ شاخ اپنے جداعلیٰ ثمود کی مناسبت سے قوم ثمود کہلائی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا رنگ سرخ و سفید تھا، سڈول جسم اور لمبا قد تھا، سر کے بال باریک تھے، بالوں میں بھورا پن نمایاں تھا، بال اوپر کی جانب اٹھے ہوئے رہتے تھے۔

''اور وہ یاد کرو جب تم کو سردار کیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانہ دیا زمین میں بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر۔''

(سورۃ اعراف۔ ۷۴)

ثمود کا دارالحکومت ''حجر'' تھا جسے آج کل مدائن صالح بھی کہتے ہیں۔ قوم ثمود نہایت طاقتور قوم تھی۔ لوگ طویل العمر تھے، سنگ تراشی فن اور تعمیرات میں ماہر تھے، یہ لوگ پہاڑ کاٹ کر نہایت مہارت سے مکانات بناتے تھے۔

''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد وارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا، آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا، حقیقت یہ ہے کہ ہمارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔''

(سورۃ فجر: ۶۔۱۴)

شاہی محل

ان کی بنائی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات، شام اور حجاز کے درمیان آج بھی موجود ہیں۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے ایک ایسا مکان تلاش کیا جسے شاہی محل کہا جا سکتا ہے۔ اس محل میں متعدد کمرے اور ایک بڑا حوض تھا اور یہ پوری عمارت پہاڑ کاٹ کر بنائی گئی تھی، قدیم

کتبات اور تحریروں سے سامی آبادیوں سے متعلق معلومات ملی ہیں ہر آبادی میں دو بڑی عمارتیں ہوتی تھیں، ایک بیت الحکومتہ اور ایک ہیکل۔ آبادی کا حاکم بیت الحکومتہ میں رہتا تھا اور ہیکل آبادی کے کاہن کا مسکن تھا دونوں باہمی شراکت سے آبادی پر حکمرانی کرتے تھے۔ ثمود خوشحال قوم تھی، مال و دولت کی فراوانی تھی، معاشی بہتری اور آسودہ حالی کی وجہ سے عیش و عشرت کا ہر سامان انہیں میسر تھا، اپنے بڑوں کی طرح یہ لوگ طویل القامت اور لمبی عمر والے تھے، جسمانی قوت اور دولت و ثروت میں انہیں شہرت حاصل تھی، نعمتوں اور وسائل کی بہتات اور طاقت و قوت کے نشے میں یہ لوگ بدمست ہو گئے تھے، اپنے زور بازو پر انہیں ناز تھا، ہر شئے کا حصول اپنی محنت کا نتیجہ قرار دیتے تھے، مادی عوامل پر ان کا انحصار اس قدر زیادہ تھا کہ اگر کسی شئے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا تھا تو اس کے وجود سے انکار کر دیتے تھے، اس طرز فکر کی وجہ سے اللہ وحدہ لاشریک اور نبیوں کی تعلیمات سے منحرف ہو گئے تھے، اپنے لئے معبود تراشتے تھے اور مرنے کے بعد کی زندگی سے ان کا یقین اٹھ گیا تھا، کفر والحاد میں قوم جب حق و معرفت کی روشنی سے دور ہو گئی تو ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ کریم نے اپنے برگزیدہ بندے حضرت صالح کو مبعوث کیا۔

''اور ثمود کی طرف بھیجا ان کا بھائی صالح۔ بولا، اے قوم! بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا خالق و مالک اس کے سوا۔''

(سورۃ اعراف۔ ۷۳)

اس زمانے میں حضرت ہودؑ کی تعلیمات پر کاربند افراد کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ دارالحکومت حجر کے ایک طرف انہوں نے عبادت گاہ بنا رکھی تھی، عبادت گاہ کے سامنے چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں جن کو تراش کر قوم کے سرداروں نے مکانات بنا رکھے تھے، حجر کی آبادی میں باغات بہت تھے، کھیت کھلیان تھے اور کھجوروں کے درخت تھے، آبادی کے نزدیک پہاڑوں کے دامن میں صاف شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، چشمہ کے اطراف وسیع ہری بھری چراگاہ تھی، آبادی کے دوسری طرف بادشاہ جندع کا محل تھا جو پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام آبادی سے باہر عبادت گاہ میں زیادہ وقت گزارتے تھے، عبادت کے معمولات اور نیک طبیعت کی وجہ سے لوگ ان کی عزت و توقیر کرتے تھے، حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کر کے کہا:

''خدا کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، جنہیں تم نے معبود بنا رکھا ہے وہ ہرگز مالک و مختار نہیں ہیں خدا وہ ہے جس نے یہ کائنات بنائی، مجھے تخلیق کیا اور تمہیں پیدا کیا اسی نے قوم عاد کے بعد زمین پر تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے اور تمہیں یہ صلاحیت دی ہے کہ پہاڑ کاٹ کر مکانات بناتے ہو۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر واحد ذات اللہ کی عبادت کرو، اپنے گناہوں کی معافی مانگو، وہ التجائیں قبول کرنے والا ہے۔''

سردارانِ قوم

ان کے آباؤ اجداد جن خداؤں کو پوجتے تھے حضرت صالح نے انہیں علی الاعلان جھوٹا قرار دے دیا تو ظلمتوں میں گھرے ہوئے لوگوں میں ہنگامہ برپا ہو گیا، ہر طرف بحث و مباحثہ شروع ہو گیا، کچھ نے حق بات کو بالکل رد کر دیا، کسی نے تمسخر اڑایا، کسی نے حضرت صالح علیہ السلام کو برا بھلا کہا، کچھ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی رمق باقی تھی غور و فکر میں ڈوب گئے۔ قبیلے کے کرتا دھرتا لوگ حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا:

''تمہاری ہوش مندی، فراست، متانت و سنجیدگی، ذکاوت و پر وقار شخصیت سے ہمیں بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں کہ تمہارے تدبر سے ہمیں فائدہ ہو گا۔ دوسرے قبیلوں کے مقابلے میں ہماری شان و شوکت اور بڑھے گی لیکن ان توقعات کے برخلاف تم نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، تم ہمیں ایسے راستے پر چلنے کو کہتے ہو جس پر ہم یقین نہیں رکھتے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا:

''کیا میں اللہ کی عطا کردہ بصیرت و ہدایت کے خلاف محض تم لوگوں کو خوش کرنے کے لئے گمراہی کا طریقہ اختیار کر لوں؟ اللہ کی ناراضگی سے مجھے کون بچائے گا؟ اس نے اپنی رحمت سے مجھ کو نواز دیا ہے اس کے بعد اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم میرے کس کام آ سکتے ہو؟''

قوم ثمود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی اور لوگوں کا بغض اور عناد حضرت صالح کے خلاف بڑھتا گیا اور راست بازی کی راہ چھوڑ دینے کیلئے آپ کو تنگ کیا جانے لگا، آپ نے سب کچھ برداشت کیا اور گمراہ کن عقائد کو باطل ثابت کرنے کے لئے نصیحت اور تبلیغ کا راستہ ترک نہیں کیا، اہل باطل آپ کی دعوت حق کے جواب میں کہتے تھے:

''اے صالح! اگر ہم پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہیں اور ہمارے معبود باطل ہیں تو آج ہم کو یہ دھن دولت، سرسبز و شاداب باغ، سامان آسائش کی فراوانی اور بلند عالیشان محلات کیوں حاصل ہیں؟ تو خود اپنی اور اپنے پیروکاروں کی بدحالی پر غور کر اور ہمیں بتا کہ مقبول لوگ ہم ہیں یا تم یا تمہارے خستہ حال پیروکار۔''

قوم کے گستاخانہ طرز کلام کے جواب میں آپ نے فرمایا:

''تم اپنی خوشحالی اور عیش سامانی پر تکبر نہ کرو۔ وسائل کی یہ فراوانی تمہارے زور بازو کا نتیجہ نہیں ہے، نہ ہی ان وسائل کی فراوانی کو ہمیشہ برقرار رکھنا تمہارے اختیار میں ہے، یہ نعمتیں جو تمہیں حاصل ہیں اللہ کی عطا کردہ ہیں جو تمہارا اور کائنات کی ہر شئے کا خالق و

مالک ہے اگر تم اس کے شکر گزار بندے بنو گے تو وہ تمہیں مزید انعامات سے نوازتا رہے گا اور اگر تم نے کفران نعمت کیا اور ان نعمتوں کے حصول پر مغرور ہو گئے تو یہی وسائل تمہارے لئے عذاب بن جائیں گے۔‘‘

آل ثمود اس حقیقت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے کہ حضرت صالح اللہ کے فرستادہ پیغمبر ہیں۔مال و دولت کے ذخائر پر تسلط کی بنا پر لوگ سمجھتے تھے کہ اللہ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچانے کے اہل ہم لوگ ہیں وہ لوگ جو حضرت صالح پر ایمان لے آئے تھے اہل باطل کی تحقیر و تضحیک کا نشانہ بنتے تھے۔ یہ لوگ ایمان کی دولت سے سرفراز اہل بصیرت کو مخاطب کر کے پوچھتے:
’’کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے پروردگار کا بھیجا ہوا رسول ہے؟‘‘

جواب میں حضرت صالح علیہ السلام کے پیروکار کہتے کہ:

’’بے شک! ہم اس کے لائے ہوئے پیغام پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

یہ بات منکرین کے لئے ناقابل برداشت تھی کہ ان کے علاوہ کسی اور کے لئے لوگوں کے دلوں میں اس قدر ادب واحترام ہو کہ وہ اس کی کہی ہوئی بات کو بلاچوں چرا تسلیم کر لیں۔

اپنے اقتدار کے لئے وہ انہیں خطرہ سمجھتے تھے، حضرت صالح علیہ السلام کی عزت اور شرف کو ان کے پیروکاروں کی نظروں میں کمتر ثابت کرنے کے لئے وہ کہتے تھے:

’’ہم ہر اس بات کو رد کرتے ہیں اور ہر اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جو صالح تمہارے سامنے بیان کرتا ہے۔‘‘

سرداران قوم نے عوام الناس کو بہکانے کے لئے نفسیاتی حربہ استعمال کیا، انہوں نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ:

’’یہ شخص خدا کے نام پر محض جھوٹ گھڑ رہا ہے، یہ تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے جو کچھ تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی بات مان لی تو تم گھاٹے میں رہو گے، یہ شخص تمہیں بتاتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے تو دوبارہ زندہ کر دیئے جاؤ گے حالانکہ یہ بات سراسر عقل کے خلاف ہے، مرنے کے بعد دوبارہ ہر گز ہمیں زندہ نہیں کیا جائے گا اس شخص کی خیالی باتوں سے مرعوب ہو کر اس کے جال میں نہ پھنس جانا۔‘‘

باطل پرستوں کا پروپیگنڈہ سطحی سوچ رکھنے والے اور ظاہر بین مادیت پرستوں کے لئے قابل ستائش تھا لیکن وہ لوگ جن کے دل ایمان کے نور سے منور تھے متاثر نہیں ہوئے۔

ارباب اختیار نے جب دیکھا کہ معاشی طور پر کمزور لوگوں میں حضرت صالح علیہ السلام کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانے کے لئے ان سے مطالبہ کیا اگر تم واقعی اپنے پروردگار کے فرستادہ بندے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

''ایسا نہ ہو کہ کوئی واضح نشانی دیکھ لینے کے بعد بھی تم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہو اور کفر ترک نہ کرو۔''

اللہ کی نشانی

قوم کے چیدہ چیدہ سرداروں نے وعدہ کیا کہ اگر تم ہمارے مطالبے کے عین مطابق نشانی دکھادوگے تو ہم تمہاری صداقت پر ایمان لے آئیں گے۔ ظاہر پرست سرداروں کے پیش نظر یہ بات تھی کہ ایسی نشانی کا مطالبہ کیا جائے جس کا پورا ہونا ناممکن ہو اور جب حضرت صالح علیہ السلام ان کے مطالبے کے مطابق معجزہ دکھانے میں ناکام رہیں گے تو حضرت صالح علیہ السلام نبوت کے جھوٹے دعویدار ثابت ہو جائیں گے لہٰذا اپنی محدود عقل کے مطابق انہوں نے مطالبہ کیا:

''سامنے پہاڑ سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر ہو جو اسی وقت بچہ جنے اور دودھ بھی دے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کی دعا قبول فرمائی اور پہاڑ پھٹ گیا اور اس بڑے شگاف میں سے نہایت عظیم الجثہ اونٹنی باہر نکل آئی، اونٹنی نے پہاڑ میں سے نکلتے ہی بچہ کو جنم دیا۔

حق و صداقت کی یہ واضح نشانی دیکھ کر کچھ لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے مگر بہت سے لوگوں نے تاریکی کو ہدایت پر ترجیح دی، حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اصلاح احوال کی دعوت دی، انہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات یاد دلائے، گزشتہ کئے گئے اعمال کی معافی اور پیغام الٰہی کے اتباع کا درس دیا اور فتنہ و فساد سے باز رہنے کی تلقین کی۔

''آپ ؑ نے بتایا کہ زندگی اور محسوسات کے دائرے سے ماوراء اور دنیائیں موجود ہیں اور یہ سب کچھ ایک ماوراالماورا ہستی نے تخلیق کیا ہے، اسی نے تمہیں دنیا کی زندگی میں نعمتوں سے سرفراز کیا ہے۔ یہ لہلہاتے کھیت، سرسبز باغات، خوشنما پھولوں سے مزین زمین کے قطعات، ٹھنڈے بادل، باد و باراں، پتھروں سے پھوٹنے والے کل کل کرتے چشمے، حیات بخش رواں دواں دریا، وسائل کی فراوانی سے تمہارے خوشحالی اور آسودگی کا باعث بننے والے علوم و فنون یہ سب بے مقصد پیدا نہیں کئے گئے، اللہ نے تمہیں یہ سب کچھ اس لئے عطا کیا ہے کہ تم شکر کے ساتھ اس کا استعمال کرو، حق تلفی اور ظلم و ستم کے بجائے امن و آشتی سے سب کو ان نعمتوں سے مستفید ہونے کا موقع دو، اللہ کے ہاں ہر چیز کا حساب ہے تمہیں ان نعمتوں کا حساب دینا پڑے گا، مت بھولو کہ تمہارے ہر اچھے برے عمل کی پرسش کی جائے گی اگر تم نے غفلت برتی اور اس تمدنی ترقی کو تفاخر کا ذریعہ بنا دیا تو قانون قدرت

تمہارے عالیشان محل اور ہرے بھرے باغات کو کھنڈرات میں تبدیل کر دے گا اور دنیا و آخرت کے خسارے کے علاوہ تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔"

خوشحال طبقہ

قوم کے خوشحال طبقے کے افراد مادی دولت اور امارت کے نشے میں چور تھے۔ انہوں نے دعوت حق کی طرف توجہ نہ دی اور زمین پر امن اور عدل درہم برہم کرنے پر بضد رہے۔

اللہ کی اونٹنی بھاری جسامت اور بڑے ڈیل ڈول کی اونٹنی تھی جس چراگاہ میں چرتی تھی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے تھے، پانی پیتی تھی تو کنواں خالی کر دیتی تھی، وادی القریٰ کے مکینوں کو دولت و ثروت، قوت و حکمت سب کچھ حاصل تھا لیکن وہاں پانی کا ایک ہی چشمہ تھا۔

سرداروں نے کاہنوں کی مدد سے مشہور کر دیا کہ صالح بہت بڑا ساحر ہے اس نے خود کو خدا کا پیغمبر ثابت کرنے کے لئے جادو کے ذریعے پتھر سے اونٹنی کو نکالا ہے اور بچے کی پیدائش بھی جادو کے اثر سے ہوئی ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو عقل کے خلاف ہے، جادو کے زور سے ہی چشمہ کا سارا پانی صالح نے اونٹنی کو پلا دیا تاکہ ہم مجبور ہو کر اس کی بات مان لیں۔

"اے لوگوں! اگر یہ جاری رہا تو پانی نایاب ہو جائے گا، مویشی اور ہمارے بال بچے پیاس سے مر جائیں گے، صالح سے کہا جائے کہ اونٹنی اور اس کے بچے کو باندھ کر رکھیں ورنہ اسے ہلاک کر دیں گے۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

"تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے، یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے ہے تم کو نشانی، سو اس کو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ برائی سے، پھر تم کو پکڑ لے گی دکھ کی مار۔"

(الاعراف۔ ۷۳)

اس زمانے میں رواج تھا کہ امراء و سلاطین اپنی فوقیت جتانے کے لئے کسی جانور کو آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ وہ جہاں سے چاہے کھائے پیئے، اس پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی، قدرت نے نافرمان قوم کے غرور و تکبر کو خاک میں ملانے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا۔

لوگ اونٹنی سے خوف زدہ تھے جو ان کے درمیان اپنے بچے سمیت دندناتی پھرتی تھی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو تنبیہ کی کہ:

''دیکھو یہ نشانی تمہاری خواہش پر بھیجی گئی ہے، اللہ کا فیصلہ ہے کہ پانی کی بھاری مقدار پی جائے۔ ایک دن اونٹنی اور اس کے بچے کے لئے چشمے کا پانی مخصوص ہو گا اور اس دن قوم کا کوئی فرد یا اس کا جانور چشمہ کے پانی کو استعمال میں نہیں لائے گا جبکہ ہفتے کے باقی دن وہ لوگ اور ان کے جانور چشمے کا پانی استعمال کریں گے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے وعدہ لیا کہ وہ اونٹنی کو ضرر نہیں پہنچائیں گے، سرداروں نے کہا کہ وہ اونٹنی کو اپنی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت اس شرط پر دیں گے کہ اونٹنی کا دودھ انہیں دیا جائے۔

اگرچہ قوم اس حیرت انگیز معجزے کو دیکھ کر ایمان نہیں لائی تھی لیکن حضرت صالح علیہ السلام سے کئے ہوئے اقرار نے انہیں اس بات سے باز رکھا کہ وہ اونٹنی کو ضرر پہنچائیں۔ چنانچہ یہ معمول بن گیا اونٹنی اور اس کا بچہ جس دن پانی استعمال کرتے اس دن کسی اور کو چشمے کا پانی استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

وعدہ خلاف قوم

حضرت صالح علیہ السلام نے پیشن گوئی کر دی تھی کہ لوگ زیادہ عرصہ تک وعدہ کے پابند نہیں رہیں گے اور اونٹنی کو مار ڈالیں گے۔

لوگوں کے اصرار پر آپ نے اس شخص کا حلیہ بتا دیا اور فرمایا کہ وہ شخص ابھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ سرداروں نے فیصلہ کیا کہ جس گھر میں سرخ چہرے اور بلی کی طرح آنکھوں والا بچہ پیدا ہو اسے فوراً ختم کر دیا جائے۔

بستی میں نو بچے پیدا ہوئے جنہیں ہلاک کر دیا گیا، آبادی میں سراسیمگی پھیل گئی، لوگ سراپا احتجاج بن گئے اور حضرت صالح علیہ السلام کو بُرا بھلا کہنے لگے، بعض افراد نے کہا کہ یہ شخص ہماری قوم کے بچے مروا رہا ہے اس طرح تو ہماری نسل ختم ہو جائے گی۔

قدرت کے اپنے فارمولے ہیں بچہ جوان ہو گیا وہ نو گھرانے جن کے بچے قتل کر دیئے گئے تھے جب اس لڑکے کو دیکھتے تو کہتے اگر صالح ہمارے لڑکوں کو نہ مرواتا تو آج اس سے بھی بڑے گھبرو جوان ہوتے، یہ نو افراد حضرت صالح علیہ السلام کے سخت دشمن بن گئے، وہ ہر طرح سے حضرت صالح علیہ السلام کو تنگ اور پریشان کرتے تھے۔

''اس شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے انہوں نے آپس میں کہا، خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے، ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے چلی جس کی انہیں خبر نہ تھی۔''

(سورۃ النمل: ۴۸۔۵۰)

قتل کا منصوبہ

باہمی صلاح سے ان نو افراد نے حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ سفر کا بہانا بنا کر روانہ ہوئے شہر کے باہر پہاڑی درے میں چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ رات کے وقت حضرت صالح پر حملہ کر کے انہیں جان سے مار دیں لیکن پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گرا اور سب دب کر مر گئے۔ کچھ دن بعد قوم کو ان کی ہلاکت کا پتہ چلا تو وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا:

''پہلے ہماری برادری کے لڑکے قتل کروائے، اس پر صبر نہیں آیا تو ان کے باپوں کو مروا دیا، یہ سب اس اونٹنی کی وجہ سے ہے ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

وہ حضرت صالح علیہ السلام سے پہلے ہی بیزار تھے کہ اونٹنی اور اس کے بچے کی وجہ سے پانی کے استعمال پر ایک روز کی پابندی لگ گئی تھی، انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے اونٹنی کو ذبح کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے پر عمل کرنے کیلئے چند افراد تیار ہو گئے۔

ایک روز جب کہ اونٹنی اپنے بچے کے ہمراہ چراگاہ میں گھاس چر رہی تھی موقع پا کر انہوں نے اس کو مار ڈالا اونٹنی کا بچہ وہاں سے بھاگ نکلا چند لوگوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ ان کے ہاتھ نہیں آیا اور پہاڑ پر چڑھ کر کربناک انداز میں چلانے لگا، یہ بھی روایت ہے کہ بچہ اسی پتھر میں داخل ہو گیا جس پتھر سے اونٹنی باہر نکلی تھی۔

اونٹنی پر وار کرنے والا وہی قیدار بن سالف تھا جس کے بارے میں حضرت صالح علیہ السلام نے پیشن گوئی کی تھی۔ ثمود کی ایک مالدار عورت نے شرط رکھی تھی کہ اگر قیدار اونٹنی کو مار ڈالے تو وہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے گی، صدوق نامی ایک عورت جو مال و دولت اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی اس نے ایک شخص مصدع کو لالچ دیا کہ اگر اونٹنی کو ختم کر دے تو میں تجھ سے شادی کر لونگی۔ قیدار بن سالف نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور زخمی اونٹنی زمین پر گر گئی تو ہجوم میں سے مصدع نکل کر آیا اور دونوں نے مل کر اونٹنی کو ختم کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہیں بے حد افسوس ہوا۔ انہوں نے نافرمان قوم کو مخاطب کر کے کہا:
''تم لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے ہو، غصہ اور انتقام کے جذبے نے تمہیں اندھا کر دیا ہے، تم لوگوں نے اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ اب اپنے کئے کی سزا بھگتو اللہ کا عذاب نافرمانوں پر نازل ہو کر رہے گا۔''

''پھر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور بولے صالح! اگر تم خدا کے فرستادہ ہو تو وہ عذاب ہم پر لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔''

(سورۃ الاعراف۔۷۷)

معجزے سے ظاہر ہونے والی اونٹنی کو ہلاک کرنے کے بعد ندامت اور شرمساری کے بجائے مفسدین بحث کرنے لگے کہ وہ جواز میں طرح طرح کی دلیلیں دیتے تھے، حضرت صالح علیہ السلام نے نافرمان اور وعدہ خلاف قوم کے لئے بارگاہ الٰہی سے استدعا کی:

''پروردگار! ان لوگوں نے میری تکذیب کی ہے اب تو ان پر میری نصرت فرما۔''

جواب میں ارشاد ہوا:

''قریب ہے وہ وقت جب یہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے نافرمان قوم کو بتادیا کہ اب مہلت ختم ہو گئی ہے۔

''تب کہا برت لو اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے، جھوٹا نہ ہوگا۔''

(سورۃ ہود۔۶۵)

بجلی کا عذاب

پہلے روز خوف سے سب کے چہرے زرد پڑ گئے، دوسرے روز ڈر اور شدید خوف سے سب کے چہرے سرخ ہو گئے اور تیسرے روز دہشت کا یہ عالم تھا کہ چہرے سیاہ ہو گئے، تین دن بعد بجلی کی چمک اور کڑک سے آل ثمود پر عذاب نازل ہوا، سوائے حضرت صالح اور ان پر ایمان لانے والے افراد کے پوری قوم ہلاک ہو گئی، عذاب سے بچ جانے والے یہی لوگ ثمود ثانیہ کہلاتے ہیں۔

''اور پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑ نے، پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی رہے نہ تھے ان میں، سن لو! ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے، سن لو! پھٹکار ہے ثمود کو۔''

(سورۃ ہود:۶۷۔۶۸)

قرآن حکیم نے قوم ثمود کو کھجور کے بوسیدہ تنوں سے تشبیہ دی ہے جو سوکھ کر جھڑ جاتی ہے اور جانوروں کی آمد ورفت سے پامال ہو کر برادہ راہ بن جاتی ہے۔

''ہونی شدنی! کیا ہے وہ ہونی شدنی؟ اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے ہونی شدنی؟ ثمود اور عاد نے اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کو جھٹلایا، تو ثمود ایک سخت حادثہ سے ہلاک کئے گئے اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیئے گئے، اللہ تعالیٰ نے مسلسل

سات رات اور آٹھ دن ان پر عذاب مسلط رکھا (تم وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔اب کیاان میں سے تمہیں کوئی باقی بچا نظر آتا ہے؟‘‘

(سورۃالحاقہ:۱۔۷)

’’پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچادیا ہم نے صالح کو اور جو یقین لائے اپنے ساتھ اپنی مہر کر کے اور اس دن کی رسوائی سے، تحقیق تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست۔‘‘

(سورۃ ہود۔۶۶)

صبح کے سورج نے شہر میں ہر طرف تباہی اور بربادی دیکھی، بڑے بڑے عالیشان محل کھنڈر بن گئے، سرسبز و شاداب باغوں کا نام و نشان تک نہیں تھا، حجر کا پررونق علاقہ ٹوٹ پھوٹ کر آثار قدیمہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح اپنے حواریوں کے ہمراہ ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے، جب عذاب کی وجہ سے تباہ حال بستی سے گزرے اور انہوں نے جگہ جگہ بکھری ہوئی لاشوں کو دیکھا تو نہایت افسوس کے ساتھ ہلاک شدگان کو مخاطب کر کے فرمایا:

’’اے قوم! بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچایا اور تم کو نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے۔‘‘

الاعراف۔۷۹)

فلسطین کے علاقہ رملہ کے قریب کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ مکہ ہجرت کر گئے، وہیں انتقال ہوا اور حرم شریف کے اندر کعبہ کے مغربی سمت میں آپ مدفون ہیں۔

العلا اور الحجر

عذاب الٰہی سے ہلاک ہونے والے آل ثمود ڈیڑھ ہزار گھرانوں پر مشتمل تھے جبکہ حضرت صالح کے ساتھ بچ جانے والوں کی تعداد ایک سو بیس بتائی جاتی ہے۔

عبرت کے لئے ثمود کی عمارتوں میں سے کچھ اب بھی باقی ہیں۔ مدینہ طیبہ اور تبوک کے درمیان حجاز کے مشہور مقام العلاء (جسے عہد نبوی میں وادی القریٰ کہتے تھے) سے چند میل دور شمال کی طرف ثمود کی تباہی کے آثار موجود ہیں۔ العلاء اب بھی سرسبز و

شاداب وادی ہے جبکہ الحجر کے گرد و پیش تباہی اور نحوست کے آثار موجود ہیں، ہر طرف ایسے پہاڑ ہیں جو سطح زمین پر دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوگئے ہیں۔ یہ تقریباً چار سو میل لمبا اور سو میل چوڑا علاقہ ہے اسے ایک عظیم زلزلے نے ہلا کر رکھ دیا۔

محققین نے تحقیق کی ہے کہ ثمود کی تباہی ایک آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے ہوئی جس کے لاوے کے نشانات آج بھی مدائن صالح کے مغرب میں موجود ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقع پر جب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حجر سے گزر ہوا تو صحابہ کرامؓ نے ثمود کے کنویں سے پانی بھرا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کرنے لگے۔ آپ کو معلوم ہوا تو حکم دیا:

''پانی گرادو، ہانڈیاں اوندھی کردو اور آٹا بیکار کردو''، پھر فرمایا:

''یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا، یہاں قیام نہ کرو اور یہاں کی اشیاء سے فائدہ نہ اٹھاؤ، آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے ہوئے، عجز و زاری کرتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ داخل ہی نہ ہوا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت کی وجہ سے تم عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔''

روایت ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ سے نشانی طلب نہ کرو، صالح کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ پہاڑ کی کھوہ سے نکلتی تھی اور اپنی باری میں کھا پی کر وہیں واپس چلی جاتی تھی۔ قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور ناقہ کی کونچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ میں اللہ نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ گھروں کے اندر ہی مردہ ہوگئے۔ صرف ایک شخص ابو رغال باقی بچا جو حرم میں تھا جب وہ حدود حرم سے باہر آیا تو عذاب کا شکار ہو کر مر گیا۔''

سائنسدانوں میں کائناتی تخلیق سے متعلق (Big Bang) تھیوری کا تذکرہ ہے جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ روز اول ایک زوردار دھماکہ ہوا اور کائنات بن گئی۔ اس سے پہلے کائنات روشنی کا ایک بہت بڑا کرّہ تھی۔ زوردار دھماکہ کی وجہ سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور یہ ٹکڑے چاند، سورج، ستارے اور سیارے بن گئے، عظیم دھماکے کی (Vibration) سے ستاروں میں

گردشوں کا نظام جاری و ساری ہو گیا، گردشوں سے انرجی پیدا ہونے لگی، انرجی سے (Heat) پیدا ہوئی۔(Heat) جب ٹھنڈی ہوئی تو بادل بنے، نمی ہوئی اور بارش برسی اور گرمی و نمی سے حیات کی نمو ہوئی۔

سائنسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ عظیم دھماکہ کی آواز کی لہریں اب بھی کائنات میں گردش کر رہی ہیں، الٹرا ساؤنڈ کی صورت میں اس بات کا انکشاف بھی ہو چکا ہے کہ کچھ ایسی آوازیں بھی ہیں جسے انسانی سماعت کی ویولینتھ Catch نہیں کر سکتی۔ مگر یہ خاموش آوازیں اپنے اندر بہت قوت رکھتی ہیں۔

آواز تخلیق کی ابتدا ہے

دیکھا جائے تو قدرت نے ہمارے مشاہداتی یقین کی تسکین کے پورے پورے مواقع فراہم کر دیئے ہیں، سمندر کی صورت میں آواز کی لہروں کا سسٹم ہمارے سامنے ہے۔ سطح سمندر پر موجیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر تواتر کے ساتھ سفر کرتی ہیں۔ ان لہروں کے مدوجزر میں جب ہوا کی قوت شامل ہو جاتی ہے تو طغیانی کی صورت میں ساحل سمندر پر موجوں کی آواز میں دوسری آوازیں ڈوب جاتی ہیں، سطح سمندر میں جتنا شور ہے سمندر کی گہرائی میں اتنی ہی خاموشی ہے، آواز کی لہریں گہرائی سے ابھر کر سطح سمندر پر اپنا مظاہرہ کرتی ہے، گہرائی میں آواز کو چونکہ ہماری سماعت سن نہیں سکتی اس لئے ہم اسے خاموش آواز کہہ دیتے ہیں، سطح پر آ کر جب آواز کی لہریں ٹوٹ کر بکھرتی ہیں تو ہماری سماعت میں یہ لہریں داخل ہو جاتی ہیں، ہو سکتا ہے کہ سائنس دان جس تھیوری کو Big Bang کہتے ہیں وہ ان کے لاشعور کی آواز ہو اور ان کے لاشعور نے ''کن'' کی نشاندہی کی ہو۔

''کن'' کی آواز مخفی آواز ہے، یہ مخفی آواز جب کائنات کے نقطے میں داخل ہوئی تو کائنات کے ذرے ذرے میں زندگی بن کر سما گئی، ہر زون میں آواز کی لہریں اپنی مخصوص مقداروں اور فریکوئنسی کے ساتھ کام کر رہی ہیں، کائنات کا پورا سسٹم اطلاعات پر کام کر رہا ہے اور اطلاعات کی ترسیل ''کن'' پر ہو رہی ہے۔ یہی اطلاعات شعور میں داخل ہو کر حواس بنتی ہیں، اطلاعات لہروں کا مجموعہ ہیں، آواز سریلی ہو یا کرخت لہروں کے تانے بانے پر نقش ہوتی ہے۔ اطلاعات لاشعور یا غیب سے انفرادی شعور میں آتی ہیں۔ چنگھاڑ یا صور آواز کی ایسی لہر ہے جو انفرادی شعور کی سکت سے زیادہ ہے، زیادہ کرخت آواز چنگھاڑ بن جاتی ہے، چنگھاڑ آواز کی ایسی لہروں کا مجموعہ ہے جو زندگی میں کام کرنے والی لہروں کو درہم برہم کر دیتی ہے، شعور بکھر جاتا ہے، آدمی بھس کی طرح ہو جاتا ہے جب لہری نام ٹوٹ جاتا ہے تو زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے، چنگھاڑ آواز کی ایسی لہر ہے جو سماعت کے سسٹم کو توڑ دیتی ہے، سسٹم کا ٹوٹنا حواس کا ٹوٹنا ہے۔ عام حالات میں دیکھا گیا ہے کہ ''دھماکہ'' سے سماعت ختم ہو جاتی ہے، کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔

ایسے ایٹم بم بن گئے ہیں کہ بم کے دھماکہ سے ہزاروں لوگ مر جاتے ہیں اور پہاڑ دھواں بن جاتے ہیں، دھماکوں سے دیو ہیکل پہاڑوں میں شگاف ڈال دیئے جاتے ہیں، آواز جہاں خوشی کا ذریعہ ہے، آواز پریشانی اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے خلاء میں ایک جال

ہے جو گراف سے بنا ہوا ہے اس گراف میں شمال، جنوب مشرق، مغرب لہریں اس جال میں دوڑتی رہتی ہیں یہی لہریں ہماری آواز کو ایک دوسرے تک پہنچاتی رہتی ہیں کسی بھی قسم کی حرکت Movement سے ہوا میں تھرتھراہٹ یا ارتعاشی لہریں پیدا ہو جاتی ہیں اور انہیں لہروں سے آواز بنتی ہے، ابلتے ہوئے چشمے، گرتے ہوئے آبشار، چھم چھم کرتی ہوئی بوندیں، بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، زمین کی سوندھی خوشبو، سرسر کرتے ہوئے پتے، اڑتے ہوئے پرندے، زمین پر چلنے پھرنے والے جانور اور خود انسان اور انسان کی بنائی ہوئی لاتعداد مشینیں سب ہی آواز کے ماخذ ہیں۔

کہیں بھی کوئی حرکت رونما ہوتی ہے تو ہوا کے سالمے متحرک ہو کر آواز پیدا کرتے ہیں۔ ہم جب چٹکی بجاتے ہیں تو ہماری انگلیوں سے صوتی سالمے نکل کر ہوا میں ارتعاش پیدا کر دیتے ہیں، دکھائی نہ دینے والی یہ ارتعاشی کیفیت ہمارے کانوں کو سگنل دیتی ہے اور دماغ اس آواز کو قبول کر لیتا ہے، انسانی کان ہر آواز نہیں سن سکتے۔ ایک عام آدمی کے کان صرف مخصوص فریکوئنسی کی آوازیں سن سکتے ہیں، انسانی سماعت سے باہر کی آوازوں کو سائنسدان خاموش آوازیں Ultrasonic کہتے ہیں۔

'موج' مخصوص فاصلے کو اوپر نیچے حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے، یہ طول موج کہلاتا ہے، طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے جسے فراز کہتے ہیں اور ایک حرکت نیچے کی طرف ہوتی ہے جو نشیب کہلاتا ہے۔

ایک مرتبہ نیچے اور ایک مرتبہ اوپر (نشیب و فراز) دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (Cycle) پورا کرتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں کسی موج کے جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں وہ موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے، طول موج زیادہ ہو تو فریکوئنسی کم ہوتی ہے جب کہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے۔

*تالاب میں جب پتھر پھینکا جاتا ہے تو پانی کی سطح پر موجیں پیدا ہوتی ہیں جو پتھر کے گرنے کے مقام سے تالاب کے کناروں کی طرف حرکت کرتی ہیں، تالاب کی سطح پر اگر کوئی پتہ ہو اور اس کی حرکت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پتہ اپنی اصل پوزیشن پر رہتے ہوئے اوپر نیچے حرکت کر رہا ہے۔ پتے کی اوپر نیچے حرکت پانی کی سطح پر پیدا ہونے والی موجوں کی طول موج ہے یعنی دو مسلسل فرازوں یا مسلسل نشیبوں کا درمیانی فاصلہ طول موج کہلاتا ہے اور کسی واسطہ کے ایک نقطہ سے ایک سیکنڈ میں گزرنے والے نشیبوں اور فرازوں کی تعداد موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے، چمگادڑ رات کی تاریکی میں اڑتے ہوئے مسلسل ایسی آوازیں نکالتا ہے جنہیں انسانی کان سننے سے قاصر ہیں۔ جب یہ خاموش آوازیں ارد گرد کی چیزوں سے ٹکرا کر واپس چمگادڑ کے کانوں تک پہنچتی ہیں تو وہ پتہ لگا لیتا ہے کہ ارد گرد کیا کچھ موجود ہے۔ اس طرح وہ اپنی آواز اور سماعت کی مدد سے دیوار، درختوں، انسانوں، جانوروں اور دیگر اشیاء کو پہچان لیتا ہے لیکن انسانی سماعت کی حد سے بہت زیادہ فریکوئنسی ہونے کی وجہ سے ہم یہ آوازیں نہیں سنتے۔ ایسی آوازوں کو سائنسدان ''الٹراسانک'' آوازیں کہتے ہیں۔

الٹراسانک آوازیں

الٹراسانک آوازیں برطانیہ کے سائنسدان سر فرانس گالٹن نے ۱۸۸۴ء میں دریافت کیں اس نے ایک خاص قسم کی سیٹی بنائی جسے ''ہائیڈروجن وسل'' کا نام دیا گیا اس سے ایسی آوازیں نکلتی تھیں جن کی فریکوئنسی ایک لاکھ سائیکل فی سیکنڈ تھی۔ ایک صدی سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد اور مسلسل تحقیقات کے نتیجے میں سائنسدان ایک ارب فی سیکنڈ فریکوئنسی کی آوازیں پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور ان موجوں کا طول موج 0.00004 سینٹی میٹر کے قریب قریب ہے۔

ماورائی صوتی موجیں اپنی نہایت ہی قلیل طول موج کی بناء پر دھاروں کی شکل میں حاصل کی جاسکتی ہیں اور ان کی اشاعت بھی منتشر ہوئے بغیر قریب قریب خط مستقیم میں ہوتی ہے ان کی اس خاصیت کی وجہ سے انہیں خاص خاص ترکیبوں سے منعکس یا منعطف کیا جاسکتا ہے ان موجوں کی راہ میں حائل ہونے والی اشیاء کا سایہ بھی پڑتا ہے اور جہاں پر یہ پڑتی ہیں وہاں شدید حراری کیفیت پیدا ہوتی ہے، ان موجوں سے تکسید کا عمل بھی ہوتا ہے، چھوٹے چھوٹے جانور مثلاً مینڈک، مچھلی وغیرہ جب ان موجوں سے اثر زدہ کئے جاتے ہیں تو بری طرح مفلوج ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں، برطانوی سائنسدان نے ایک دلچسپ تجربہ کیا، انہوں نے الٹرا سانک ٹرانسمیٹر ایک مکان کی چھت پر نصب کر دیا اور مکان کے برابر میں گزرنے والی گلی میں الٹرا سانک آوازوں کی بوچھاڑ شروع کر دی آوازیں بہت زیادہ بلند فریکوئنسی کی نہیں تھیں پھر بھی گلی سے گزرنے والے لوگوں نے اپنے جسم میں ایک عجیب و غریب تحریک محسوس کی جس کی نوعیت ان میں سے کوئی بھی بیان نہیں کر سکا۔ امریکی بحریہ کے سائنسدانوں نے ایک تجربہ سے پتہ چلایا ہے کہ الٹرا سانک آوازیں مچھلیوں کو بے ہوش کر دیتی ہیں، اگر ان کی فریکوئنسی زیادہ ہو تو مچھلیاں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں، تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ الٹرا سانک آوازیں جانداروں کے اعصاب اور دوسرے جسمانی نظاموں پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ہٹلر نے جادو کی ایک توپ بنوائی ہے جسے میدان جنگ میں نصب کرنے سے دشمن سپاہیوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور وہ بھاگ جاتے ہیں اور جو بھاگتے نہیں وہ مفلوج ہو جاتے ہیں، جنگ کے بعد ہٹلر کی جنگی تحقیق کی تجربہ گاہ سے ایک ایسی توپ برآمد ہوئی جو الٹرا سانک آوازوں کی بوچھاڑ کرتی تھی۔

آتش فشانی زلزلے

سائنسدان کے مطابق زمین تہہ در تہہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بنی ہوئی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ آبادی زمین کی بیرونی سطح پر ہے جسے Crust کہا جاتا ہے۔ Crust کی موٹائی محض کسی فٹ بال پر چپکے ہوئے کاغذ جتنی ہے۔ زمین کی زیادہ دبازت Thickness خشکی پر تقریباً پچاس کلو میٹر ہے اور سمندروں میں کم و بیش پانچ کلو میٹر ہے۔ یہ حصہ خشکی پر بسالٹ اور سمندر میں گریفائٹ کی چٹانوں پر مشتمل ہے۔ Crust کے نیچے غلاف ہے جس کی دبازت تقریباً دو ہزار نو سو کلو میٹر ہے اور زمین کا

82% حجم اسی پر مشتمل ہے۔ غلاف کے نیچے زمین کا دل Core ہے اس کے تین حصے ہیں۔ ا۔اوپری دل، ۲۔اندرونی دل، ۳۔ قلب اوپری دل، تقریباً دوہزار دوسو کلو میٹر گہرا ہے جبکہ اندرونی دل 1270 کلو میٹر ہے زمین کی تہوں پر دو طبعی عوامل دباؤ اور درجہ حرارت اثر انداز ہوتے ہیں۔ درجہ حرارت وہ عمل ہے جو چٹانوں کو یا تو نرم کر دیتا ہے یا پگھلا دیتا ہے۔ زمین کے اندر بڑا حصہ ایسا ہے جو حرارت کی شدت سے سفید ہو گیا ہے اس حصہ کو وہ توانائی حرارت فراہم کرتی ہے جو چٹانوں میں موجود تابکار عناصر خارج کرتے ہیں زمین کے مرکز میں درجہ حرارت تقریباً تین ہزار سینٹی گریڈ بتایا جاتا ہے جبکہ قشر اور غلاف کے درمیانی حد کا درجہ حرارت 375 سینٹی گریڈ ہے۔

دباؤ وہ عامل ہے جو چٹانوں کو ٹھوس بنا دیتا ہے۔ جتنی گہرائی میں اتریں گے اوپری تہوں کا دباؤ اتنا ہی بڑھ جائے گا زمین کی سطح پر موجود چٹانیں جو ٹھوس دکھائی دیتی ہیں ان چٹانوں کے مقابلے میں جو زمین کے اندر ہیں نرم ہیں۔ ارضیات دان اوپری تہہ کو (جو قشر اور بالائی غلاف پر مشتمل ہے) ''پتھریلا کرہ''(Litho Sphere) کہتے ہیں اور اس کی حد تقریباً ۷۰ کلو میٹر ہے۔ اس کے بعد کمزور کرہ (Aleshino Sphere) ہے جہاں تابکار توانائی کی وجہ سے چٹانیں پگھل چکی ہیں اور چٹانوں کا پگھلا ہوا گرم مائع بہہ رہا ہے۔ یہ تہہ دوسو کلو میٹر تک موجود ہے۔

کمزور کرّہ کے بعد وسطی کرہ کا علاقہ ہے اس جگہ بے پناہ حرارت کے باوجود دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ چٹانیں اور عناصر ٹھوس حالت ہی میں ہیں۔ وسطی کرہ کے اندر زمین کا دل ہے جو کہ خام لوہے پر مشتمل ہے اور اس میں نکل اور کوبالٹ کی آمیزش ہے یہ عناصر مائع حالت میں ہیں لیکن بے حد کثیف ہیں جبکہ اندرونی دل ٹھوس حالت میں ہے۔

باوجود یہ کہ ارضیات دانوں نے زمین کی گہرائی سے چٹانیں نکال لی ہیں لیکن ابھی تک کوئی بھی زمین کے غلاف تک نہیں پہنچ سکا۔

زمین کے اندرونی حصوں کا اندازہ ارضیات دان ان لہروں یا موجوں سے لگاتے ہیں جو دباؤ، جھٹکے یا زلزلے سے پیدا ہوتی ہیں، یہ لہریں زمین کی اندرونی تہوں میں چٹانوں کے ٹوٹنے پھوٹنے اور سرکنے سے پیدا ہوتی ہیں بعض اوقات قشر ارض کے زیریں پرتوں میں ایسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں زمین کے اندر توانائی جمع ہو جاتی ہے۔ یہ توانائی یا دباؤ جب ارد گرد چٹانوں کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے تو منہ زور دھماکوں اور خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ کسی کمزور زمینی تہہ کی سمت بہہ نکلتی ہے۔

آتش فشاں زلزلے زیر زمین ابلتے ہوئے مادے Magma کے اچانک باہر نکلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ گرم لاوا دھانے کے گرد مخروطی شکل کا تودہ بنا دیتا ہے اسے آتش فشاں پہاڑ کہتے ہیں۔ زمین کے اندر گرم سیال مادہ زمین کی اوپر سطح کی طرف آتا ہے کسی طرح سے (یہی وجہ ہے کہ بیشتر تباہ کن زلزلے بحیرہ روم کے نواحی ممالک، بحر الکاہل کے ساحلی علاقوں اور جزائر جاپان میں آتے

ہیں) پانی اس مادے تک پہنچ جائے تو بھاپ بن جاتا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ سے نکلنے والے بخارات میں سب سے زیادہ کثرت بھاپ کی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھاپ ہی وہ بنیادی اور متحرک طاقت ہے جو دوسرے مادوں اور گیسوں کو زور سے باہر دھکیلتی ہے، ان مادوں میں کلورین، گندھک، پگھلا ہوا لوہا اور گیسوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ عام ہیں۔

حکمت

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو بتایا ہے کہ جب کوئی قوم سرکش ہو جاتی ہے اور اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کا مسلسل انکار کرتی ہے تو اللہ کا جلال حرکت میں آجاتا ہے۔ قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی آسائش فراہم کی پھلوں سے لدے ہوئے درخت عطا کئے، خوشنما اور زر و جواہر سے مرصع محلات بنانے کے وسائل پیدا کئے، عقل و شعور سے نوازا لیکن ان کے اوپر عقل نے ایسے پردے ڈال دیئے کہ وہ کفران نعمت کرتے رہے اور اللہ کے فرستادہ نبی کی توقیر کم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، قوم ثمود نے کھلی آنکھوں سے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا خود ہی معجزہ طلب کیا اور خود ہی اس معجزہ کو ختم کرنے کے لئے فساد برپا کیا۔

حضرت صالح کو جان سے مارنے کی سازش کی اور ان کی حکمت و دانائی کی باتوں سے انحراف کیا نہ صرف یہ کہ انہیں جھٹلایا بلکہ دیدہ دلیری سے یہ بھی کہا:

"کہاں ہے وہ عذاب جس کا تم تذکرہ کرتے تھے، لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ڈراوا دیتے تھے۔"

اس واقعہ میں یہ حکمت بھی نظر آتی ہے کہ جب کسی قوم یا بستی پر اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے تو اس بستی اور ان لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

روحانی انسان

روحانیت ایک نادیدہ مربوط علم ہے، نادیدہ سے مراد شعوری حدود سے باہر کا علم ہے۔ جس طرح انسان دنیاوی علوم سیکھ کر تجربہ کرتا ہے اور تجربے کی بنیاد پر نئے نئے فلسفے بنتے ہیں۔ اسی طرح روحانی انسان شعوری حدوں سے گزر کر لاشعور میں داخل ہو کر علم سیکھتا ہے اور مشاہدات کی بنیاد پر اسے یقین حاصل ہوتا ہے۔ ہر انسان کے اندر دیکھنے، سمجھنے اور مفہوم اخذ کرنے کی دو صلاحیتیں ہیں۔ ایک صلاحیت یا ایک طرح کے حواس ہر چیز کو مادی آنکھ کی عینک سے دیکھتے ہیں لیکن دیکھتے اور سمجھتے وقت حواس اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ مادی حواس یا مادی نظر کی اپنی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہے۔

دوسری صلاحیت یا حواس اشیاء کو مادی عینک کے بغیر دیکھتے ہیں۔ معنی اور مفہوم میں بھی مادی حواس کا دخل نہیں ہوتا ہے۔ ہر انسان کے دو وجود یا جسم ہوتے ہیں۔ ایک جسم لمحہ لمحہ، قدم قدم بااختیار ہونے کے زعم میں کہتا ہے میں پانی پیتا ہوں لیکن پیاس نہ لگے تو

پانی نہیں پی سکتا، مجھے نہیں معلوم کہ پیاس کیا ہے بس اتنا جانتا ہوں کہ پیاس ایک تقاضہ ہے جو اطلاع کی صورت میں اپنا احساس دلاتا ہے جب کہ مجھے نہیں معلوم اطلاع کس شئے کا نام ہے اور کہاں سے آتی ہے؟ اگر اطلاع کا دارو مدار مادی جسم یا مادی حواس پر ہے تو سانس ختم ہو جانے کے بعد پیاس کیوں نہیں لگتی؟ بڑے بڑے دانشوروں اور سائنسدانوں کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ ''اس لئے کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے۔'' سوال یہ ہے کہ زندگی کیا ہے؟ جب یہی نہیں معلوم تو زندہ رہنے کا اختیار کس طرح ہے؟ جس عمل یا جس حرکت کو ہم زندگی کہتے ہیں وہ بھی میرے پاس کسی کا دیا ہوا عارضی اختیار ہے۔

ماورائی ذہن

دوسرا جسم محتاج نہیں ہے آزاد ہے دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، فہم وادراک بھی رکھتا ہے۔ جس طرح مادی جسم زمین کو دیکھتا ہے اسی طرح مادے سے آزاد یہ جسم بھی زمین کو دیکھتا ہے لیکن اس کے دیکھنے کی طرزیں میٹریل سسٹم سے الگ ہیں۔

دوسرا جسم (لاشعور) جب زمین کو دیکھتا ہے تو زمین پیپتے کی طرح نظر آتی ہے، گیند کی طرح نظر نہیں آتی، باطنی جسم دیکھتا ہے کہ زمین کے اندر گیس کا ذخیرہ تو ہے لیکن زمین کے اوپر ٹھوس آبادی نہیں ہے۔ زمین ایک اسکرین ہے اور اسکرین پر فلم چل رہی ہے کوئی ایک آدمی بھی اصلی نہیں ہے۔ ہر آدمی اور ہر شئے قلم کا ''عکس'' ہے، پروجیکٹر کہیں اور ہے جس کی عکس ریزی زمینی اسکرین پر نشر ہو رہی ہے جس طرح پروجیکٹر سے روشنی نہ آنے سے فلم کے کردار اسکرین پر نہیں آتے اسی طرح اصل پروجیکٹر سے جب سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو فلم کے مناظر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

لاشعور دیکھتا ہے کہ پیپتے کی طرح زمین پر گول کڑوں کی طرح پہاڑ ہیں، پہاڑوں کے گول چھلوں نے زمین کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے، زمین مسلسل محوری اور طولانی گردش میں ہے اس گردش کو پہاڑ کے گول کڑے کنڑول کرتے ہیں۔ یہ پہاڑ میخوں کی طرح زمین پر گڑے ہوتے ہیں۔

''بھلا کیا نگاہ کرتے اونٹوں کی تخلیق پر اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہے اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی۔''

(سورۃ الغاشیہ: ۱۸۔۲۰)

فلم کے ہر کردار میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی بن رہی ہے، زندگی ٹوٹ بھی رہی ہے، بکھر بھی رہی ہے اور بن بھی رہی ہے، زندگی بننے، بکھرنے اور ٹوٹنے کے عمل میں چھ شعور کام کرتے ہیں۔ ان میں ایک شعور بالکل غیر مستحکم ہے، باقی شعور اس ایک سے زیادہ مستحکم ہیں۔ ہر شئے چاہے وہ ریت کا ذرہ ہی کیوں نہ ہو، شعور رکھتی ہے اور شعور کی گرفت ٹوٹنے سے ختم ہو جاتی ہے،

زندگی مقداروں سے مرکب ہے اور مقداروں کا نظام ایک مکمل اور فعال نظام ہے۔ یہ نظام براہ راست قدرت کے ساتھ وابستہ ہے جب قدرت ناراض ہو جاتی ہے تو نظام ٹوٹ جاتا ہے، نظام توڑنے کے لئے قدرت کیا طریقہ اختیار کرتی ہے یہ اس کا اپنا انتخاب ہے، زلزلے کے ذریعے، آندھی کے ذریعے، پانی کے طوفان کے ذریعے یا چنگھاڑ کے ذریعے۔

دو حروف سے مرکب ایک لفظ اللہ نے بولا عدم میں موجود کائنات نے سنا اور پوری تخلیقات کا ظہور ہو گیا۔ یہ دو حروف ''ک'' ''ن'' ہیں، جن کا مرکب لفظ ''کن'' بن گیا۔ کن کا مطلب ہے ''ہو جا'' یعنی ''کن'' حکم ہے اور حکم کی تعمیل ہے ''فیکون''۔

کائنات کی ہر مخلوق اللہ کے ذہن میں موجود تھی۔ مخلوقات نے جب آواز سنی تو اس میں حرکت پیدا ہو گئی یعنی اس کے اندر توانائی دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں اور ہر نام مکمل تخلیقی صفات کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''علیم'' ہے اور اللہ تعالیٰ علیم ہونے کی حیثیت سے کائنات کی تخلیق سے پہلے بھی کائنات کی تخلیقی فارمولوں کا علم جانتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کائنات مظاہراتی صورت میں نظر کے سامنے آجائے اور کائنات کے اندر بسنے والی مخلوق خود اپنے وجود سے واقف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ''کن'' فرمایا اور کائنات علم کے پردے سے باہر آگئی۔ جیسے ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے نے حرکت کی وسائل بھی بن گئے، کائنات کی تخلیق کا پہلا مرحلہ ''نور'' ہے۔ اللہ نور السموٰت والارض۔ ''اللہ سماوات اور ارض کا نور ہے۔'' پہلے مرحلے میں اللہ کے نور سے روحیں وجود میں آئیں مگر روحوں کو اپنے وجود کا احساس نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی آواز سنائی۔ ''الست بربکم'' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) روحوں نے جواب دیا۔ ''جی ہاں'' پہلی آواز سے روحیں عدم سے وجود میں آئیں، دوسری آواز سے ارواح میں تین نمایاں حواس منتقل ہو گئے۔

یہ تینوں حواس مرکزیت کا سمبل ہیں، کان متوجہ ہوتے ہیں تو آدمی سنتا ہے، نگاہ متوجہ ہوتی ہے تو آدمی دیکھتا ہے، دماغ مخاطب کے کلام کی معنویت پر توجہ دیتا ہے تو آدمی جواب دیتا ہے، آواز سے کائنات میں روحوں کی مرکزیت اللہ بن گئی، ازل میں جب روحوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی تو مخلوق کے اندر سننے کے حواس متحرک ہو گئے، آواز دینے والی ہستی کی طرف روحیں متوجہ ہوئیں تو نظر متحرک ہوئی، دیکھنے کے بعد اپنا اور اللہ کا ادراک ہوا، ادراک کے بعد جب اقرار کیا تو کلام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔

رحم میں بچہ

ایک خاتون نے خواب میں دیکھا کہ ماں کے رحم میں ایک بچہ ہے جو ابھی تخلیق کے بالکل ابتدائی مراحل میں ہے اس کے دونوں کانوں پر ہیڈ فون کی طرح کا آلہ لگا ہوا ہے، ہیڈ فون کے اندر کا حصہ بچے کے کان کے اندر پیوست ہے اس میں لگی ہوئی تار رحم کے اندر دیوار تک تھی۔ حیرت کے ساتھ ساتھ تجسس بھی ہوا کہ اتنا ذرا سا بچہ جو ابھی نامکمل ہے کیا سنتا بھی ہے؟ خاتون نے تجسس کے جذبے سے بچے کے کانوں سے وہ ریسور کھینچ لیا۔ پتہ چلا کہ ہیڈ فون بچے کے کانوں میں بہت مضبوطی سے پیوست ہے۔ بوتل کا رک

کی مانند، یہ ریسیور بچے کے کان سے نکل آئے۔ خاتون نے ایک ریسیور اپنے کان سے لگا لیا تو اس میں سے آواز آ رہی تھی جو نہایت صاف اور نرم لہجے میں تھی وہ آواز تھی:

''میں تمہارا رب ہوں، بہت جلد تمہیں دنیا میں بھیجنے والا ہوں، تمہیں وہاں مقررہ وقت تک ٹھہرنا ہے۔''

بچہ انتہائی محویت کے عالم میں اس آواز کو سن رہا تھا وہ بول نہیں سکتا تھا لیکن آواز کو سن سکتا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا اس آواز کے ذریعے بچے کی زندگی کے ہر ہر لمحے کی ہدایتیں بچے کو مل رہی تھیں، ریسیور بچے کے کانوں سے الگ کرتے ہی بچہ بری طرح سے پریشان ہو گیا جیسے اسے زندگی سے محروم کر دیا گیا ہو وہ رحم مادر میں برق رفتاری سے چکر کاٹنے لگا، جہاں بچہ مقیم تھا وہ ایک تاریک کوٹھری تھی اس کوٹھری کے برابر میں اسی طرح ایک اور نہایت تاریک چھوٹی کوٹھری تھی، ریسیور ہٹنے سے بچہ اتنا زیادہ مضطرب تھا کہ خاتون سے اس کا کرب دیکھا نہ گیا فوراً ریسیور اس کے کان میں دوبارہ لگا دیا بچہ پھر ماں کے رحم میں پہلے کی طرح آرام سے لیٹ گیا اور اسے سکون آ گیا۔

خاتون نے پھر دیکھا کہ بلی کا بچہ اپنی ماں کے رحم میں ہے اس کے کان میں بھی انسان کے بچے کے کان کی طرح ہیڈ فون لگا ہوا ہے۔ خاتون نے اس کا ریسیور ہٹایا تو اس میں سے بلی کے بچے کی زندگی کی ہدایات آ رہی تھیں، ہیڈ فون ہٹاتے ہی بلی کا بچہ اس قدر مضطرب ہو گیا کہ اپنی پوری قوت اور رفتار کے ساتھ رحم کی دونوں تاریک کوٹھریوں میں تیزی سے چکر کاٹنے کے بعد رحم کی دیوار پھاڑ کر آزاد فضاء میں گم ہو گیا۔

حقیقت ابدی دنیا عالم خلق ہے یہاں کوئی شئے شکل و صورت خدوخال کے بغیر موجود نہیں ہے، ہر شئے کی اپنی انفرادیت ہے، انفرادیت کا شعور مادی جسم سے ہے، جس طرح ریگستان لاشمار ریت کے ذرات کا مجموعہ ہے اسی طرح آدم بھی لاشمار خلیوں کا مجموعہ ہے کسی بھی فرد میں جو بھی صفات یا صلاحیتیں ہیں وہ تمام صلاحیتیں آدم کے اندر مجموعی طور پر موجود ہیں، ہر شئے کا باوا آدم اپنی نسل کے انفرادی شعور کو فیڈ کرتا ہے۔ انفرادی شعور ہر عالم ہر گھڑی اپنے مجموعی یا نوعی شعور کے ساتھ منسلک رہتا ہے، نوعی شعور روح کا شعور ہے جس میں ہر نوع کی زندگی کا ریکارڈ ہے۔

کائنات کی حرکت اللہ کی آواز ہے، کائنات ایک گلوب کی طرح ہے، اللہ کی آواز اسی گلوب میں گونجتی ہے۔ یہ گونج ہی حرکت ہے، زندگی کے تمام احکامات آواز ''کن'' میں محفوظ ہیں۔ افزائش نسل کا سلسلہ تعمیل امر ہے اور ''امر'' ریکارڈ شدہ آواز ہے۔

کن کی آواز مسلسل گونج رہی ہے، مختلف اور لاشمار فریکوئنسی کا ذخیرہ ہے۔ یہ ذخیرہ آسمانوں سے اوپر کے مقامات سے نورانی آبشار کی صورت میں ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے، پہلے مرحلے میں وہم دوسرے مرحلے میں خیال، تیسرے مرحلے میں تصور اور چوتھے

مرحلے میں فریکوئنسی مظاہراتی شکل میں منتقل ہو جاتی ہے، گونجار دراصل مقداروں کا مجموعہ ہے، مقداروں میں اعتدال کی صحیح کیفیت مرتب ہوتی ہے، مقداروں میں اعتدال سے ہٹ کر تیزی ابتری پیدا کرتی ہے اور مقداروں میں کمی سے کاہلی اور سستی کا مظاہرہ ہوتا ہے، گونجار کی فریکوئنسی میں انتہائی تیز آندھی، ہوا اور طوفان ہیں گونجار کی بہت زیادہ (Vibration) فریکوئنسی کے اوپر کے جال کے درہم برہم کر دیتی ہے۔ سبک رفتار ''ہوا'' فریکوئنسی کے اعتدال کی علامت ہے۔

حادثے کیوں پیش آتے ہیں

دنیا میں کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آتا ہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو فریکوئنسی کے نظام میں مقداروں کی بے اعتدالی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کائنات ایک سسٹم کے تحت چل رہی ہے۔ ہر فرد کی اپنی اپنی ڈیوٹی ہے کہ اس نظام کو صحیح طریقے سے چلائے، سورج کی اپنی ڈیوٹی ہے چاند کی اپنی ڈیوٹی ہے، ہوا کی اپنی ڈیوٹی ہے، بہتے سمندر اور سبک خرام دریاؤں کی اپنی ڈیوٹی ہے۔

''ان لوگوں کے لئے بے جان زمین ایک نشانی ہے، ہم نے اسے زندگی بخشی اور غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں، ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے پھر کیا یہ شکرادا نہیں کرتے، پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں ان کے لئے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں اور ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند اس کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے، نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے، سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں ان کیلئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پھر ان کے لئے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں، ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں کوئی بھی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور کسی طرح یہ نہ بچائے جا سکیں بس ہماری رحمت ہی ہے جو ان کو پار لگاتی ہے اور وقت خاص تک زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتی ہے۔''

(سورۃ یٰسین: ۳۳۔۴۴)

جب زمین پر بے انصافی، حق تلفی، حسد، لالچ اور اللہ تعالیٰ سے انحراف اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ سسٹم میں اعتدال قائم نہ رہے تو سسٹم ٹوٹ جاتا ہے اور سسٹم کو ختم کرنے کے لئے آندھیاں چلتی ہیں، طوفان آتے ہیں اور برف کی جگہ آگ اور آگ کے مقامات پر برف برستی ہے۔

قوموں کے عروج وزوال اور عذاب وثواب میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون کارفرما ہے کہ قومیں جب تک قدرت کے بنائے ہوئے تخلیقی فارمولوں کے مطابق زندگی گزارتی ہیں، اپنے اور دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرتی ہیں، اپنے وطن اور اپنی زمین سے محبت کرتی ہیں، اللہ کا بنایا ہوا سسٹم بھرپور طریقے سے ان کی مدد کرتا ہے اور جب کوئی قوم قوانین الٰہی سے انحراف کرتی ہے اور قدرت کے کاموں میں دخل اندازی کرتی ہے تو قدرت اس کو سسٹم سے باہر پھینک دیتی ہے۔

زمین اور قدرت کا بنایا ہوا سسٹم تو محفوظ رہتا ہے لیکن آدم زاد ہلاکت کے گہرے گڑھوں میں دفن ہو جاتا ہے، تاریخی شواہد سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ہر دس ہزار سال کے بعد آدم زاد اور اس سے وابستہ دوسری نوعیں سسٹم میں دخل اندازہ کی وجہ سے تباہ ہو جاتی ہیں، پھر غاروں اور پتھروں کے دور سے از سر نو زندگی شروع ہوتی ہے اور دس ہزار سال کے بعد انسان ترقی کے نام پر وہی کچھ کرتا ہے جو اس کے آباؤ اجداد کر چکے ہیں، انسان کی تباہی کے دو بڑے عوامل ہیں۔

۱۔ شرک (دولت پرستی بھی شرک ہے)۔

۲۔ قدرت کے ان کاموں میں دخل اندازی جو قدرت نے اپنے لئے محفوظ کر لئے ہیں۔

آج کے دور میں دولت کے نام پر ترقی ''دولت پرستی'' ہے مادی استحکام کے لئے انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں ہر فنا ہو جانے والی چیز پر ''بھروسہ'' کر لیا گیا ہے، عارضی آسائش وآرام اور زر پرستی زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔

کلوننگ اور اس قبیل کے دوسرے امور براہ راست قدرت کے کاموں میں دخل اندازی ہے جو قدرت کے قائم کردہ سسٹم کو توڑنے کے مترادف ہے، ہوس ملک گیری بھی دولت پرستی کے ضمن میں آتی ہے، دہشت گردی کر کے دوسروں کو مرعوب کرنا اور ان کے اوپر تسلط جمالینا مساوات کے خلاف بغاوت ہے، دنیا کی ہلاکت ہے۔ تاریخ کے آئینہ میں یہ نظر آتا ہے کہ اقوام نے توحید سے انکار کر کے زر وجواہرات کو اہمیت دی ہے۔ خود ساختہ بتوں کی پرستش کی، لوگوں کو ہلاک کر ڈالا یہ جانتے ہوئے بھی کہ دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ یہاں سے چلا جاتا ہے کوئی ایک چیز اس کے ساتھ نہیں جاتی۔ ہر آدمی دنیا سمیٹنے میں لگا ہوا ہے، دولت جمع کرنا محبوب مشغلہ بن گیا ہے اور آخرت کی زندگی سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔

نبیوں سے اختلاف اور ان کی تعلیمات سے انکار قدرت سے انحراف ہے۔ آدمی جب قدرت سے تعلق توڑ کر عارضی دنیا سے رشتہ جوڑ لیتا ہے تو قدرت کا قانون اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

*خود غرضی عام ہو گئی ہے واعظوں نے اللہ کی آیتوں کو کاروبار بنا لیا ہے۔

*ہر آدمی ناصح بن گیا ہے کسی کو اپنی فکر نہیں۔

*کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ سے معاشرہ زہرناک بن گیا ہے۔

*ترقی کے فسوں میں ہر زندہ آدمی بیمار بن کر ہانپ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

لفظ ابراہیم ''اب''اور ''راحم'' سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں ''مہربان باپ''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ''تارح'' کا انتقال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بچپن میں ہو گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش ان کے چچا نے کی، چچا کے تراشے ہوئے بت بادشاہ اور اعلیٰ حکومتی عہدے دار پوجتے تھے اس لئے انہیں ''آدار'' کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ''آدار'' کلدانی زبان میں بڑے پجاری یا معبد کے محافظ کو کہتے ہیں۔ قرآن نے اس کا ذکر آذر کے نام سے کیا ہے چونکہ عربی میں باپ اور چچا کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے قرآن میں آذر کے لئے ''ابیہ'' (اس کا باپ) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کسدیوں کے قدیم شہر ''اور'' (UR) میں ہوئی جو جنوبی عراق میں فرات کے کنارے بابل اور نینوا سے پہلے آباد تھا۔ محل وقوع کے اعتبار سے یہ مقام آج کل ''تل ابیب'' کے نام سے موسوم ہے، اس ملک میں ستارہ پرستی کی جاتی تھی ارواح پرستی بھی ان کے عقائد میں شامل تھی اللہ پر ان کا اعتقاد تھا لیکن ستاروں کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔

تین وقت ستاروں کی پوجا کی جاتی تھی اس قوم کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر ستارے میں ایک روح آباد ہے اور روحیں نیک یا بری ہوتی ہیں۔ بری روحوں کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ نذر و نیاز، چڑھاوے اور بھینٹ دینے سے خوش ہوتی ہیں، نیک روحوں کو خوش کرنے کیلئے رقص و سرور گانا بجانا ان کا معمول تھا، بیسیوں معبود اور بت مندروں میں رکھے تھے، روزی دینے، مینہ برسانے، اولاد دینے، تندرستی عطا کرنے اور مختلف حاجات کے لئے الگ الگ بت تھے۔

برٹش میوزیم اور فلاڈلفیا یونیورسٹی امریکہ کے میوزیم مشترکہ ٹیم نے اس شہر کے آثار دریافت کئے ہیں، وہاں سے ملنے والے کتبات کے مطابق تقریباً پانچ ہزار بتوں کے نام ملے ہیں، ہر شہر کا محافظ ایک خدا تھا جو دوسرے معبودوں سے زیادہ محترم سمجھا جاتا تھا ''اور'' کا خدا چاند دیوتا تھا، شماش (سورج دیوتا) دارالحکومت کا محافظ بت تھا، بادشاہ کو سورج دیوتا کا بیٹا سمجھا جاتا تھا، لوگ اپنی آمدنی کے علاوہ غلہ اور دوسری چیزیں مندر میں نذر کرتے تھے، باغ، مکانات اور زمینیں مندر کے لئے وقف تھیں، پجاری کے فیصلے خدا کے فیصلے سمجھے جاتے تھے۔ بادشاہ کی پرستش کی جاتی تھی اور بارشاہی میں سجدہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے پیشتر بادشاہ وقت نمرود نے خواب دیکھا کہ آسمان میں ایک بڑا اور روشن ستارہ چمک رہا ہے، شاہی نجومیوں نے تعبیر بتائی کہ مملکت میں اس سال ایسا بچہ پیدا ہو گا جو سلطنت کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ بادشاہ نے شاہی فرمان کے ذریعے ملک بھر میں عورت اور مرد کے اختلاط پر پابندی لگا دی اور حکم جاری کیا کہ جو بھی بچہ پیدا ہوا اسے قتل کر دیا جائے۔

روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ''اوشہ'' شہر سے باہر ایک غار میں روپوش ہو گئیں، وہیں آپ کی ولادت ہوئی اور بچپن گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سن شعور کو پہنچے تو ہر طرف بت پرستی اور ستاروں کی پرستش ہو رہی تھی، انہوں نے سوچا کہ پتھر کی مورتیاں میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے اور جس طرح اس کا دل چاہے ناک، کان، آنکھیں اور دیگر

اعضاء تراش لیتا ہے پھر یہ بت مندروں میں چھوٹے سے اونچے چبوترے پر رکھ دیئے جاتے ہیں جہاں بادشاہ اور ارباب اقتدار ان بے جان مورتیوں کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔ انہیں سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات سے بہت زیادہ فکر مند تھے کہ لوگ بے جان مورتیوں اور بے حس و حرکت مجسموں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نور فراست سے نوازا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ بت سنتے نہیں، دیکھتے نہیں اور نہ کسی کی بات کا جواب دیتے ہیں کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایک روز بیٹے نے ماں سے پوچھا؟

''اے ماں تیرا خدا کون ہے؟''

''میرے بیٹے تیرا باپ میرا خدا ہے، جو مجھے کھانے کو دیتا ہے۔'' ماں نے جواب دیا۔

''میرے باپ کا خدا کون ہے؟'' ماں کے جواب سے بیٹے کی تشفی نہیں ہوئی، ماں نے بتایا کہ ''آسمان پر چمکنے والے ستارے تیرے باپ کے خدا ہیں۔'' بیٹا اب بھی اپنی ماں کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا اور اس نے پھر پوچھا: ''ماں ستارہ کون ہے؟''

رات کی تاریکی

''پھر جب رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا۔ یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں، پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

(سورۃ انعام: ۷۷۔۸۰)

جو لوگ اللہ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اللہ ان کے اوپر اپنے راستے کھول دیتے ہیں کے مصداق اللہ تعالیٰ نے مطالعہ فطرت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل کو اپنی جانب منسوب کیا ہے۔ ارشاد ہے:

''پھر ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں عجائبات دکھائے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔''

(سورۃ انعام۔۷۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر تفکر کا پیٹرن متحرک تھا۔ انہوں نے سوچا کہ جو شئے اپنی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کر سکتی، ہل جل نہیں سکتی اس سے یہ امید وابستہ کرنا کہ یہ مجھے فائدہ پہنچائے گی یا کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا باعث بنے گی۔ وقت کا ضیاع ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام خود ساختہ بتوں کو کسی بھی طرح پرستش کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔ وہ تفکر کرتے تھے کہ اتنی بڑی کائنات کا نظام کیسے چل رہا ہے؟ ہر شئے ایک قاعدے اور ضابطے کے ساتھ حرکت میں ہے کون ہے جو مقررہ وقت پر دن طلوع کر دیتا ہے؟ کون ہے جو دن کے اجالے کو رات کی تاریکی میں بدل دیتا ہے؟ وہ ہستی کون ہے جو درختوں پر پھل، پھول اگاتی ہے؟ کون ہے جس کے اشاروں پر کائنات کا ہر فرد کائنات کا ہر جز، اپنے اپنے دائرہ کار میں متحرک ہے؟

یہ کیسا مستحکم نظام ہے کہ کہیں بھی اختلاف واقع نہیں ہوتا اور کوئی نظام دوسرے نظام سے ٹکراتا نہیں ہے۔

باپ بیٹے میں سوال وجواب

آذر کو جب پتہ چلا کہ بیٹا ستاروں کی پرستش اور خود ساختہ خداؤں کے خلاف جذبات رکھتا ہے تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا:

''ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں استفسار کیا۔

''اے میرے باپ! کیوں پوجتا ہے جو چیز نہ سنے، نہ دیکھے نہ کام آوے تیرے کچھ۔''

(سورہ مریم۔۴۲)

''بت تراش آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال سن کر سہم گیا اور حیرت اور استعجاب سے انہیں دیکھنے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوبارہ استفسار پر آذر نے یہ کہا کہ یہ میرے آباؤاجداد کا راستہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''اے میرے باپ! مجھے ایسی بات کا علم ہو گیا ہے جس کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے، ہدایت و بھلائی کی طرف آیئے اور شیطان کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ دیجئے۔ یہ صریح گمراہی ہے۔ آذر نے یہ سنا تو غضب ناک ہو کر بولا:

''ابراہیم میرے معبودوں کا انکار نہ کر یاد رکھ! اگر تو ان باتوں سے باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وحدہٗ لاشریک کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا:

''میں آپ کے تراشیدہ پتھروں کو اپنا معبود نہیں مان سکتا، یہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ میں ان سے کسی قسم کا خوف اور خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں صرف اس ہستی کو معبود مانتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا اور سیدھی راہ دکھائی۔ جو مجھ کو کھلاتا، پلاتا اور رزق دیتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور جو میری زیست اور موت دونوں کا مالک ہے اور اپنی خطاکاری کے سبب جس سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے گا اور میں اس کے حضور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے اللہ! تو مجھ کو فیصلے کی قوت عطا کر اور مجھے نیکوکاروں کی صف میں داخل کر۔

(الشعراء:۷۸۔۸۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جرأت بے باکانہ سے آذر کو شدید دھچکا لگا اور غصے سے ہذیان بکنے لگا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:

''تیری خیر اسی میں ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''میں اپنے اللہ سے آپ کی بخشش کی دعا کرونگا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے، میں آپ کو اور ان بتوں کو جن کو آپ پوجتے ہیں چھوڑ کر اپنے اللہ کو پکارتا ہوں جو مجھے محروم نہیں رکھے گا۔''

ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے دانشمندوں کو جمع کیا اور ان سے چند سوالات کئے۔ آپ نے ان سے پوچھا:

''تمہارے عقیدے کے مطابق ستارے کو اگر ربوبیت اور معبودیت کی قدرت حاصل ہے تو ان میں تغیر کیوں ہوتا ہے؟ یہ جس طرح چمکتے نظر آتے ہیں اسی طرح چمکتے کیوں نہیں رہتے؟ ستاروں کی روشنی کو مہتاب نے کیوں ماند کر دیا ہے؟ اور مہتاب کے رخ روشن کو آفتاب نے کیوں چھپا دیا؟''

''اے قوم! میں ان مشرکانہ عقائد سے عاجز ہوں اور شرک کی زندگی سے بیزار ہوں بلاشبہ میں نے اپنا رخ صرف اسی ایک اللہ کی طرف کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔''

(سورہ انعام۔۸۰)

ستارہ وبت پرست قوم حیران تھی کہ اس روشن دلیل کا کیا جواب دے؟ صدیوں سے باطل خداؤں پر یقین اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ حقیقت کی روشنی ان کے اندر داخل نہیں ہو سکی، وہ جھگڑنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرضی معبودوں کے قہر وغضب اور انتقام سے ڈرانے لگے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی عقل وشعور پر پڑے ہوئے پردوں کو دیکھ کر فرمایا:

''تمہارے پاس گمراہی کے سوا کوئی روشنی موجود نہیں ہے مجھے تمہارے معبودوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ میرا رب جو چاہے گا وہی ظہور میں آئے گا یہ لکڑی اور پتھر سے تراشے ہوئے بت خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تو دوسروں کی حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں؟''

شہر کے باہر ایک مذہبی تہوار میں شہر کی تمام آبادی شریک ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے دیوتا کے ہیکل میں چلے گئے، قوم کا سب سے مقدس دیوتا تمام باطل خداؤں کا سردار مانا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہاں موجود پتھر اور لکڑی سے بنائے گئے دیوتاؤں کے سامنے پھل، کھانوں اور مٹھائیوں کے خوان رکھے ہوئے تھے جو لوگوں نے چڑھاوے کے طور پر ان کو نذر کئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مورتیوں کو مخاطب کر کے کہا:

''یہ سب تمہارے لئے رکھا ہے تم ان کو کھاتے کیوں نہیں؟''

ہیکل میں بڑا بت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ فرمایا:

''میں تم سے مخاطب ہوں۔ تم میری بات کیوں نہیں سنتے؟ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہتھوڑے سے ان کو توڑ دیا اور بڑے بت کے کندھے پر ہتھوڑا رکھ کر واپس چلے گئے۔ لوگ تہوار سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے لکڑی اور پتھر سے بنائے ہوئے معبود منہ کے بل زمین پر گرے ہوئے ہیں۔ کسی کا سر غائب ہے تو کسی کی ٹانگ نہیں ہے اور کسی کے دونوں ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اپنے معبودوں کی یہ درگت دیکھ کر کاہن اور سردار بدحواس ہو گئے اور چیخ و پکار آہ وبکا سے پورا ہیکل لرز گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا۔ ہم نے ابراہیم کی زبانی بتوں کو برا بھلا کہتے سنا ہے، ہو نہ ہو یہ بے ادبی اسی نے کی ہے۔ بادشاہ وقت نمرود تک جب بات پہنچی تو اس نے کاہنوں اور درباریوں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا۔ دربار لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام رعب اور وقار کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے اور شاہی پروٹوکول کو نظر انداز کرتے ہوئے نمرود کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل جہاں صاحب اقتدار لوگوں اور خود نمرود پر بجلی بن کر گرا وہیں اس عمل سے عوام الناس کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جرأت اور حوصلے کی دھاک بیٹھ گئی۔ مذہبی پیشواؤں نے پر رعب آواز میں پوچھا:

''اے ابراہیم! ہمارے بتوں کی توہین کس نے کی ہے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

''ہتھوڑا بڑے بت کے کندھے پر ہے اس سے پوچھو کہ یہ سب کس نے کیا ہے؟''

پجاری ندامت اور شرمندگی سے سر جھکا کر بولے:

''ابراہیم! تو خوب جانتا ہے کہ پتھر کی مورتیاں بولتی نہیں ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''جب یہ بولتے نہیں، حرکت نہیں کر سکتے، اپنا دفاع نہیں کر سکتے، تو تم ان سے نفع پہنچانے کی امید کیوں رکھتے ہو؟ اور نقصان ہونے کا اندیشہ کیوں کرتے ہو؟ تم پر افسوس ہے کہ تم کائنات کے مالک اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کو پوجتے ہو کیا تم عقل و شعور نہیں رکھتے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر بت پرستوں کے عقائد پر ایسی کاری ضرب تھی کہ نمرود نے اپنی خود ساختہ خدائی کو زمیں بوس ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ نمرود چالاک آدمی تھا اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا:

''اے ابراہیم! تو اپنے باپ، دادا کے دین کی مخالفت کیوں کرتا ہے؟ تو ان مقدس بتوں کو معبود ماننے سے کیوں منکر ہے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ ساری کائنات کا تنہا مالک ہے ہم سب اس کی مخلوق ہیں، پتھروں اور لکڑیوں سے بنائے ہوئے بت خدا نہیں ہیں یہ تو اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں، پرستش کے لائق وہ ہستی ہے جو کسی قسم کی احتیاج نہیں رکھتی اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔''

یہ سن کر نمرود بولا:

''اگر میرے علاوہ کوئی رب ہے تو اس کا ایسا وصف بیان کر جس کی قدرت مجھ میں نہ ہو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

"میرا رب موت وحیات پر قادر ہے۔"

نمرود بولا:

"زندگی اور موت تو میرے قبضہ قدرت میں بھی ہے۔"

اس نے ایک قیدی کو جس کو موت کی سزا کا حکم ہو چکا تھا، جان بخشی کر دی اور دربار میں موجود ایک شخص کی گردن مار دینے کا حکم صادر کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا:

"کائنات کا ہر ذرہ میرے رب کا محتاج ہے۔ سورج اس کے حکم سے ہر روز مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا۔"

مذہبی پیشواؤں اور بادشاہ کے عقائد کی تکذیب نے ایوان نمرود میں دراڑیں ڈال دیں۔ ارباب اقتدار نے شور و غوغا بلند کیا کہ ابراہیم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کا مرتکب ہوا ہے اور باپ دادا کے مذہب کو جھٹلاتا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اسے آگ میں پھینک دیا جائے۔

سزا پر عمل درآمد کے لئے ایک جگہ بہت بڑا الاؤ روشن کیا گیا۔ کئی روز تک آگ کو دہکایا گیا یہاں تک کہ آگ کی تپش سے ارد گرد موجود چیزیں خاکستر ہو گئیں۔ پرندوں نے ہوا میں اڑنا چھوڑ دیا، آس پاس کے درخت جھلس کر کوئلہ بن گئے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک منجنیق میں رکھ کر آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں پھینک دیا گیا۔

ابلیسی طرز فکر کے حامل لوگوں نے آگ کو شر اور تخریب میں استعمال کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔ لیکن خالق کائنات نے حکم دیا۔

"اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور آرام بن ابراہیم پر"

(الانبیاء۔۶۹)

اور آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بن گئی۔اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کا حکم ہوا اور وہ شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ہجرت کے وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ ملک شام وہ بابرکت زمین ہے جس کا وعدہ آپ سے اور آپ کی اولاد سے کیا گیا تھا اس لئے اسے ''وعدہ کی زمین'' بھی کہتے ہیں۔

''خداوند نے ابرام سے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نگاہ دوڑا۔ کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دونگا اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے۔اٹھ اور اس ملک کے طول و عرض میں سیر کر کیونکہ میں اسے تجھے دوں گا اور ابرام نے اپنا ڈیرہ اٹھا لیا اور حبرون میں جا کر رہنے لگا اور وہاں خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بنائی۔''

عہد نامہ قدیم و جدید۔کتاب باب پیدائش۔باب ۱۳۔آیت ۱۴۔۱۸)

حام بن نوح کی اولاد میں سے بنی کنعان کے لوگ اس علاقے میں آباد تھے،اس بناء پر یہ علاقہ کنعان کہلاتا تھا۔آپ نے یہاں دو مقامات پر قربان گاہیں بنوائیں ان میں سے ایک ''سکم''(موجودہ نابلس) کے مقام پر تھی اور دوسری قربان گاہ ''بیت ایل'' میں تعمیر کی گئی۔روایت کے مطابق شام کے بادشاہ کی لڑکی سے آپ کی شادی ہو گئی اور جب کنعان کے پورے علاقے میں زبردست قحط پڑا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قریبی زرعی ملک مصر کی طرف ہجرت کی۔ مصر میں ہیکسوس فراعنہ کا دور تھا، پیشہ کے اعتبار سے یہ چرواہے تھے اور سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔سامی بادشاہ کو جب ایک سامی النسل خاندان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے بہت آؤ بھگت کی اور اپنے قدیم خاندان سے تعلق استوار کرنے کے لئے بی بی سارہ سے نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن جب اسے پتہ چلا کہ بی بی سارہ شادی شدہ ہیں تو اسے افسوس ہوا اور اس نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے تعلق استوار کر لیا اور بہت سامال اور مویشی بھی آپ کے ہمراہ کر دیئے۔

حضرت ہاجرہؓ

ہاجرہ اصل میں عبرانی لفظ ''ہاغاز'' ہے جس کے معنی ''بے گانہ'' ''اجنبی'' اور ''جدا ہونے والے'' کے ہیں۔کنعان شام میں قحط کے آثار ختم ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ سارہ، بھتیجے لوطؑ اور حضرت ہاجرہؓ کے ساتھ مصر سے شام واپس آ گئے۔

حضرت لوطؑ

شاہ مصر نے بیل، گائے، بکریوں کے ریوڑ اور بہت سے غلام اور کنیزیں آپ کو ہدیہ کی تھیں وسائل کی فراوانی اور مویشیوں کی کثرت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوطؑ کو بہت سارے مویشی اور مال واسباب دے کر حق اور وحدانیت کے مشن کو پھیلانے کیلئے روانہ کردیا۔ حضرت لوطؑ نے دریائے اردن کے کنارے ''سدوم'' اور ''عمورہ'' کی بستیوں کے قریب قیام کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت ایل چھوڑ کر حبرون کے علاقے میں چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۸۵ سال کے تھے لیکن ابھی تک لاولد تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں صاحب اولاد ہونے کی دعا کی:

''اے میرے رب! بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔''

(سورۃ الصٰفٰت۔۱۰۰)

اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے دُعا قبول فرمائی۔

اشموئیلؑ

''پھر ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔''

(سورۃ الصٰفٰت۔۱۰۱)

حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام عبرانی زبان میں اشموئیل رکھا جو بعد میں کثرت استعمال سے اسمٰعیل ہو گیا۔ حضرت اسمٰعیل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت پیار تھا وہ ذرا سی دیر کے لئے بھی انہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے، گود میں لئے رہتے تھے اور اپنے کندھوں پر بٹھاتے تھے۔ یہ بات حضرت سارہ کی برداشت سے باہر تھی۔ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہؓ کا اختلاف ختم کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت کوشش کی مگر دونوں بیگمات میں ذہنی ہم آہنگی نہیں ہوئی۔

وادی ام القریٰ

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بی بی ہاجرہؓ اور اکلوتے بیٹے کو لے کر مکے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جب آپ وادی ام القریٰ میں پہنچے تو ماں بیٹے کو وہاں چھوڑ دیا۔ قرآن حکیم نے اس مقام کو ''وادی غیر ذی زرع'' کہا ہے بنجر اور پتھریلی زمین میں کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ رکھ کر کچھ کہے سنے بغیر واپس جانے لگے تو بی بی ہاجرہؓ نے بے قراری سے پوچھا:

''اے اللہ کے مقرب بندے! آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''اللہ کے سہارے۔''

بی بی ہاجرہؓ نے پوچھا: ''کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''ہاں''

پاک باطن خاتون حضرت ہاجرہؓ بولیں:

''آپ تشریف لے جائیں، بے شک اللہ ہمارا کفیل ہے، وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔''

مشکیزہ کا پانی اور کھجوریں ختم ہو گئیں تو شیر خوار بچہ بھوک اور پیاس سے رونے لگا، جنگل بیابان میں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہیں تھا، بی بی ہاجرہؓ دوڑتی ہوئی قریبی پہاڑی پر گئیں کہ شاید پانی مل جائے مگر خشک پتھروں کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا، بچے کی تنہائی کا خیال آیا تو بھاگ کر نیچے واپس آئیں، شیر خوار بچہ بھوک کی شدت سے بلک رہا تھا۔ حضرت ہاجرہؓ بھی کئی وقت سے بھوکی، پیاسی تھیں کمزوری کی وجہ سے چلنا دشوار ہو رہا تھا لیکن بے قرار ہو کر دوسری طرف کی پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ شاید آس پاس کسی آبادی کا نشان ملے یا کوئی قافلہ گزرتا ہوا نظر آ جائے دور پاس ہر طرف ریت کے اڑتے ہوئے بگولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہاں سے پلٹ کر پھر بچے کے پاس آئیں۔ اسمٰعیل رو رہا تھا، حضرت ہاجرہؓ پھر دل گرفتہ ہو کر پہاڑی کی طرف بھاگتی ہوئی گئیں۔ حضرت ہاجرہؓ نے بے قراری کے عالم میں دونوں پہاڑیوں کے مابین سات چکر کاٹے لیکن پانی نہیں ملا تو ساتویں مرتبہ حضرت ہاجرہؓ واپس آئیں تو دیکھا جس جگہ بچہ روتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں شفاف پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔[1]

زم زم

حضرت ہاجرہؓ نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو بھی پانی پلایا پانی تیزی سے پھیل رہا تھا، حضرت ہاجرہؓ نے پتھر اور مٹی سے پانی کے گرد منڈیر بنا دی تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ چند دنوں بعد اس طرف سے ایک قافلہ گزرا ریگستان میں پانی دیکھ کر بنو

---

[1] (یہ روایات بھی ملتی ہے کہ آخری مرتبہ جب پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپؓ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں تو آواز آئی ''ہاجرہ اپنے مقام کی طرف آؤ'۔ آپؓ نے آکر دیکھا کہ بچے کے قریب ایک شخص موجود ہے اس نے اپنا تعارف کرایا ''میرا نام جبرائیل ہے، میں اللہ کا مقرب فرشتہ ہوں، اللہ نے آپ کی مدد کے لئے مجھے بھیجا ہے'' حضرت جبرائیلؑ نے زمین پر اپنا پر مارا اٹھنڈے، میٹھے اور شفاف پانی کا چشمہ زمین سے ابلنے لگا۔)

جرہم کا قافلہ رک گیا۔ حضرت ہاجرہؓ سے پانی استعمال کرنے اور قیام کرنے کی اجازت لی اور اشیائے خورد و نوش کی صورت میں معاوضہ ادا کیا۔

قبیلے کے لوگوں نے یہاں مکان بنا لئے قافلے گذرتے تو آبادی دیکھ کر یہاں پڑاؤ ڈال لیتے رفتہ رفتہ یہ جگہ آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگرچہ فلسطین میں مقیم تھے لیکن بیوی بچے سے ملاقات کے لئے وقتاً فوقتاً مکہ آتے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر جب ۱۳ سال کی ہوئی تو ختنہ کا حکم نازل ہوا۔

''اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانوگے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے فرزند نرینہ کا ختنہ کرے۔''

(پیدائش باب ۱۷۔ آیت۔ ۱۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال تھی۔ آپ کو خواب میں حکم ملا کہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے لخت جگر کو سنایا، حضرت اسمٰعیلؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں سر جھکا دیا۔

امت مسلمہ کے لئے یادگار عمل

تاریخ شاہد ہے کہ تسلیم و رضا، تابعداری اور فرمانبرداری کا یہ عملی نمونہ امت مسلمہ کے لئے یادگار بنا دیا گیا ہے۔ جس وقت قربانی کا حکم ملا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا عملی اقدام بارگاہ رب العزت میں قبول ہوا۔

''اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو، بیشک یہ روشن جانچ تھی اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کو بڑا اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلی خلق میں سلام ہے ابراہیم پر، ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحٰق کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں۔''

(سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۴۔ ۱۱۲)

آیت مقدسہ میں تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزمائش میں جب پورے اترے تو اللہ نے انہیں انعام واکرام سے نوازا، قربانی کی سنت نہ صرف یہ کہ رہتی دنیا میں جاری کر دی گئی بلکہ اکلوتے بیٹے کو اللہ کیلئے قربان کر دینے کا جذبہ اس قدر پسند آیا کہ دوسرے بیٹے کی ولادت اور منصب نبوت پر ان کی سرفرازی کی خوشخبری بھی اللہ نے دی۔

بیت اللہ کی تعمیر کا حکم

''یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لئے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اونٹوں پر سوار آئیں۔''

(الحج:۲۶۔۲۷)

آپ نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی اور حضرت اسمٰعیل آپ کے معاون تھے۔ خانہ کعبہ کی دیواریں جب اس حد تک اونچی ہو گئیں کہ مزید تعمیر کے لئے پاڑ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام مکمل کیا گیا۔ یہی پتھر ''مقام ابراہیم'' کے نام سے آج بھی کعبہ شریف میں موجود ہے۔

حضرت اسحٰق کی پیدائش

حضرت اسحٰق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند اور حضرت اسمٰعیلؑ کے چھوٹے بھائی تھے، حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کی خوشخبری جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سنائی گئی اس وقت آپ کی عمر سو(۱۰۰) سال تھی اور حضرت سارہؓ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی۔ قرآن پاک میں بشارت سے متعلق واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتوں کی جماعت سدوم کی آبادی کی طرف جانے سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت سخی اور مہمان نواز تھے۔ انہوں نے آنے والوں کے لئے دستر خوان پر بھنا ہوا گوشت رکھا لیکن مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فکر ہوئی کہ یہ کون لوگ ہیں؟

فرشتوں نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہؓ کو حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کی بشارت دی۔ فرشتوں کی زبانی بشارت سن کر انہیں حیرت ہوئی کہ:

آخری عمر میں بانجھ عورت کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت سارہؓ کی حیرت دیکھ کر فرشتوں نے کہا:

''وہ بولے یوں ہی کہا۔ تیرے رب نے وہ جو ہے وہ ہی ہے حکمت والا خبر دار۔''

(الذریٰت۔۳۰)

اسحٰق اصل تلفظ کے اعتبار سے ''یضحق'' ہے۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''ہنستا ہوا''۔

مکفیلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین شادیاں کیں، پہلی بیوی حضرت سارہؓ سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔ حضرت اسحٰق بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ ہیں۔ انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت اسحٰق سے قائم ہوا۔ دوسری بیوی حضرت ہاجرہؓ تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ نسب حضرت اسمٰعیلؑ سے جا ملتا ہے۔

حضرت سارہؓ نے کنعان (حبرون) میں ۱۲۷ برس کی عمر میں وفات پائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خبطی قوم کے ایک فرد عفرون بن صحر سے مکفیلہ نامی غار اور اس سے متصل کھیت چاندی کے چار سو مثقال میں خریدا اور اپنی بیوی حضرت سارہؓ کو اس میں دفن کر دیا۔ حضرت سارہؓ کی وفات کے بعد تیسری بیوی حضرت قطورہؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔

حضرت قطورہؓ کی اولاد سے حضرت شعیبؑ کا سلسلہ قائم ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طبعی عمر ۱۷۵ سال بیان کی جاتی ہے آپ مکفیلہ غار میں حضرت سارہؓ کے پہلو میں دفن ہیں، حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق دونوں بیٹے آپ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔

کائنات اور مظاہر قدرت میں تفکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شعار تھا۔ قرآن میں جہاں سورۃ انعام میں حق کی تلاش میں سورج، چاند اور ستاروں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تفکر کا تذکرہ موجود ہے وہیں سورۃ بقرہ میں مظاہرات کے پس پردہ کام کرنے والی حقیقت کا پتہ چلانے کیلئے اور شئے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے تفکر اور مشاہدہ کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

''اے رب! دکھا مجھ کو کیوں کر زندہ کرے گا تو مردے؟''

فرمایا: ''کیا تو نے یقین نہیں کیا؟''۔ فرمایا:

''کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو۔''

حکم ہوا کہ چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے اور پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے۔ پیروں سے دوڑے اور جان لے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(البقرہ۔۲۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہدایت کے مطابق عمل کیا اور حکمت تخلیق آشکار ہوگئی، چاروں پرندے اپنے اپنے پیکر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچ گئے۔ جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی اولاد اور ان کی زوجہ سے صادر ہونے والے اعمال کو آنے والی نسلوں کے لئے سنت بنادیا گیا۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی، حج کے وقت "رمی" یعنی شیطان کو کنکر مارنا، زیارت کعبہ اور عمرہ میں صفاومروہ کے درمیان "سعی" شعائر اللہ ہے۔

حکمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کائنات میں تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے فرستادہ بندے کس طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں اور اس طرز فکر کے تحت ان سے کس قسم کے اعمال صادر ہوتے ہیں اور یہ کہ پیغمبرانہ طرز فکر کے تحت کئے گئے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ حکم کی بجاآوری ان کا نصب العین ہوتا ہے، ہر حال میں شکر ادا کرنا ان کا طریق ہے، تفکر ان کا شعار بن جاتا ہے اور قربت الٰہی کا تصور ان کے اندر حق الیقین کا درجہ اس طرح حاصل کرلیتا ہے کہ وہ ہر لمحہ اللہ کو خود پر محیط دیکھتے ہیں، قرآن میں بیان کردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تمام تجربات، مشاہدات اور محسوسات کا ماخذ ذہن ہے۔

جتنی ایجادات انسان سے صادر ہوتی ہیں وہ بھی ذہنی کاوش سے باہر نہیں ہیں، غور وفکر کرنے سے انسان کے ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور کسی کلیہ یا کسی نئے علم کا انکشاف ہوتا ہے۔

انسان کے اندر انسان

نفس ودماغ سے متعلق روز افزوں انکشاف سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ انسان کا وجود دو حصوں میں تقسیم ہے ایک حصہ اس کی خارجی دنیا ہے اور دوسرا حصہ اس کے داخل میں واقع ہونے والی تحریکات ہیں۔ انسانی نفس کے یہ دونوں حصے ایک دوسرے سے گہرا رشتہ رکھتے ہیں، یہ بات بہر حال مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان صرف جسمانی حرکات اور خارجی کیفیات کا نام نہیں ہے۔ انسان کے اندر مادی تحریکات سے آزاد ایک اور انسان ہے اور اس حقیقی انسان سے ہی تمام خیالات وافکار بندھے ہوئے ہیں۔ اہل روحانیت نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر آدمی اپنے قلب اپنے من کے اندر سفر کرے تو اس کے اوپر اصل انسان یعنی روح کی قوتوں کا انکشاف ہوجاتا ہے۔

قرآن کریم اور آسمانی صحائف نے انسان کی غیر معمولی صفات کا تذکرہ کیا ہے کتب سماوی کے مطابق انسان بظاہر گوشت پوست سے مرکب ہے لیکن اس کے اندر ایسی انرجی یا ایسا جوہر کام کررہا ہے جو خالق کی صفات کا عکس ہے انسانی صلاحیتوں کا اصل رخ اس وقت

حرکت میں آتا ہے جب روحانی حواس متحرک ہو جاتے ہیں۔ یہ حواس ادراک و مشاہدات کے دروازے کھولتے ہیں جو عام طور سے بند رہتے ہیں انہی حواس سے انسان آسمانوں اور کہکشانی نظاموں میں داخل ہوتا ہے، غیبی مخلوقات اور فرشتوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے اور مظاہر کے پس پردہ حقائق اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام، انبیائے کرام اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور ان کے وارث اولیاء اللہ کی طرز فکر کے مطابق انسان زندگی گزارتا ہے۔

قانون یہ ہے کہ جب ہم کسی چیز کی طرف دیکھتے ہیں تو اس چیز سے خارج ہونے والی روشنیاں آنکھوں کے ذریعے دماغ کے معلوماتی ذخیرہ تک پہنچتی ہیں، ہم جس عمل کو دیکھنا کہتے ہیں دراصل ہمارا داخلی علم ہے۔ داخلی علم میں کسی جسمانی حرکت کو دخل نہیں، مشاہدات یعنی داخلی علم میں مادی اعضاء معطل رہتے ہیں، ہم جو کچھ دیکھتے ہیں "انا" کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔ انا ہی کا جسم روح مثالی ہے یہی جسم خواب میں چلتا پھرتا اور سارے کام کرتا ہے۔ خواب میں جو جسم کام کرتا ہے اس کا عمل مثبت طرز عمل کا عکس ہے، اعمال کی دو قسمیں ہیں ایک قسم ان اعمال کی جو بغیر خاکی جسم کے انجام پاتے ہیں جیسے خواب کے اعمال۔ دوسرے قسم کے اعمال وہ ہیں جو ہم بیداری میں خاکی جسم کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ ان اعمال کی ابتداء بھی ذہنی تحریکات سے ہوتی ہے یعنی ذہن کی رہنمائی کے بغیر خاکی جسم ہلکی سے ہلکی جنبش نہیں کر سکتا گویا داخلی تحریکات ہی زندگی کے اصل اعمال ہیں۔

کیفیات کا ریکارڈ

"انا" ہماری تمام اندرونی کیفیات کا ریکارڈ ہے۔ انبیائے کرام کی تعلیمات میں جس انا کی وضاحت کی گئی ہے اس کا تذکرہ قرآن پاک میں کئی جگہ موجود ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ میرا رب کون ہے؟ کہاں ہے؟ اور اس تجسس میں ان کا ذہن ستارہ، چاند اور سورج کی طرف منتقل ہوا۔

"اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، فرمایا یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے قوم! بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی، آپ نے فرمایا تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا اور ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم کے گھیرے میں لئے ہوئے ہے،

کیا تم پھر خیال نہیں کرتے اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو جماعتوں میں سے امن کے زیادہ مستحق کون ہیں ؟ اگر تم خبر رکھتے ہو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ ہدایت پر چل رہے ہیں یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں رتبہ میں بڑھا دیتے ہیں، بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔''

(سورۃ انعام: ۶: ۷۶۔۸۴)

تجدید زندگی

دنیا کا ہر انسان جانتا ہے کہ زندگی کی تجدید ہر لمحہ ہوتی رہتی ہے اس تجدید کے ظاہری وسائل ہوا، پانی اور غذا ہیں لیکن انسانی جسم پر ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب ہوا پانی اور غذا زندگی کی تجدید نہیں کر سکتے، مادی دنیا میں ایسی حالت کو موت کہتے ہیں جب موت وارد ہو جاتی ہے تو کسی طرح کی ہوا، کسی طرح کا پانی اور کسی طرح کی غذا آدمی کی زندگی کو بحال نہیں کر سکتی۔ اگر ہوا، پانی اور غذا ہی انسانی زندگی کا سبب ہوتے تو کسی مردہ جسم کو ان چیزوں کے ذریعے زندہ کرنا ناممکن نہ ہوتا۔ اب یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا سبب ہوا، پانی اور غذا نہیں بلکہ کچھ اور ہے اور اس سبب کی وضاحت قرآن پاک کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کو دو قسموں پر پیدا کیا۔''

(سورۃ یٰسین۔۳۶)

نیند آدھی زندگی ہے

اس آیت کی روشنی میں زندگی کے اسباب ایک طرف شعوری اسباب ہیں اور دوسری طرف لاشعوری اسباب ہیں، ایک سبب غیر رب کی نفی ہے جو زندگی کو بحال رکھنے کے لئے جزو اعظم ہے، انسان شخص اکبر کے ارادے کے تحت اس امر کی تعمیل کرنے پر مجبور ہے۔ جب ہم آدمی کی پوری زندگی کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا نصف لاشعور ہے اور نصف شعور کے زیر اثر ہے۔ پیدائش کے بعد انسانی عمر کا ایک حصہ قطعی غیر شعوری حالت میں گزرتا ہے پھر ہم تمام زندگی میں نیند کا وقفہ شمار کریں تو وہ عمر کی ایک تہائی سے زیادہ ہوتا ہے اگر غیر شعوری عمر اور نیند کے وقفے ایک جگہ کئے جائیں تو پوری عمر کا نصف ہوں گے اور یہ وہ نصف ہے جس کو انسان لاشعور کے زیر اثر بسر کرتا ہے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں ہوا جس نے قدرت کے قانون کو توڑ دیا ہو۔

چنانچہ ہم زندگی کے دو حصوں کو لاشعوری اور شعوری زندگی کے نام سے جانتے ہیں۔یہی زندگی کی دو قسمیں ہیں،لاشعوری زندگی کا حصہ لازماً غیر رب کی نفی کرتا ہے اور اس نفی کا حاصل اسے غیر ارادی طور پر جسمانی بیداری کی شکل میں ملتا ہے،اب اگر کوئی شخص لاشعور کے زیر اثر زندگی کے وقفوں میں اضافہ کر دے تو اسے روحانی بیداری میسر آسکتی ہے اس اصول کو قرآن پاک نے سورۃ مزمل میں بیان فرمایا ہے:

''اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات (کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو یا نصف سے کسی قدر بڑھا دو اور قرآن خوب صاف صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو) ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیاوی بھی اور دنیوی بھی) اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔''

(سورۃ مزمل:۱۔۹)

متذکرہ بالا آیات کی رو سے جس طرح جسمانی توانائی کے لئے انسان غیر شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے کا پابند ہے اسی طرح روحانی بیداری کے لئے شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنا ضروری ہے،سورۃ مزمل شریف کی مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہی قانون بیان فرمایا ہے جس طرح غیر شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے سے جسمانی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے اسی طرح شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے سے روحانی زندگی حاصل ہوتی ہے۔''

(لوح و قلم)

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

یقین اسے کہتے ہیں جو کسی بھی طرح متزلزل نہ ہو۔یقین دین کی اساس ہے۔مشاہدات اور مراتب کے لحاظ سے اس کے تین درجے ہیں۔

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

اگر کسی شئے کے علم کے بارے میں دلیل و برہان کے ذریعے اس حد تک یقین ہو جائے کہ تردد نہ رہے تو اسے علم الیقین کہتے ہیں۔

اگر یہ علم دلیل و برہان سے گزر کر مشاہدہ بن جائے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں۔ اگر علم کی حقیقت سامنے آجائے اور بلا کم و کاست حقیقت شئے یا شئے کی تہہ کا علم ہو جائے تو اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

مثلاً میں نے کہا انگور، اور انگور کی تعریف بھی بیان کر دی تو آپ نے یقین کر لیا تو یہ علم، علم الیقین ہے۔

آپ نے پہاڑ پر یا باغ میں جا کر انگور کی بیل پر انگور کے خوشے دیکھ لئے اس کا الگ ذائقہ بھی چکھ لیا، خوشبو سونگھ لی یہ عین الیقین ہے۔ آپ نے یہ علم حاصل کر لیا کہ انگور کی بیل میں انگور کیوں لگتے ہیں؟ زمین میں سے انگور میں مخصوص مٹھاس، کھٹاس، ذائقہ میں قدرت کے کون سے فارمولے کام کر رہے ہیں تو یہ حق الیقین ہے۔

دوسری مثال:

میں نے کہا، آپ نے سنا ''آدمی''۔ میری بات کا آپ نے یقین کر لیا یہ علم الیقین ہے۔ آدمی کی خصوصیات کا علم ہو گیا اور آدمی کی تعریف معہ اس کی صلاحیتوں کے آپ کے سامنے بیان کر دی گئی اور آپ کے شعور نے اسے قبول کر لیا تو یہ علم عین الیقین ہے۔ اگر آدمی کے تخلیق راز و نیاز، حیات و ممات کی قدریں اور اللہ کے وہ رموز جو اللہ نے انسان کی روح میں مخفی کر دیئے ہیں اور جن سے آدم کو واقف کر دیا گیا ہے اس کا علم حاصل ہو جائے تو اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

آئینہ کی مثال

ایک شخص آئینہ دیکھتا ہے۔ آئینہ میں اس کا عکس نظر آتا ہے مگر وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ میرے سامنے مجھ جیسا ایک انسان ہے تو یہ حالت علم الیقین ہے۔ اگر دیکھنے والے کو یہ یقین ہے کہ اپنا ہی عکس دیکھ رہا ہوں لیکن وہ اپنی آئینہ کی حقیقت سے ناواقف ہے تو یہ حالت عین الیقین ہے۔ اگر دیکھنے والا اپنی، آئینہ کی اور عکس کی حقیقت جانتا ہے تو یہ حالت حق الیقین ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق کی اشیاء کی جستجو اور تحقیق کا طبعی ذوق تھا اور وہ ہر چیز کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، تحقیق اور ریسرچ ان کی زندگی کا خاص مقصد تھا، وہ تحقیق کے ذریعے اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ اسی ذوق، ریسرچ اور تحقیق کے جذبے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت کے بعد زندگی یعنی مر جانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق اللہ کے حضور سوال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ابراہیم! کیا تم اس مسئلے پر یقین نہیں رکھتے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً عرض کیا:

''میں بلاتوقف اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ قادر مطلق ہیں، آپ سب کچھ کر سکتے ہیں، میرا سوال اس لئے ہے کہ میں علم الیقین کے ساتھ عین الیقین اور حق الیقین کا خواستگار ہوں۔ میری تمنا ہے کہ ''اے میرے رب! تو مجھے آنکھوں سے مشاہدہ کرادے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''چند پرندے لے لو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سامنے والے پہاڑ پر ڈال دو اور پھر فاصلے پر کھڑے ہو کر انہیں پکارو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو آواز دی تو ان سب کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی شکل میں آ گئے۔

چار پرندے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا؟''

کہا: ''کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟''۔ کہا: ''کیوں نہیں لیکن دلی اطمینان چاہتا ہوں۔''

کہا: ''پس چار پرندے لے پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کر پھر رکھ دے ہر ہر پہاڑوں پر ان کے جز ڈال کر۔ پھر ان کو بلا، وہ آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور تو یہ جان لے۔ بے شک اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔''

(سورۃ بقرہ۔ ۲۶۰)

اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عرض کرنا کہ ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان کے لئے یہ سوال کرتا ہوں، کا مفہوم یہ ہے کہ دل کے اطمینان کیلئے یقین (مشاہدہ) ضروری ہے۔

''اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے، کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

(سورۃ الحجرات۔ ۱۴)

قلب کی نگاہ

کلام الٰہی کے مطابق یقین اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ مشاہدہ نہ ہو۔ دل شعور کا مرکز ہے، قلبی حواس دونوں رخوں میں کام کرتے ہیں، قلب کی نگاہ غیب میں بھی دیکھتی ہے اور ایک قدم نیچے اتر کر مادی دنیا میں بھی دیکھتی ہے۔ جب بندہ کسی شئے کو غیب اور حضور دونوں میں دیکھ لیتا ہے تو اسے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ پیغمبر کو اللہ کی جانب سے خصوصی علوم منتقل ہوتے ہیں ان علوم میں مردوں کو زندہ کرنے کے علوم بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا خالق ہے جو اول بار بھی پیدا کرتا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ علم الیقین کا تعلق روحانی شعور سے ہے، جب بندہ اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو روحانی شعور پس پردہ کام کرتا ہے اور روحانی شعور کے ساتھ ساتھ انفرادی شعور (عقل) ہر شئے کو علمی سطح کے ساتھ ساتھ عملی سطح پر بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ انفرادی عقل و شعور اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک کسی شئے کو خدوخال کے ساتھ ظاہری حواس میں نہ دیکھ لے۔

مردے کو زندہ کرنے کے عملی تجربے میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ پہلے چار پرندے پکڑ کر پال لو اور اپنے سے اچھی طرح مانوس کر لو تا کہ وہ تمہیں اچھی طرح پہچان لیں اور جب تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری آواز پہچان کر تمہاری جانب اڑ کر آ جائیں، پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ اس فرد کا نام ہے۔ ہر فرد یا شئے کا نام اس کی مخصوص شخصیت و کردار کا احاطہ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سینکڑوں اور ہزاروں میں اس کا نام پکارا جاتا ہے تو وہ خود کو پہچان لیتا ہے۔ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ جب پرندے تم سے اچھی طرح مانوس ہو جائیں تمہارے اور پرندوں کے درمیان انس و محبت کا رشتہ قائم ہو جائے تب انہیں ذبح کر دو اور ذبح کر کے ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور الگ الگ پہاڑوں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دو، پھر انہیں ان کے نام سے پکارو جیسے تم ان کو زندگی میں پیار سے بلاتے تھے، مرنے کے بعد بھی جب تم انہیں اسی طرح پکارو گے تو وہ تمہاری طرف دوڑے ہوئے چلے آئیں گے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد پرندوں کے حواس بھی ختم ہو گئے تھے، یہاں تک کہ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے اور جسم کے وہ آلات جن کے ذریعے وہ دیکھتے، سنتے اور سمجھتے تھے توڑ دیئے گئے تھے، پھر مادی وجود کے ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد پرندوں کا وہ کون سا جسم ہے جو مادی حواس کی طرح حواس رکھتا ہے۔ جب انہیں ان کے نام سے پکارا گیا تو وہ فوراً آواز پر چلے آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر پرندوں کو پال کر اپنے سے مانوس کر لیا۔ یہ انسیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پرندوں کے درمیان باہمی ربط بن گئی۔ یہ انسیت روح میں واقع ہوئی پرندوں کی روح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کی مخصوص

لہروں سے واقف تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرندوں کو آواز دی تو پرندوں کی روح آپ کی طرف متوجہ ہو گئی اور پرندے پیروں سے چلتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو گئے۔

اعلیٰ اور اسفل حواس

قرآن پاک میں ہے:

اعلیٰ اور اسفل حواس یعنی زندگی کے تمام اعمال کا ریکارڈ ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ازل تا ابد پورا کائناتی نظام اللہ کی بنائی ہوئی فلم ہے، ازل میں موجود یہ ریکارڈ (Film) ہے جو عالم ارواح، عالم برزخ اور عالم ناسوت میں مظاہر بن رہا ہے، ہر عالم ایک اسکرین کی طرح ہے۔ اسکرین پر فلم کا مظاہرہ ہوتا ہے تو دنیا کی ہماہمی اور گہما گہمی ہمیں نظر آتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرندوں کے ساتھ شکست وریخت کا جو عمل کیا اس سے پرندوں کا جسمانی نظام بکھر گیا لیکن پرندوں کی زندگی کا اول و آخر ریکارڈ موجود رہا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے پرندوں کے الگ الگ اعضاء کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا تو ریکارڈ شدہ نظام بحال ہو گیا اور پرندے زندہ ہو گئے۔ مرنے کے بعد جی اٹھنے کا تکوینی قانون بھی یہی ہے کہ اللہ کے حکم سے درہم برہم سسٹم ''ریکارڈ'' کے مطابق بحال ہو جائے گا۔ یہ جو کچھ ہم نے عالم ناسوت میں کیا ہے وہ سب ریکارڈ ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ ریکارڈ (فلم) دوبارہ ڈسپلے ہو جائے گا تو ہاتھ، پیر، آنکھ خود گواہی دیں گے کہ ہم نے اچھے یا برے اعمال کئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت اسماعیل علیہ السلام

"اے رب! مجھے نیک صالح لڑکا عطا کر۔"

خالق کائنات اللہ نے دعا قبول فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس تھی۔

"اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا۔ اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔"

(توریت: باب پیدائش)

حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی سارہؑ مغموم رہنے لگیں۔ حضرت سارہؑ نے اصرار کیا کہ ماں بیٹے کو الگ کر دیں۔ اللہ احکم الحاکمین نے فرمایا ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کو عرب کے ریگستان میں چھوڑ

دے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو اس جگہ لے آئے جہاں کعبہ ہے۔ اس زمانے میں یہ جگہ بالکل غیر آباد تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی نگاہوں سے جب دونوں ماں بیٹا اوجھل ہو گئے تو آپ نے ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا:

''اے ہمارے رب! میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں، تیرے ادب والے گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھے صلوٰۃ تو رکھ بعض لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف اور روزی دے ان کو پھلوں سے تاکہ یہ شکر کریں۔''

(سورۃ ابراہیم:۳۷)

صفا مروہ

چند روز میں مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا اور کھجوریں ختم ہو گئیں۔ پہلے دودھ اترنا کم ہوا اور پھر ختم ہو گیا۔ بچے نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ بی بی ہاجرہؑ نے پانی کی تلاش شروع کر دی۔ قریب کی پہاڑی ''صفا'' پر گئیں مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ واپس وادی میں آ کر بھوک سے بلکتے بچے پر ایک نظر ڈالی اور دوسری جانب کی ''مروہ'' پر چڑھ گئیں۔ بچے کے پاس پھر پلٹ کر آئیں اسے روتا دیکھ کر بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور دوبارہ صفا کی طرف بھاگتی ہوئی گئیں۔ اس طرح آپ نے سات چکر لگائے۔ ماں تا کا جذبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوا اور حضرت ہاجرہؑ کا یہ عمل قیامت تک جاری کر دیا گیا کہ اللہ کی زیارت کے لئے آنے والا ہر فرد حضرت ہاجرہؑ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے صفا اور مروہ کے درمیان ''سعی'' کرے۔

''صفا اور مروہ جو ہیں نشان ہیں اللہ کے پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب جانتا۔''

(سورۃ بقرہ:۱۵۸)

ساتویں چکر میں بی بی ہاجرہؑ بچے کے پاس جب واپس آئیں تو دیکھا کہ جس جگہ حضرت اسماعیلؑ روتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ اللہ کا فرستادہ فرشتہ حاضر ہوا اور حضرت ہاجرہؑ سے کہا:

''خوف اور غم نہ کر اللہ تعالیٰ تجھے اور بچے کو ضائع نہیں کرے گا یہ مقام ''بیت اللہ'' ہے۔ یہ بچہ اور اس کا باپ بیت اللہ کی تعمیر کریں گے۔

بچپن کا ابتدائی دور حضرت اسماعیلؑ نے قبیلہ بنی جرہم کے افراد کے ساتھ گزارا۔ بہت سے احکامات ایسے ہیں جن کا تعلق حضرت اسماعیلؑ کی ذات سے براہ راست وابستہ ہے یا ان پر عمل در آمد کا حکم حضرت اسماعیلؑ کے دور میں نازل ہوا اور ان اعمال کی اقتداء آج بھی جاری ہے۔ انہی احکامات میں سے ایک حکم ''ختنہ'' کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

الہامی کتابوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذات مبارک سے جاری ہونے والی ایک اور سنت کا تذکرہ بھی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کے والد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ نے مسلسل تین راتوں تک ایک ہی خواب دیکھا کہ وہ اپنے لخت جگر کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے بیٹے کو سنایا تو فرمانبردار بیٹے نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے اور پیغمبر ہیں۔ آپ اللہ کے حکم کی تعمیل بجالائیں۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر اور شاکر بندوں میں سے پائیں گے۔

اللہ کے حکم کی تکمیل کے لئے دونوں برگزیدہ بندے گھر سے روانہ ہوئے تو ابلیس ان کے ارادے کو متزلزل کرنے کے لئے حضرت ہاجرہؑ کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ اسماعیلؑ ہماری اکلوتی اولاد ہے اور بہت دعاؤں کے بعد اللہ نے یہ نعمت ہمیں عطا کی ہے۔ اسماعیلؑ کا باپ ایسا نہیں کرسکتا کہ بلاوجہ اسے جان سے مار دے۔

ابلیس نے کہا: ''تمہارے رب کا یہی حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو قربان کردو۔'' یہ سن کر بی بی ہاجرہؑ نے کہا کہ ''اگر یہ میرے اللہ کا حکم ہے تو میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔''

ابلیس ناکام ہو کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا۔ باپ کی شفقت اور محبت کو مہمیز لگانے کے لئے بولا۔ آپ عمر رسیدہ ہیں اور اسماعیلؑ آپ کی اکلوتی اولاد ہے اگر آپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو آپ کی نسل نہیں بڑھے گی۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں فرمایا: ''اسماعیلؑ سے میرا تعلق اللہ کے لئے ہے یہ تعلق اس بنیاد پر ہے کہ اللہ نے اس کی پیدائش کے لئے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔ بیٹا میرے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اللہ ہم سب کا مالک اور مختارِ کل ہے وہ جب چاہے اور جیسا چاہے حکم دے۔ ہم سب اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔''

ابلیس نامراد ہو کر واپس چلا گیا لیکن اس نے ناکامی کو کامیابی میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت اسماعیلؑ کو بہکایا۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا: ''میرے اللہ کا جو حکم ہے میں اس پر راضی ہوں۔ میرے والد اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ملائکہ

مقربین کے سردار جبرائیلؑ ان کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔ ان کا ہر عمل اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں۔"

قربان گاہ کی طرف جاتے ہوئے ابلیس نے تین بار ان کے ارادے میں دخل انداز ہونے کی کوشش کی اور ہر بار حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے ان پر سنگ باری کی۔

یہی وہ سنت ہے جس کو حجاج کرام ہر سال حج کے موقع پر دہراتے ہیں اور یہ سنت "رمی جمار" کہلاتی ہے۔ باپ بیٹے دونوں جب منیٰ کے مقام پر پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو پیشانی کے بل زمین پر لٹادیا اور گردن پر چھری پھیر دی۔

"پس جب ان دونوں نے رضا و تسلیم کو اختیار کر لیا اور پیشانی کے بل اس کو پچھاڑ دیا ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو بے شک یہی ہے صریح جانچنا اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کرنے کو۔"

(سورۃ الصٰفٰت: ۱۰۳۔۱۰۷)

حضرت ابراہیمؑ کی تابعداری اور حضرت اسماعیلؑ کی فرمانبرداری بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح ہونے سے بچا لیا اور ایک مینڈھا قربان کر کے خواب پورا کر دیا۔ یہی وہ عظیم قربانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایثار کا نمونہ بنا دیا ہے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

توحید کو عام کرنے کے لئے حکم ہوا کہ اللہ کا گھر تعمیر کرو۔ کعبہ کی تعمیر کے وقت باپ بیٹے نے اللہ کریم کی بارگاہ میں خوب دعائیں کیں۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔"

"اے رب ہمارے اور اٹھا ان میں ایک رسول انہی میں سے پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھادے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور ان کو سنوارے اور تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا۔"

(سورۃ البقرہ۔۱۲۹)

خانہ کعبہ کی پہلی تعمیر دو برگزیدہ پیغمبروں نے کی۔ باپ راج کی حیثیت سے اور بیٹا مزدور کی حیثیت سے تعمیر میں مصروف رہے اور جب اس کی دیواریں اتنی اوپر اٹھ گئیں کہ مزید تعمیر کے لئے پاڑھ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک پتھر کو پاڑھ بنایا گیا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام اس پر چڑھ کر دیوار کی چنائی کرتے تھے۔ یہ یادگار پتھر ''مقام ابراہیمؑ'' کے نام سے موسوم ہے۔اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان کیا تھا۔

''اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آویں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلتے آتے راہوں دور سے۔''

(سورۃ الحج۔۲۷)

حضرت اسماعیلؑ کو مرتبہ پیغمبری عطا ہوا تو عرب و حجاز، یمن اور حضر موت میں آباد لوگوں کو دین حنیف کی دعوت دی اور اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کا پرچار کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مادی زبان قبطی اور پدری زبان عبرانی تھی۔اس کے علاوہ آپ عربی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ مختلف زبانوں میں آپ کی مہارت تبلیغ واشاعت میں بہت مدومعاون ثابت ہوئی۔

حضرت اسماعیلؑ کی شادیاں

قبیلہ بنو جرہم میں حضرت اسماعیلؑ کی دو شادیاں ہوئیں۔

پہلی شادی عمارہ بنت سعید سے ہوئی۔ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت اسماعیلؑ گھر پر موجود نہیں تھے۔ خیریت معلوم کی تو آپ کی اہلیہ نے مصائب وآلام اور تنگ دستی کا اظہار کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جاتے ہوئے فرمایا:

''اسماعیلؑ سے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ دروازے کی چوکھٹ تبدیل کردے۔''

حضرت اسماعیلؑ گھر آئے تو بیوی نے پیغام پہنچادیا۔ حضرت اسماعیلؑ سمجھ گئے کہ آنے والے مہمان ان کے والد حضرت ابراہیمؑ تھے اور وہ ہدایت دے گئے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کرلی جائے۔

حضرت اسماعیلؑ کی دوسری شادی سیدہ بنتِ مضاض جرہمی سے ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کی غیر موجودگی میں دوبارہ تشریف لائے تو آپ کی زوجہ نے خوب خاطر مدارت کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے حال احوال پوچھا تو سیدہ بنت مضاض نے فراخی رزق اور خوشحالی کا تذکرہ کیا اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکرادا کیا۔ حضرت ابراہیمؑ جاتے ہوئے پیغام دے گئے:

''اسماعیل سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو محفوظ رکھے۔''

حضرت اسماعیلؑ کے گھر واپس آنے پر ان کی اہلیہ نے تمام روداد بیان کی تو حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا کہ وہ میرے باپ حضرت ابراہیمؑ تھے اور مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے سے جدا نہ کروں۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے جو اپنے اپنے قبیلے کے سردار کہلائے اور قبیلے اپنے سرداروں کے ناموں سے مشہور ہوئے۔

''اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسماعیل کا پہلوٹھی کا بیٹا نبایوت تھا پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مشماع اور دومہ اور مسلہ حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور انہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ بیٹے اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔''

(توریت باب پیدائش: ۱۷۔۱۳)

حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں میں سے بڑے دو بیٹے نبایوت اور قیدار بہت مشہور ہیں۔ نبایوت کی نسل ''اصحاب الحجر'' کہلائی اور قیدار کی نسل ''اصحاب الرس'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں رہی اور اسی سلسلہ نسب میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا۔

حضرت اسماعیلؑ کی ایک بیٹی بھی تھی۔ جس کی شادی عیسو ادوم سے ہوئی۔ جو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت اسحٰقؑ کے بڑے فرزند اور حضرت یعقوبؑ کے بھائی تھے۔

حضرت اسماعیلؑ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد اعلیٰ ہیں۔ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کم و بیش پونے تین ہزار سال قبل پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیلؑ نے ایک سو سینتیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت اسماعیلؑ کا مدفن کعبہ شریف میں میزاب اور حجر اسود کے درمیان ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی یہیں مدفون ہیں۔ انتقال کے وقت تک حضرت اسماعیلؑ کی اولاد اور نسل کا سلسلہ حجاز، مشام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل گیا تھا۔

تاریخ کی کتابوں میں حضرت اسماعیلؑ سے صادر ہونے والے دو معجزات کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک شخص انتہائی لاغر اور بیمار بھینس آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ بھینس دودھ نہیں دیتی، گھر میں تنگدستی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ نے اپنا ہاتھ بھینس کے تھنوں پر پھیرا بھینس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔

ایک روز چند آدمی آپ کے پاس آئے۔ گھر میں مہمانوں کو کھلانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ آپ نے تھوڑا سا آب زم زم ایک دیگ میں ڈال کر سرخ رومال سے ڈھانک دیا۔ جب دیگ سے کپڑا اٹھایا تو دیگ کھانے سے بھری ہوئی تھی۔

قرآن پاک میں حضرت اسماعیلؑ کے اوصاف اور آپ کی فضیلت و بزرگی کا تذکرہ متعدد بار اس طرح ہوا ہے۔

''اور یاد کرو کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر، تھا وہ وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی، اور حکم کرتا تھا اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا، اور تھا وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ۔''

(سورۃ مریم: ۵۴۔۵۵)

''اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو یاد کرو۔ اور ہم نے ان سب کو جہاں کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی اور بعض بعض کو ان کے باپ دادا اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا۔''

(سورۃ الانعام: ۸۷۔۸۸)

"اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کو اسی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیکو کار تھے۔"

(سورۃ الانبیاء ۸۵-۸۶)

''اور اسماعیلؑ اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔''

(سورۃ ص: ۴۸)

حکمت:

قرآن کریم میں مذکور حضرت اسماعیلؑ کا واقعہ ہمیں درس ہدایت دیتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے جب کوئی عمل کیا جاتا ہے تو اس کے نتائج رہتی دنیا تک قائم رہتے ہیں۔ بی بی ہاجرہؑ کا اللہ کی ذات پر توکل کر کے جنگل بیابان میں رہ جانا، پانی کی تلاش میں دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ رب الرحیم نے بنجر زمین میں پانی کا چشمہ جاری کر دیا اور اس ایمان وایقان کے عمل کو دہرانا ہر اس فرد پر لازم کر دیا گیا جو اللہ کے مقدس گھر کی زیارت عمرہ وحج کے لئے حاضر ہو۔

اس قصے میں بتایا گیا ہے کہ بندہ جب اس تعلق سے واقف ہو جاتا ہے جو اس کا اپنے خالق کے ساتھ ہے تو وہ اپنے ہر عمل کے پس پردہ کام کرنے والی مشیت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ ابلیسیت کا کوئی روپ اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس کے اندر ایمان اور یقین کی طرزیں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والی ہے۔ ایسا مقرب بندہ ہر شئے کے اندر اللہ تعالیٰ کے جمال کا عکس دیکھتا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کا قربانی کے لئے آمادہ ہونا اس بات کا بے مثال ثبوت ہے کہ وہ مادی دنیا میں رہتے ہوئے مادیت سے ماوراعالمین سے واقف تھے۔ عالمین میں وارد ہونے والی کیفیات میں کسی شک اور وسوسے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ حضرت اسماعیلؑ نے اپنے باپ کے خواب کو خیالی بات سمجھ کر رد نہیں کیا بلکہ ان کے خواب کو سچا خواب سمجھ کر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں خود کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسماعیلؑ خواب اور بیداری کے حواس سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ قرآن میں تفکر رہنمائی کرتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے قصے میں دیگر بہت سی باتوں کے علاوہ عالم رویا اور خواب کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

خواب کی حقیقت

آیئے! خواب کے اجزاء، خواب کی اہمیت اور خواب کی حقیقت تلاش کریں۔

جس عمل کو ہم خواب دیکھنا کہتے ہیں ہمیں روح اور روح کی صلاحیتوں کا سراغ دیتا ہے وہ اس طرح کہ ہم سوئے ہوئے ہیں ہمارے اعضاء معطل ہیں صرف سانس کی آمد و شد جاری ہے۔ لیکن خواب دیکھنے کی حالت میں ہم چل پھر رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، سوچ رہے ہیں، غمزدہ اور خوش ہو رہے ہیں، کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جو ہم بیداری کی حالت میں کرتے ہیں اور خواب کی حالت میں نہیں کرتے۔

یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ خواب دیکھنا اگر خیالی حرکات نہیں ہے تو جاگ اٹھنے کے بعد کئے ہوئے اعمال کا کوئی اثر باقی کیوں نہیں رہتا؟

ہر شخص کی زندگی میں ایک، دو، تین، چار، دس، بیس ایسے خواب ضرور نظر آتے ہیں کہ جاگ اٹھنے کے بعد یا تو غسل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھنے کے بعد اس کا خوف اور دہشت دل و دماغ پر مسلط ہو جاتی ہے یا جو کچھ خواب میں دیکھا ہے، وہی چند گھنٹے، چند دن، چند مہینے یا چند سال بعد من و عن بیداری کی حالت میں پیش آ جاتا ہے۔ چھ ارب کی انسانی آبادی میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس طرح کے ایک یا ایک سے زائد خواب نہ دیکھے ہوں۔ اس حقیقت کے پیش نظر اس بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ خواب محض خیال ہے۔

بیداری یا خواب دونوں حالتوں میں اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم اس دوران انجام پذیر کام کی طرف کس قدر متوجہ ہوتے ہیں۔ بیداری ہو یا خواب ہمارا ذہن کسی چیز کی طرف یا کسی کام کی طرف متوجہ ہے تو اس کی اہمیت ہے ورنہ بیداری اور خواب دونوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

بیداری کا بڑے سے بڑا وقفہ بے خیالی میں گزرتا ہے اور خواب کا بھی بہت سا حصہ بے خبری میں گزر جاتا ہے۔ کتنی ہی مرتبہ خواب کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور کتنی ہی مرتبہ بیداری کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

بیداری ہو یا نیند دونوں کا تعلق حواس سے ہے۔ ایک حالت میں یا ایک کیفیت میں حواس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور ایک حالت یا کیفیت میں حواس کی رفتار کم ہو جاتی ہے لیکن حواس کی نوعیت نہیں بدلتی۔ بیداری ہو یا خواب دونوں میں ایک ہی طرح کے اور ایک ہی قبیل کے حواس کام کرتے ہیں۔ بیداری اور نیند دراصل دماغ کے اندر دو خانے ہیں۔ انسان کے اندر دو دماغ ہیں۔ ایک دماغ میں جب حواس متحرک ہوتے ہیں تو ان کا نام بیداری ہے دوسرے دماغ میں جب حواس متحرک ہوتے ہیں تو اس کا نام نیند ہے یعنی ایک ہی حواس بیداری اور نیند میں ردوبدل ہو رہے ہیں اور حواس کا ردوبدل ہونا ہی زندگی ہے۔ بیداری میں حواس کے کام کرنے کا طریقہ اور قاعدہ یہ ہے کہ آنکھ کے ڈیلے پر پلک کی ضرب پڑتی ہے تو حواس کام کرنا شروع کر دیتے ہیں یعنی انسان نیند کے حواس سے نکل کر بیداری کے حواس میں داخل ہو جاتا ہے۔

خواب کے عالم میں انسان کھاتا، پیتا اور چلتا پھرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ روح گوشت پوست کے جسم کے بغیر بھی حرکت کرتی ہے اور چلتی پھرتی ہے۔ روح کی یہ صلاحیت جو صرف رویا میں کام کرتی ہے ہم کسی خاص طریقے سے اس کا سراغ لگا سکتے ہیں اور اس صلاحیت کو بیداری میں استعمال کر سکتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا علم یہیں سے شروع ہوتا ہے اور یہی وہ علم ہے جس کے ذریعے انبیاء کرام نے اپنے شاگردوں کو یہ بتایا ہے کہ پہلے انسان کہاں تھا اور اس عالم ناسوت کی زندگی پوری کرنے کے بعد وہ کہاں چلا جاتا ہے۔

ان غیبی کوائف کا مشاہدہ کرنے کے لئے تمام برگزیدہ ہستیوں، انبیاء اور رسولوں نے تفکر سے کام لیا ہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اجزائے کائنات میں تفکر کی تعلیم دی ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ مرتبہ پیغمبری کوشش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ اللہ کا خصوصی فضل ہے جو وہ کسی بندے پر کرتے ہیں۔ سلسلہ رسالت و نبوت ختم ہو گیا ہے لیکن الہام اور روشن ضمیری کا فیضان جاری ہے۔

کتاب: (لوح و قلم)

خواب اور بیداری کے حواس

انسان شعوری کیفیات میں ہو یا لاشعوری کیفیات میں ہو مسلسل حرکت کرتا رہتا ہے۔ جب زمان و مکان کی پابندی ہوتی ہے تو زندگی بیداری ہے اور جب مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور زمان کی گرفت کشش ثقل سے آزاد ہوتی ہے تو زندگی نیند ہے۔ طبیعت اس بات کی عادی ہے کہ وہ آدمی کو سلا کر لاشعوری کیفیات کو بیدار کر دیتی ہے اور طبیعت اس بات کی عادی ہے کہ آدمی کو جگا کر لاشعور

کو سلا دیتی ہے۔ لاشعور سو جاتا ہے تو شعور بیدار ہوتا ہے اور شعور سو جاتا ہے تو لاشعور بیدار ہو جاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات میں دن کو ''نہار'' اور رات کو ''لیل'' کہا گیا ہے۔ علم غیب یا غیب کی دنیارات کے حواس اور علم دنیا یا علم مظاہر دن کے حواس ہیں۔ خواب کے حواس ہوں یا بیداری کے حواس دونوں میں تقاضے یکساں ہیں بیداری میں حواس زمان و مکان کے پابند ہیں۔ اور نیند کے حواس زمان و مکان کے پابند نہیں ہیں۔

آفاق سے نور کی لہریں آتی ہیں۔ انسان کی روح انہیں جذب کرتی ہے اس لئے کہ نور ہی نور کو جذب کرتا ہے۔ روح ایک مصفی جسم ہے۔ یہ تصوراتی شئے نہیں ہے۔

لہریں کیمیائی اجزاء کی صورت اختیار کر لیتی ہیں تو دماغ بن جاتی ہیں۔ دماغ کے اندر اربوں خلئیے ہیں۔ روح کی یہی لہریں دماغ کے اربوں خلیات میں تقسیم ہو جاتی ہیں لیکن تمام لہریں دماغ کو نہیں ملتیں۔ جتنی لہریں روح کے لئے ضروری ہوتی ہیں وہ روح میں پیوست رہتی ہیں اور جتنی لہریں دماغ کے لئے ضروری ہیں وہ دماغی اجزاء بن جاتی ہیں۔ انہی اجزاء سے دماغ تشکیل پاتا ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف تریسٹھ سال ہوئی۔ تئیس سال تک وحی نازل ہوئی۔ ابتدائی چھ ماہ خواب نظر آتے رہے۔ چھ ماہ کو تئیس سال سے وہی نسبت ہے جو ایک کو چھیالیس سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق خواب بھی ایک قسم کی وحی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے!

''بشارتوں کے سوا نبوت کی کوئی خبر باقی نہیں رہی۔''

صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ بشارتوں سے کیا مراد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا! ''سچا خواب''

☆☆☆☆☆

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام کے والد حاران کم سنی میں عالم ناسوت سے عالم اعراف میں منتقل ہو گئے تھے۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے، حضرت ابراہیمؑ نے حضرت لوطؑ کو بیٹا بنا کر پالا پوسا تھا۔

حضرت لوطؑ کی جائے پیدائش عراق کا قدیم شہر ''اور'' ہے۔ یہی شہر حضرت ابراہیمؑ کا مسکن بھی تھا۔ حضرت لوطؑ مصر میں نبوت سے سرفراز ہوئے، حضرت لوطؑ کا رنگ سنہرا اور قد درمیانہ تھا، آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، پیشہ زراعت اور کاشتکاری تھا۔

حضرت لوطؑ کے بہت سے معجزات ہیں آپ جس وقت بارش کے لئے دعا کرتے تھے تو آسمان بادلوں سے بھر جاتا تھا اور خوب بارش ہوتی تھی۔ حضرت لوطؑ جس پتھر پر سر رکھ کر سوتے تھے اس پتھر پر آپ کے سر مبارک کا نشان بن جاتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت سارہؑ اور حضرت لوطؑ ہیں۔

شرق اردن اور فلسطین کے درمیان بحر مردار کے کنارے جنوبی حصے میں سبز و شاداب وادیاں تھیں۔ یہ علاقہ ''مسدوم'' اور ''عمورہ'' کے نام سے مشہور تھے۔ پانی کی فراوانی اور زمین زرخیز تھی، کھیتی باڑی خوب ہوتی تھی، ہر قسم کے پھل، سبزیوں اور باغات کی کثرت تھی، یہاں کے باشندے خوشحال تھے اور زندگی کی ہر آسائش انہیں میسر تھی لیکن قادر مطلق ذات اللہ کو انہوں نے بھلا دیا تھا، تکبر سے ان کی گردنیں اکڑ گئی تھیں، تمام مخلوق کے لئے پیدا کئے گئے وسائل کو وہ اپنی ملکیت سمجھتے تھے اور اس پر اپنا حق جتاتے تھے، دوسرے علاقوں کے لوگ جب سدوم اور عمورہ آتے تو ان کو ناپسندیدہ افراد قرار دے کر انہیں ایذا دیتے تھے ان کا مال واسباب لوٹ لیتے تھے، اللہ کے عطا کردہ وسائل کو اپنی محنت اور زور بازو کا نتیجہ سمجھتے تھے۔

ابلیس انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر حال و قال میں انسان کو گمراہ کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے، غرور و تکبر اور سرکشی ابلیسی طرز فکر ہے، اہل سدوم نے اس طرز فکر کو پوری طرح قبول کر لیا تھا۔ ان کے اندر ہر طرح کی برائیاں جمع ہو گئی تھیں، طمع، حرص، لالچ، بغض و عناد، کینہ پروری، زر پرستی، دل آزاری، بداخلاقی، فسق و فجور ان کی زندگی میں داخل ہو گئے تھے، ان کے ذہنوں میں شیطنت اس طرح راسخ ہو گئی تھی کہ مثبت سوچ نے ان سے رشتہ توڑ لیا تھا، ان کا اوڑھنا بچھونا شیطنت بن گئی تھی، ذاتی منفعت و آسائش کے حصول میں دوسروں کو نقصان پہنچا کر لوگوں کی دل آزاری کرنا اہل سدوم کا محبوب مشغلہ تھا۔ اہل سدوم بڑی تیزی کے ساتھ گمراہی اور ذلت کے تاریک گڑھے میں گرتے چلے گئے، قوم اس انتہا تک پہنچ گئی تھی جس کے بعد عذاب الٰہی پکڑ لیتا ہے۔

''کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو اور ڈاکے مارتے ہو اور اپنی مجالس میں ناپسندیدہ حرکتیں کرتے ہو۔''

(عنکبوت۔۲۹)

''پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا، تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔''

(الاعراف۔۸۰)

نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے مردوں کا آپس میں اختلاط اس قوم کا دستور بن گیا تھا خباثت اور بے حیائی عام ہو گئی تھی، حکمران، سردار، معززین شہر اور طبقہ روساء میں حیاء سوز حرکتیں گھر گھر پھیل گئی تھیں، بھری محفلوں میں ناپسندیدہ عمل کر کے خوش ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو اسی قوم کی طرف مبعوث کیا۔ آپ نے بے حیائیوں اور خباثتوں پر اہل سدوم کو ملامت کی اور بری باتوں سے بچنے کی نصیحت کی قوم کو گمراہی اور ظلمت کے اندھیروں سے نکالنے کے لئے رب کائنات کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور

شرافت اور پاکیزگی کے اعمال اپنانے کی ترغیب دی۔اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے ہدایت و نصیحت کا ترغیبی پروگرام قوم پر بہت شاق گزرا، مٹی سے تخلیق پانے والے مظاہر کی کشش نے ان کے حواس کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا، وہ بدمستی کی اس کیفیت سے نکلنا ہی نہیں چاہتے تھے، لوگ پند و نصائح کو، عیش کوشی اور لذت کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے تھے، حضرت لوطؑ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

''اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا نکالو ان کو اپنے شہر سے یہ لوگ ستھرائی نہیں چاہتے۔''

(الاعراف۔۸۲)

سدوم اور عمورہ کی سرزمین پر آباد سرکش گروہ نافرمانی اور اخلاق سوز کاموں پر مصر رہا۔اللہ کے فرستادہ بندے حضرت لوطؑ نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرایا، قوم نے حضرت لوطؑ کا تمسخر اڑایا، نافرمان اقوام کا طرز عمل ہی یہ ہے کہ سرکشی ان کا وطیرہ بن جاتا ہے۔بستی کے لوگ حضرت لوطؑ کو دیکھتے ہی آوازیں کستے۔

وہ عذاب کہاں ہے؟

''اے لوط! ہمارے اعمال سے اگر تیرا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ عذاب کہاں ہے۔''

حضرت لوطؑ کو جب یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت کی راہ اختیار نہیں کریں گے تو انہوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں استدعا کی:

''اے رب! مجھے مفسد لوگوں پر غالب کر۔''

مفسد اور شریر لوگوں پر فتح و نصرت کی دعا قبول ہوئی، بستی والوں کے اعمال کے سبب بارگاہ الٰہی سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اہل سدوم کو زمین پر سے نیست و نابود کر دو، فرشتے انسانی روپ میں پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے اور انہیں حضرت اسحٰق کی ولادت کی خوشخبری دی اور اہل سدوم کی ہلاکت کی اطلاع دی، حضرت ابراہیمؑ فطرتاً شفیق، نرم خو اور نہایت رحم دل تھے، قوم لوطؑ کی تباہی کا سن کر آزردہ ہو گئے، آپ نے فرشتوں سے کہا کہ ان میں اہل ایمان لوگ بھی موجود ہیں۔

فرشتوں نے جواب دیا:

''اے ابراہیمؑ! یہ خیال چھوڑ دو، تمہارے پروردگار کا حکم آن پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے، اب یہ کبھی نہیں ٹلے گا۔''

(سورۃ ہود۔۷٦)

حضرت ابراہیمؑ نے کہا اس بستی میں کم از کم لوطؑ تو صاحب ایمان ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔

"جو لوگ یہاں رہتے ہیں، ہمیں سب معلوم ہے، ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی۔"

(عنکبوت۔۳۲)

فرشتوں کی جماعت رات کے وقت جب حضرت لوطؑ کے پاس پہنچی تو انہوں نے مہمانوں کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا، انسانی روپ میں فرشتوں کا ملکوتی حسن دیکھ کر حضرت لوطؑ کی بیوی نے اہل سدوم کو بتایا کہ ہمارے گھر میں خوبصورت مہمان آئے ہیں، لوگ حضرت لوطؑ کے گھر کے باہر جمع ہو گئے اور مطالبہ کیا کہ مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے، حضرت لوطؑ نے انہیں نصیحت کی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن جنس زدہ قوم نے حضرت لوطؑ کی بات نہیں سنی، حضرت لوطؑ نے کہا:

"یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رسوانہ کرو، اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو۔"

(الحجر:۶۸۔۶۹)

بے حیا، بے شرم اور تہذیب سے عاری قوم نے نصیحت سننے کے بجائے حضرت لوطؑ پر حملہ کر دیا انہیں زدو کوب کیا، حضرت لوطؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی:

"اے میرے رب! مجھے اور میرے متعلقین کو ان کے برے کاموں سے نجات دے۔"

(اشعراء۔۱۶۹)

قوم نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ ہمارا راستہ چھوڑ دے وہ کہنے لگے کہ یہ شخص ہمارے درمیان قیام کرنے آیا ہے اور اب حکومت جتاتا ہے، ہم تیرے ساتھ زیادہ بدسلوکی کرینگے، تب وہ اس مرد یعنی حضرت لوطؑ کو زدو کوب کرنے لگے اور نزدیک آئے تاکہ کواڑ توڑ ڈالیں لیکن ان مردوں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر حضرت لوطؑ کو اپنے پاس کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کو جو گھروں کے باہر دروازے پر تھے اندھا کر دیا، سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔

"اور انہی سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹادیں۔"

(القمر۔۳۷)

فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو تسلی دی:

"اے لوط! ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے، ہر گز نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک، سو لے نکل اپنے گھر والوں کو، کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے، مگر تیری عورت یونہی ہے کہ اس پر پڑنا ہے جو ان پر پڑے گا ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح، کیا صبح نہیں نزدیک۔"

(ھود)

حضرت لوطؑ فرشتوں کی ہدایت کے مطابق اپنے متعلقین کے ہمراہ سدوم سے رات کے وقت نکل کر زغر نامی مقام پر پہنچ گئے۔ صبح کے نزدیک ایک ہولناک آواز بلند ہوئی اور اہل سدوم کے حواس معطل ہو گئے۔ آسمان سے ان کے اوپر کنکر اور پتھر برسائے گئے اور تمام بستیاں ان کے مکینوں سمیت الٹ دی گئیں۔ حضرت لوطؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جس مقام پر موجود تھے وہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہا۔

آگ کی بارش

تورات کے باب پیدائش میں اس عذاب کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:

"تب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی اور اس نے ان شہروں کو اور ساری ترائی کو اور شہر کے رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین میں اگا تھا غارت کر دیا۔"

حجاز سے شام کو ملانے والی شاہراہ پر اس تباہ شدہ شہر کے آثار آج بھی نظر آتے ہیں۔ چار ہزار سال گزر گئے لیکن اس علاقے میں ہر طرف پھیلی ہوئی ویرانی ختم نہیں ہوئی۔ اب اس مغضوب قوم کی ایک نشانی بحر مردار بھی باقی ہے جسے 'بحر لوط' بھی کہتے ہیں۔ یہ بحیرہ کرہ ارض پر پست ترین علاقہ ہے۔ بحر مردار جو اب سمندر نظر آتا ہے پہلے زمانے میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھا۔ سدوم اور عمورہ کی آبادی اس علاقے میں تھی جب اہل سدوم پر عذاب نازل ہوا تو شدید زلزلوں کے باعث یہ زمین چار سو میٹر سطح سمندر سے نیچے آگئی اور ساری آبادیاں پانی میں غرق ہو گئیں۔

"اور وہ بستی اب تک سیدھے راستے پر موجود ہے، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانی ہے۔"

(الحجر ۷۶-۷۷)

"اور ہم نے سمجھنے والوں کے لئے اس بستی میں ایک کھلی نشانی چھوڑ دی۔"

(سورۃ عنکبوت۔ ۳۵)

ایڈز

حضرت لوطؑ کے قصے میں غیر طبعی عمل کا تذکرہ ہے اور اس غیر طبعی عمل کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ناپسند کیا ہے کہ اس سے نوع انسانی میں ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جو انسانی تباہی کا پیش خیمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہیں وہ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں، جب قوم نے اللہ کے فرستادہ بندے حضرت لوطؑ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور خود اپنی ہلاکت کے درپے ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں میں یہ ہولناک بیماریاں منتقل نہ ہوں۔ ایڈز سے کس قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں؟ سائنسی تحقیق کے مطابق ان کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

ایڈز ایک نہایت خطرناک مرض ہے جو ایچ آئی وی (Human Immuno Deficiency) وائرس کے ذریعے پھیلتا ہے۔ یہ جراثیم جسم کے مدافعتی نظام (Immune System) کو تباہ کر دیتا ہے، ایڈز کا بنیادی سبب غیر فطری طریقہ سے مردوں کا آپس میں جنسی ملاپ ہے، ہر جاندار کے لئے اللہ نے ایک مدافعتی نظام بنایا ہے جس کی وجہ سے تمام اجسام، جراثیم اور بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں، ایڈز میں مدافعتی نظام اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ نزلہ وزکام سے بھی مریض اپنا دفاع نہیں کر سکتا، ایڈز کا مریض ایڈز سے نہیں مرتا بلکہ دیگر خطرناک بیماریاں لاحق ہونے سے مر جاتا ہے۔ اور اس مرض کے حامل فرد کو کینسر اور دیگر Infection با آسانی ہو جاتے ہیں۔

شروع میں ایڈز کا مریض صحت مند نظر آتا ہے لیکن HIV جراثیم آہستہ آہستہ جسمانی دفاعی نظام کو کھوکھلا کر دیتا ہے، یہ وائرس خون میں جنسی رطوبتوں میں بھی چلے جاتے ہیں۔ یہ خون کے سفید خلیوں Macrophages (WBCs) کو بھی متاثر کرتے ہیں، یہ خطرناک بیماری آدمی سے آدمی، عورت سے عورت یا عورت سے آدمی یا عورت سے بچوں میں منتقل ہو سکتی ہے۔ یہ جراثیم مریض کے خون، Vaginal Fluid لعاب کے ذریعے دوسرے فرد میں سرائیت کر جاتی ہے۔ ایڈز کے زیادہ تر مریض شروع میں نزلہ، زکام میں مبتلا ہوتے ہیں، جسم پر Lymph Nodes بن جاتے ہیں اور ہر سال دس فیصد وزن کم ہوتا رہتا ہے، بخار رہتا ہے، رات کو پسینا بہت آتا ہے، مستقل دستوں کا مرض لگ جاتا ہے، آہستہ آہستہ پھیپھڑے، آنتیں، دماغ اور جلد بھی متاثر ہو جاتی ہے، مریض کھانستا رہتا ہے، معمولی ٹھنڈ سے نمونیہ ہو جاتا ہے۔ جسم کے مختلف حصوں پر جراثیم حملہ کر کے انہیں مفلوج کر دیتے ہیں۔ انفیکشنز کی وجہ سے مریض دن بہ دن کمزور ہوتا رہتا ہے، چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا، جلد یا پھیپھڑوں میں چھوٹے چھوٹے گول Nodules بن جاتے ہیں جن سے کینسر ہو جاتا ہے اور وزن اتنا کم ہو جاتا ہے کہ مریض مر جاتا ہے ابھی تک اس مرض کا کوئی مادی علاج دریافت نہیں ہوا۔

حکمت

قرآن اور دوسری الہامی کتابوں میں مذکور یہ واقعہ نوع انسانی کے لئے نشان عبرت ہے، دنیا میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ نہ ملا ہو، امر حقیقی یہ ہے کہ شیطان کے پیروکاروں کو زندگی میں سکون نہیں ملتا، مکافات عمل کا قانون ہے کہ کوئی فرد، بشر، رنگ و بو کی اس دنیا سے اس وقت تک رشتہ توڑ نہیں سکتا جب تک اس پر مکافات عمل کا قانون پورا نہ ہوا، کوئی بندہ نہیں کہہ سکتا کہ خیانت اور بددیانتی سے اس کی مسرت میں اضافہ ہوا ہے؟ کیا کوئی آدمی متعفن اور سڑی ہوئی غذا کھانے کے بعد بیماریوں، پریشانیوں اور بے چینی سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ ہمیشہ برے کام کا نتیجہ برا اور اچھے کام کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے، فلاح خیر ہے اور شر کا نتیجہ ہمیشہ تباہی اور بربادی ہے۔ معاشرے میں جب منافقت عام ہو جاتی ہے تو قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات ہم کسی برائی کو معمولی اور کمتر سمجھتے ہیں لیکن حقیر نظر آنے والے یہی برائی نشو و نما پا کر جب تناور درخت بن جاتی ہے تو اس درخت کے کانٹے، بے رنگ پھول، خشک سیاہ اور کھردرے پتے، بجھی بجھی سی بے رونق شاخیں ہر آنکھ کو غمناک کر دیتی ہیں اور پھر یہی غمناکی ضمیر کی ملامت بن جاتی ہے جو مہلک بیماریوں کو جنم دیتی ہے، بیماریوں کا خلیہ (Cell) پورا کنبہ بن جاتا ہے۔ یہی ایک خلیہ جمع در جمع ہو کر پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور کینسر اور ایڈز میں تبدیل ہو جاتا ہے آدمی بچنا چاہے بھی تو نہیں بچ سکتا، خیر و شر ایک کنبہ کے افراد کی طرح زندہ و متحرک ہیں، نیکی کا درخت رحمت و برکت کا سایہ ہے اور بدی کے درخت میں خوف، پریشانی اور رنج و ملال کے پھل لگتے ہیں۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ کے نشان ہیں۔ یہ راستہ ہمیں کبر و نخوت، ضد اور ذاتی غرض کی طرف لے جاتا ہے، یہ وہ راستہ ہے جو بندے کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ اس راستے میں گھٹاٹوپ تاریکی اور گھپ اندھیرا ہے۔ اس راستہ میں ادبار و آلام و مصائب کی ہوائیں چلتی ہیں، آنکھوں میں دھول پڑ جاتی ہے اور آدمی خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے، دل میں ایک ناسور پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لطیف روشنیاں روٹھ جاتی ہیں، آنکھوں پر دبیز اور گہرے پردے پڑ جاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو عرفان حقیقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

طرز فکر

ہم دیکھتے ہیں ہر عمل کے پس پردہ طرز فکر کام کر رہی ہے اور طرز فکر کی بنیاد پر ہی کسی گروہ، کسی ذات، کسی برادری، کسی کردار اور کسی شخص کا تعین کیا جاتا ہے، ہمارے سامنے پیغمبروں کا کردار بھی ہے، انسانی تاریخ میں ان لوگوں کا کردار بھی ہے جنہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی اور انہیں قتل کیا۔ تاریخ کے صفحات میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جن میں سخاوت، پاکی، یقین ہے اور ایسے کردار بھی ہیں جن میں کنجوسی، بخیلی، خود غرضی، بے حیائی، دل آزاری اور مفسدانہ شوق ہیں۔ کنجوسی اور بخیلی کا تشخص قارون ہے،

جب تک دنیا قائم رہے گی قارون کی ذریت موجود رہے گی اور جب تک دنیا موجود ہے سخاوت کے درخت پر شگوفے کھلتے رہیں گے۔

دنیا میں پیغمبروں کے کردار کے حامل لوگ بھی موجود ہیں، پیغمبروں کے کردار کو جب ہم خوردبینی نظروں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اچھائیوں کے علاوہ دوسری کوئی چیز نظر نہیں آتی، ہر کردار دو طرزوں پر قائم ہے۔ایک شیطانی طرز فکر اور دوسری رحمانی طرز فکر، رحمانی طرز فکر اپنا کر آدمی اللہ کی بادشاہت میں نمائندہ بن جاتا ہے وہ تمام طرزیں جو بندے کو اللہ سے دور کرتی ہیں شیطانی طرزیں ہیں اور وہ تمام طرزیں جو بندے کو اللہ سے قریب کرتی ہیں پیغمبرانہ طرزیں ہیں، پیغمبرانہ طرزوں اور شیطانی طرزوں کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو بندہ رحمانی طرزوں میں داخل ہو جاتا ہے اس کے اندر پیغمبروں کے اوصاف منتقل ہو جاتے ہیں، پیغمبروں کے اوصاف اللہ کے اوصاف ہیں یعنی جب کوئی بندہ پیغمبرانہ زندگی میں سفر کرتا ہے تو دراصل وہ ان صفات میں سفر کرتا ہے جو اللہ کی صفات ہیں اور جب کوئی بندہ پیغمبرانہ صفات سے منہ موڑ لیتا ہے تو ان راہوں میں بھٹکتا پھرتا ہے جو تاریک اور کانٹوں سے بھری ہوئی ہیں، شیطانی طرز میں آدمی کے اوپر خوف اور غم مسلط رہتا ہے کبھی اس کے اوپر بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں، کبھی وہ مسائل کے انبار میں اس طرح دب جاتا ہے کہ اسے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا، وسوسے اس کے دل میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں، بے یقینی اس کے دماغ میں کچوکے لگاتی ہے، بے سکونی بچھو بن کر ڈنک مارتی رہتی ہے، نیند نہیں آتی، بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے، آدمی کے اندر ایک ایسا متعفن پھوڑا نکل آتا ہے جس کی سڑاند سے صحت کی کارکردگی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے، اپنے پرائے لگتے ہیں اور دور پرے کے لوگ اپنے لگتے ہیں، سگے رشتے دشمن بن جاتے ہیں، ہر وقت جادو سفلی کے خیالات آتے رہتے ہیں، بیٹی کہتی ہے ماں نے جادو کرادیا ہے، ماں بیٹے کو دشمن پکارتی ہے، گھر خزاں رسیدہ جنگل لگتا ہے، گھبراہٹ اور اختلاج قلب سے مکین بار بار گھر سے بھاگتا ہے۔ایڈز کی بیماری اللہ کے حکم کے خلاف بغاوت سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بیماری آدمی کو اس طرح چاٹ لیتی ہے جس طرح دیمک لکڑی کو چاٹ لیتی ہے۔ایڈز کا مریض اندر سے کھوکھلا ہو کر زندہ لاش بن جاتا ہے اور بالآخر منوں مٹی میں دبا دیا جاتا ہے۔

ملک الموت سے دوستی

اس کے برعکس پیغمبرانہ صفات کے حامل لوگوں کو اطمینان قلب مل جاتا ہے، انہیں سکون ہوتا ہے، ان کے اوپر یقین کی دنیا روشن ہو جاتی ہے وہ خوف ناک مستقبل کے بجائے ماضی کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، ملک الموت ان کا دوست بن جاتا ہے، فرشتے ان کی آنکھوں کے سامنے آکر انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بشارت دیتے ہیں، ایسے پاکیزہ اوصاف لوگوں میں استغناء ہوتا ہے، ان کے قلوب اللہ کی تجلی سے روشن اور منور ہوتے ہیں، سچے خواب انہیں تسکین دیتے ہیں ان کی توقعات مخلوق کے بجائے اللہ سے وابستہ

ہوتی ہیں، وہ احکم الحاکمین سب سے بڑے بادشاہ اللہ کے دوست ہوتے ہیں، ہر کام میں قدرت ان کی معاون ہوتی ہے ان کا جینا اور ان کا مرنا سب اللہ کے لئے ہوتا ہے، ناہنجار لوگوں کے شر سے اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے، پیغمبرانہ صفات کے حامل یہ نفیس لوگ پیغمبروں کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں، انہیں اپنی شفاعت کا یقین حاصل ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ کائنات میں ایک ذرہ بھی اللہ کے احاطے سے باہر نہیں ہے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کے آٹھ بیٹے تھے جن کی اولادوں سے عظیم الشان قومیں اور خاندان آباد ہوئے۔ حضرت ہاجرہؑ سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ قریش حضرت اسماعیلؑ کی نسل ہے۔ حضرت سارہؑ کی اولاد حضرت اسحٰق علیہ السلام بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں کے جد اعلیٰ ہیں۔ آپ کی پیدائش شام میں ہوئی اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو سال اور حضرت سارہؑ کی عمر نوے سال تھی۔ اسحٰق کے معنی ہیں ''ہنستا ہوا''۔

حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتے سدوم کی آبادیوں کی طرف جانے سے قبل حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ حضرت ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے۔ انہوں نے بھنا ہوا گوشت مہمانوں کے سامنے رکھا لیکن مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ جس سے حضرت ابراہیمؑ کو تشویش ہوئی کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے بتایا کہ وہ قوم لوطؑ پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی حضرت سارہؑ کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی۔

''پس ہم نے ان کو اسحٰق کی اور اس کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔''

(سورۃ ہود۔۷۱)

''اور بشارت دی اس کو ایک سمجھ دار لڑکے کی۔''

(سورۃ الذریٰت۔۲۸)

فرشتوں کی زبانی نوے سالہ حضرت سارہؓ نے اولاد کی بشارت سنی تو بہت حیران ہوئیں۔ حیرت واستعجاب سے بولیں کیا اس عمر میں میرے یہاں اولاد ہوگی؟ یہ تو نہایت عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا!

''وہ بولے یوں ہی کہا تیرے رب نے، وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبر دار۔''

(سورۃ الذریٰت۔۳۰)

بائبل میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ملازم الیعرز، فدان آرام میں حضرت ابراہیمؑ کے بھائی نحور کے بیٹے ''بیتوایل'' کے گھر میں حضرت اسحٰق کی شادی کا پیغام لے کر گئے۔ بیٹی کا نام ''رفقہ'' تھا۔

الیعرز نے حضرت ابراہیمؑ کے بھیجے ہوئے تحائف پیش کر کے حضرت اسحٰق کی نسبت کے لئے بیتوایل کو پیغام دیا۔ بیتوایل نے رفقہ کو کنعان روانہ کر دیا۔ جہاں بعد میں حضرت اسحٰق علیہ السلام سے آپ کی شادی ہوگئی۔ شادی کے وقت حضرت اسحٰق کی عمر چالیس برس تھی۔

شادی کے بیس سال بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اللہ نے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ آپ کے توام بچے تولد ہوئے۔ ایک کا نام عیسو اور دوسرے کا نام یعقوبؑ رکھا۔ عیسو کا رنگ سرخ تھا اور جسم پر بال تھے۔ ان کا لقب ادوم تھا۔ جبکہ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔

جب کنعان میں قحط سالی ہوئی تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ نے وحی کے ذریعہ فلسطین کے ''ملک جرار'' ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حکم الٰہی کے بموجب حضرت اسحٰق علیہ السلام ملک جرار تشریف لے گئے۔ اب یہ علاقہ لبنان کہلاتا ہے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور جلیل القدر پیغمبر تھے۔ آپ نے اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے مشن کی ترویج کا کام جاری رکھا اور قوم کو توحید اور دین حق پر قائم رہنے کی مسلسل تلقین کرتے رہے۔

آپ نے ''جرار'' میں گلہ بانی اور زراعت کا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ اللہ نے آپ کو برکت دی اور آپ بہت جلد خوشحال ہوگئے۔ معاشی استحکام کے ساتھ توحید کی دعوت وہاں کے لوگوں کو پسند نہیں آئی۔ انہوں نے آپ کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور جو کنویں

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے زمانے میں کھدوائے تھے انہیں مٹی ڈال کر بھر دیا۔ اور بادشاہ وقت کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ بادشاہ نے آپ کو علاقہ بدر کر دیا۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام جرار کے قریب ایک وادی میں ٹھہر گئے۔ اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے کھدوائے ہوئے کنوؤں کو دوبارہ کھدوایا اور کچھ نئے کنویں بھی کھدوائے۔ ایک عبادت گاہ بھی تعمیر کروائی۔ بادشاہ سیاسی اور ملکی حالات کی وجہ سے پریشانیوں میں مبتلا ہوا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بادشاہ نے حاضر ہو کر معافی مانگی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام سے درخواست کی کہ دوبارہ ملک جرار تشریف لے آئیں۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ایک سو اسی سال کی عمر میں کنعان میں آپ کا انتقال ہوا۔ حبرون میں اپنے والد اور اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ علاقہ اب ''الخلیل'' کے نام سے مشہور ہے۔

حکمت

اس واقعہ میں اللہ کی یہ نشانی ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت سارہؑ کی عمر نوے سال اور ان کے والد ماجد حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کیسے کیسے کرشمے دکھاتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا۔ حضرت حوااماں کے بغیر پیدا ہوئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر عالم ارواح سے عالم ظاہر میں تشریف لائے۔ ہزاروں سال پہلے بھی شادی، منگنی کا پیغام اس طرح بھیجا جاتا تھا جس طرح اس زمانے کا دستور ہے۔

جب بادشاہ نے ملک بدر کیا تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے مزاحمت نہیں کی۔ نہ اسے سیاسی مسئلہ بنایا۔ جب بادشاہ نے معافی مانگی تو دوبارہ وطن واپس آ گئے۔ زراعت و تجارت کے ساتھ تبلیغ دین کرتے رہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام رفقہ ہے۔

حضرت یعقوبؑ حضرت اسحٰقؑ کی شادی کے بیس برس بعد پیدا ہوئے۔

''اور بخشا ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب دیا انعام میں۔''

(سورۃ الانبیاء۔ ۷۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل ہے۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جو ''اسرا'' یعنی ''عبد'' اور ''ایل'' یعنی ''اللہ'' کے الفاظ کا مرکب ہے۔ عربی میں اسرائیل کا ترجمہ ''عبداللہ'' ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ''اسباط'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سبط عربی زبان میں اس درخت کو کہا جاتا ہے جس کی بہت سی شاخیں ہوں۔ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) کی اولاد ہیں۔ اسباط اسی طرف اشارہ ہے۔

آپ کے ساتھ ایک جڑواں بھائی بھی پیدا ہوئے ان کا نام عیسور کھا گیا۔ عیسو کے بدن پر لمبے لمبے بال تھے اور ان کا رنگ سرخ تھا۔

ان کا لقب ادوم تھا۔ ان کی نسل سے بہت بڑا قبیلہ ''بنو ادوم'' وجود میں آیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تربیت حضرت اسحٰقؑ کی زیر نگرانی کنعان میں ہوئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ رشد و ہدایت کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کو چن لیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو باپ کی توجہ اپنے بھائی کی نسبت زیادہ حاصل تھی۔ عیسو ادوم حضرت یعقوب علیہ السلام کے برادر توام تھے اور آپ سے پہلے ان کی ولادت ہوئی تھی۔ عیسو ادوم شکار کرنے میں ماہر تھے اور شکار کا گوشت بھون کر اپنے والد کو کھلاتے تھے۔ حضرت اسحٰقؑ نے ایک روز عمدہ کھانے کی فرمائش کی۔ عیسو ادوم شکار کرنے چلے گئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے گھر پر کھانا بنایا اور باپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت اسحٰقؑ نے خوش ہو کر خیر و برکت کی دعا دی۔

عیسو ادوم جب گھر واپس آئے تو انہیں رنج ہوا کہ بھائی نے پہلے ہی باپ کی خدمت میں اچھا اور مزیدار کھانا پیش کر دیا۔ ابلیس تو رہتا ہی تاک جھانک میں ہے اس نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جو خیر و برکت انہیں ملنے والی تھی ان کے بھائی یعقوبؑ نے اس سے انہیں محروم کر دیا۔ بشری کمزوری کے تحت وہ اپنے بھائی حضرت یعقوبؑ سے ناراض ہو گئے۔ ناراضگی جب زیادہ ہو گئی تو حضرت یعقوبؑ کی والدہ نے انہیں اپنے بھائی لابان کے پاس فدان آرام بھیج دیا تاکہ دونوں بھائی کچھ عرصے جدا رہیں اور آپس کے تعلقات مزید خراب نہ ہوں۔ عیسو ادوم ناراض ہو کر اپنے چچا حضرت اسماعیلؑ کے پاس چلے گئے۔ جہاں حضرت اسماعیلؑ کی بیٹی سے ان کی شادی ہوئی۔ تاہم دونوں بھائیوں کے باہمی تعلقات بعد میں خوشگوار ہو گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں نے آپ سے عہد لیا کہ اگر وہ دس سال ان کی بکریاں چرائیں تو ان کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کر دیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ مدت پوری کر دی تو آپ کے ماموں لابان نے اپنی بیٹی ''لیہ'' سے آپ کی شادی کر دی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے لیکن آپ کو حضرت یوسفؑ سے زیادہ محبت تھی۔ دوسرے بیٹے اس بات سے خوش نہیں تھے۔ سوتیلے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو ایک دن جنگل میں اندھے کنوئیں میں پھینک دیا اور روتے دھوتے واپس آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے اس دکھ کر صبر و شکر سے برداشت کیا اور کہا!

’’نہیں بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنالائے ہو اب صبر ہی بہتر ہے اور خدا ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بارے میں جو تم بیان کرتے ہو۔‘‘

(سورۃ یوسف۔۸)

آپ حضرت یوسفؑ کو یاد کر کے روتے رہتے تھے۔ روتے روتے آپ کی بینائی چلی گئی۔ دوسری طرف حضرت یوسفؑ کو ایک تجارتی قافلے نے کنویں میں سے نکالا اور اپنے ہمراہ مصر لے گئے۔ حالات نے آپ کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا دیا۔ وہیں پل کر جوان ہوئے اور مصر کے فرماں روا بنے۔ حضرت یوسفؑ والی مصر مقرر ہوئے تو حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خواہش کے مطابق اپنے اہل خاندان کے ہمراہ جن کی تعداد ستر تھی مصر کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو تیس برس تھی۔

آپ ہجرت کے بعد سترہ برس زندہ رہے۔ وفات سے قبل آپ نے اپنے بچوں کو بلا کر نصیحت کی۔

’’بھلا جس وقت یعقوبؑ وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے۔

جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔‘‘

(سورۃ البقرہ۔۱۳۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو سینتالیس برس ہوئی۔ حضرت یوسفؑ نے آپ کا جسد خاکی آپ کی وصیت کے مطابق کنعان لے جا کر حضرت سارہؑ، حضرت رفقہ اور حضرت اسحٰقؑ کے پہلو میں دفن کیا۔

حکمت

قرآن کریم میں انبیاء کے تذکرے ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں کی طرز فکر سے وقوف حاصل کریں۔ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے منسوب واقعات کا بغور جائزہ لینے پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ انبیاء ایسے ذہن کے حامل ہوتے ہیں جن میں صبر اور شکر کی طرزیں مستحکم ہوتی ہیں۔ وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے حامل ہونے پر شکر ادا کرتے ہیں اور کسی نعمت کے حاصل نہ ہونے پر اس حد تک ملول و غمگیں نہیں ہوتے کہ اللہ کے ناپسندیدہ فرد بن جائیں۔ وہ مشیت الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور مظاہر قدرت کے تحت ترتیب پانے والے واقعات میں رضائے الٰہی ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ

وسیع تر اختیارات کے حامل ہوتے ہیں، واقعات کو اپنے حق میں استوار کرنے کے لئے ان میں کوئی تبدیل نہیں کرتے بلکہ اللہ کے حضور عجز وانکساری کا نذرانہ پیش کرکے التجا کرتے ہیں کہ اے رب کائنات! ثابت قدمی اور صبر واستقامت عطا فرما۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنی پوری زندگی میں صبر واستقلال کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ جب آپ کے فرزند اور جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسفؑ اپنے ہی بھائیوں کے حسد کا شکار ہو کر باپ سے جدا ہو گئے تو باوجود اس کے کہ حضرت یعقوبؑ حقیقت حال سے باخبر تھے۔ مشیت الٰہی کے تحت خاموش ہو رہے اور انہوں نے اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے تحت بیٹے سے ملنے کا انتظار کیا۔ بشری تقاضے کے تحت وہ بیٹے کی جدائی میں روتے رہے لیکن نافرمانی اور بے صبری کا ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکلا۔

پیغمبروں کی ساری زندگی اس عمل سے عبارت ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ تمام انبیائے کرام اور ان کے وارث اولیاء اللہ کے اندر استغنا کی طرز فکر راسخ ہوتی ہے۔ انبیاء اس طرز فکر کو حاصل کرنے کا اہتمام اس طرح کیا کرتے تھے کہ وہ کسی چیز کے متعلق سوچتے تھے۔ ان کی طرز فکر ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ کائنات کی تمام چیزوں کا اور ہمارا مالک اللہ ہے۔ کسی چیز کا رشتہ براہ راست ہم سے نہیں ہے بلکہ ہم سے ہر چیز کا رشتہ اللہ کی معرفت ہے۔ رفتہ رفتہ ان کی یہ طرز فکر مستحکم ہو جاتی اور ان کا ذہن ایسے رجحانات پیدا کر لیتا کہ جب وہ کسی چیز کی طرف مخاطب ہوتے تو اس چیز کی طرف خیال جانے سے پہلے اللہ کی طرف خیال چلا جاتا۔ انہیں کسی چیز کی طرف توجہ دینے سے پیشتر یہ احساس عادتاً ہوتا کہ یہ چیز ہم سے براہ راست تعلق نہیں رکھتی۔ اس چیز کا اور ہمارا واسطہ محض اللہ کی وجہ سے ہے۔

اس طرز عمل میں ذہن کی ہر حرکت میں اللہ کا احساس قائم ہو جاتا ہے۔ اللہ ہی بحیثیت محسوس ان کا مخاطب ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اللہ کی صفات ان کے ذہن میں ایک مستقل مقام حاصل کر لیتی ہیں اور ان کا ذہن اللہ کی صفات کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

تفکر کرنے سے۔۔۔ سوچنے اور سمجھنے کے کئی رخ متعین ہوتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کے بجائے ہم دو رخوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو عملی اعتبار سے مستحکم ذہن ہیں یعنی ایسا ذہن رکھتے ہیں جس میں شک نہیں ہوتا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز اس کی دنیا میں کوئی بھی حیثیت ہو، چھوٹی ہو یا بڑی ہو، راحت ہو یا تکلیف سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے مشاہدے میں یہ بات آجاتی ہے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے، جو ہو رہا ہے، جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے سب کا سب اللہ کی طرف سے ہے۔

جس طرح اللہ کے ذہن میں کسی چیز کا وجود ہے اسی طرح اس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ راسخ فی العلم لوگوں کے ذہن میں یقین کا ایسا پیٹرن بن جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ہر عمل اور زندگی کی ہر حرکت، ہر ضرورت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ

بات راسخ ہو جاتی ہے کہ ہمارے لئے اللہ نے جو نعمتیں مخصوص کر دی ہیں وہ ہمیں ہر حال میں میسر آئیں گی اللہ کے اوپر یقین ان کے اندر استغناء پیدا کر دیتا ہے۔

استغنا کی تعریف

قانون یہ ہے کہ استغنا یقین کے بغیر پیدا نہیں ہوتا اور یقین کی تکمیل مشاہدے کے بغیر نہیں ہوتی اور جس آدمی کے اندر استغنا نہیں ہوتا اس کا تعلق مادی دنیا (اسفل) سے زیادہ رہتا ہے۔

اور جس بندے کے اندر استغنا نہیں ہوتا اس کا ذہن بے یقینی اور وسوسوں میں گھرا رہتا ہے اس کے اوپر مستقبل کا خوف طاری ہوتا ہے جو نعمتیں اسے ماضی میں حاصل ہوتی رہی ہیں ان کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔

مثال:

ایک بچہ پیدا ہوا وہ اس حالت میں ہے کہ وہ کروٹ بدل سکتا ہے نہ ہاتھ سے کوئی چیز پکڑ سکتا ہے اور نہ پیروں سے چلتا ہے۔ اس کا ہر کام دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ دودھ ماں پلاتی ہے، صفائی ستھرائی ماں کرتی ہے، کپڑے ماں تبدیل کرتی ہے۔ اس طرح بچہ گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کے زمانے کو عبور کرتا ہوا لڑکپن میں داخل ہوتا ہے۔ لڑکپن سے جوانی کا آغاز ہوتا ہے۔

پڑھتا لکھتا ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے۔ ایک دن کا بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اس کی شادی ہو جاتی ہے، شادی کے بعد بچے ہوتے ہیں۔ بچوں کے بچوں کی تقریبات کرتا ہے۔ بوڑھا ہو جاتا ہے۔

لیکن جب وہ مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے تو فکر مندی کا مظاہرہ کرتا ہے وہ یہ نہیں سوچتا کہ ایک دن کی عمر سے ساٹھ سال یعنی اکیس ہزار نو سو دن تک اسے ہر آسائش مہیا کی گئی ہے۔ مزید عمر میں وہ اللہ کی نعمتوں سے کیسے محروم ہو سکتا ہے۔

استغنا کے حامل افراد کے یقین میں یہ بات مستحکم ہوتی ہے کہ آدمی حالات کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔ حالات کھلونے میں جس طرح چابی بھر دیتے ہیں آدمی اسی طرح چلنے پر مجبور ہے اور کھلونے کی چابی کا رکھوالا، محافظ اور مطلق حاکم اللہ ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت یعقوبؑ کی عمر ۷۳ برس تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے۔ ''بن یامین'' سگے بھائی تھے اور دس سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور فہیم تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشانی نور افگن تھی۔ حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند حضرت یوسفؑ کو سجدہ کر رہے ہیں (اس وقت حضرت یوسفؑ کی عمر بارہ سال تھی)۔ حضرت یعقوبؑ کو جب خواب سنایا تو انہوں نے خواب کی تعبیر بتائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے کام کے لئے منتخب کرے گا اور علم و حکمت سے نوازے گا اور نصیحت کی کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ حضرت یوسفؑ کے قصے کو قرآن حکیم میں ''احسن القصص'' کہا گیا ہے۔

گیارہ ستارے، سورج اور چاند

حضرت یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کہا!

''اے میرے باپ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔'' حضرت یعقوبؑ نے فرمایا!

''میرے بیٹے جس طرح تو نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند تیرے آگے جھکے ہوئے ہیں اسی طرح تیرا پروردگار تجھے برگزیدہ کرنے والا ہے۔''

ایک روز حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے پروگرام بنایا کہ یوسفؑ کو باپ سے دور کردیں۔ سب بھائیوں نے باپ سے کہا!

''ہم یوسف کو سیر کرانے کے لئے اپنے ساتھ جنگل میں لے جانا چاہتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے بے انتہا اصرار کے بعد نیم دلی سے اجازت دے دی۔ سوتیلے بھائی حضرت یوسفؑ کو ساتھ لے گئے اور اندھے کنوئیں میں پھینک دیا اور مکر و فریب سے روتے ہوئے گھر واپس آئے۔ باپ کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ ثبوت کے طور پر بکری کے خون میں رنگے ہوئے حضرت یوسفؑ کے کپڑے باپ کو دکھائے۔ حضرت یعقوبؑ گو کہ ان کا حیلہ سمجھ گئے لیکن رضائے الٰہی سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ جس کنوئیں میں حضرت یوسفؑ کو پھینکا گیا تھا۔ یہ کنواں حبرون (موجودہ الخلیل) کی وادی میں سیکم کے قریب ہے۔ اسماعیلی تاجروں کا ایک قافلہ مصر جاتے ہوئے یہاں سے گزرا تو قافلے کے لوگوں نے ایک کنواں دیکھا۔ پانی پینے کے لئے قافلہ رک گیا۔

قافلے والے نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ اسے پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکل آئے۔ تاجر آپ کو ساتھ لے گئے اور مصر کے بازار میں نیلام کر دیا۔

عربی نسل ''عمالیق'' جو دو ہزار قبل مسیح میں فلسطین اور شام سے آکر مصر پر قابض ہو گئے تھے اس وقت حکمران تھے۔

ابوفیس (Apophis) نامی بادشاہ تھا۔ مصری فوج کے سپہ سالار ''فوطیفار'' نے بیس درہم (تقریباً ۳۴۰ پاکستانی روپے) میں حضرت یوسفؑ کو خرید لیا۔ قرآن نے خریدار کا تعارف عزیز مصر کے نام سے کرایا ہے۔ عزیز مصر کے معنی ایسے صاحب اقتدار کے ہیں جس کے خلاف کوئی مزاحمت نہ ہو سکے۔ عزیز مصر کسی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ ایک عہدے کا نام ہے۔ بائبل اور تلموز کے مطابق (یہ روایت بھی ملتی ہے کہ عزیز مصر شاہی خزانہ کا افسر اعلیٰ تھا) عزیز مصر شاہی محافظوں کا افسر اعلیٰ تھا۔ عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا!

ترجمہ: ''اس کو اچھی طرح رکھنا بعید نہیں کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔''

(یوسف:٦١)

مصری تہذیب

حضرت یوسفؑ کنعان میں پلے بڑھے تھے۔ تہذیبی اور تمدنی ترقی مصر کے مقابلے میں کم تھی وہاں قبائلی اور نیم خانہ بدوشانہ طرز زندگی تھی جبکہ مصر معاشرت کے اعتبار سے جدید ملک تھا۔ عزیز مصر حضرت یوسفؑ کی شخصیت اور فہم و فراست سے بہت متاثر ہوا۔ کچھ ہی عرصے میں اپنی دولت و جاگیر کے نظم و نسق میں اس نے آپ کو شریک کر لیا۔

ترجمہ: اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سرزمین پر قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا۔

(سورۃ یوسف۔۲۱)

حضرت یوسفؑ ذہین اور زیرک انسان تھے۔ آپ کی خوبصورتی بے مثال تھی۔ حسن اور خوبروئی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو ان کے اندر نہیں تھا۔ عزیز مصر کی بیوی ''زلیخا'' دل پر قابو نہ رکھ سکی اور حضرت یوسفؑ پر فریفتہ ہو گئی۔

''خدا کی پناہ! میرے رب تو نے مجھے اچھی منزلت بخشی اور میں یہ کام کروں ایسے ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پاتے۔''

(سورۃ یوسف۔۲۳)

حواس باختگی

عصمت و حیاء کے پیکر حضرت یوسفؑ نے ایک لمحہ کے لئے بھی زلیخا کی حوصلہ افزائی نہ کی، بلکہ اسے بے قراری کی حالت میں چھوڑ کر کمرے سے باہر جانے لگے، زلیخا نے انہیں روکنا چاہا۔ اس کھینچاتانی میں آپ کی قمیض پھٹ گئی۔ دروازہ کھلا تو عزیز مصر کی بیوی کا چچازاد بھائی سامنے کھڑا تھا۔ زلیخا نے مکر سے کام لیا اور حضرت یوسفؑ پر الزام لگایا کہ اس نے مجھے بے عزت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ شخص ذہین، فطین، ہوشیار اور معاملہ فہم تھا۔ اس نے کہا یوسفؑ کا پیراہن دیکھنا چاہئے اگر سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچ بولتی ہے اگر پیچھے سے چاک ہے تو یوسفؑ بے گناہ ہیں۔ محل میں موجود لوگوں نے دیکھا کہ پیراہن پیچھے سے چاک تھا۔ عزیز مصر کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح یہ بات پورے خاندان میں پھیل گئی۔ اُمراء و روساء کی بیگمات نے زلیخا کو طعن و تشنیع کی اور اس سے کہا تو کیسی عورت ہے کہ عزیز مصر کی بیوی ہو کر ایک ملازم پر عاشق ہو گئی۔ زلیخا نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ تواضع کے لئے پھل رکھے گئے۔ مہمانوں نے چھری سے پھل کاٹنے چاہے تو عین اسی وقت حضرت

یوسفؑ کو قریب سے گزارا گیا۔ حسن و جمال کے مجسمہ اور مردانہ وجاہت کے پیکر حضرت یوسفؑ پر جب عورتوں کی نگاہ پڑی تو وہ حواس باختہ ہو گئیں اور انہوں نے پھلوں کے ساتھ اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔

”عزیز مصر کی بیوی نے کہا! یہ ہے وہ شخص، جس کے بارے میں تم مجھے برا کہتی تھیں۔ بے شک میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا اگر اب بھی میرا کہنا نہیں مانے گا تو قید کر دیا جائے گا اور بہت ذلیل ہوگا۔“

(سورۃ یوسف۔ ۳۲)

زلیخا کی طرف سے برائی کی ترغیب اور بات پوری نہ ہونے کی صورت میں قید کرادینے کی دھمکی سن کر حضرت یوسفؑ نے اللہ رب العزت کو مدد کے لئے پکارا۔

”اے میرے رب! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں اور اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔“

(سورۃ یوسف۔ ۳۳)

پہلے صرف زلیخا ہی آپ پر عاشق تھی۔ اس واقعہ کے بعد طبقہ روساء کی اکثر عورتیں آپ کے حسن و دلکشی پر فریفتہ ہو گئیں۔ حضرت یوسفؑ راست روی اور عفت و عصمت قائم رکھنے کے لئے کڑے امتحان سے گزر رہے تھے۔ بالآخر طرح طرح کے الزامات لگا کر آپ کو پابند سلاسل کرا دیا گیا (اس وقت حضرت یوسفؑ کی عمر بیس یا اکیس برس تھی)۔ حضرت یوسفؑ کی نیکوکاری اور پاکیزہ سیرت کے چرچے پہلے ہی جیل خانہ میں پہنچ چکے تھے۔ آپ کے اخلاق، پرہیزگاری اور نیک اعمال کے سبب قیدی اور حکام آپ کا احترام کرتے تھے۔

حضرت یوسفؑ سات برس جیل میں رہے۔ قید کے دوران آپ قیدیوں کو وحدانیت کی راہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ نیک عمل کی تلقین اور برائیوں سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔

دو قیدیوں کے خواب

”اے جیل کے رفیقوں الگ الگ کئی معبودوں سے ایک اللہ بہتر ہے۔ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ پوجنے کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ مگر نام رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے۔ نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند، حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے، اس نے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اس کو، یہی ہے سیدھی راہ پر بہت لوگ نہیں جانتے۔“

(سورۃ یوسف: ۴۰۔۳۹)

دو قیدیوں نے خواب دیکھے۔ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا باورچی تھا اور وہ بادشاہ کو زہر سے ہلاک کرنے کی سازش میں پکڑے گئے تھے۔دونوں نے حضرت یوسفؑ کو اپنے اپنے خواب سنائے۔ایک نے بتایا''میں نے خواب میں دیکھا کہ انگور نچوڑ رہا ہوں۔''

دوسرے نے کہا''میں نے دیکھا کہ سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اسے کھا رہے ہیں۔''

حضرت یوسفؑ نے تعبیر بتائی کہ انگور نچوڑنے والا بری ہو جائے گا اور اسے پھر ساقی گری سونپ دی جائے گی اور دوسرا سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور اس کا گوشت مردار جانور کھائیں گے۔

بادشاہ کا خواب

حضرت یوسفؑ کے قصہ میں چوتھا خواب بادشاہ مصر ''ملک الریان'' کا ہے۔بادشاہ نے تمام درباریوں کو جمع کر کے کہا۔''میں نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں انہیں سات دبلی گائیں نگل رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات بالیں سوکھی۔''

بادشاہ کے دربار میں ماہرین نے اس خواب کو بادشاہ کی پریشان خیالی قرار دیا لیکن بادشاہ کو اطمینان نہیں ہوا اور وہ ہر وقت پریشان رہنے لگا۔بادشاہ کو پریشان دیکھ کر ساقی کو اپنا خواب اور اس کی تعبیر یاد آگئی۔اس نے حضرت یوسفؑ کے علم اور حکمت سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔بادشاہ نے اسے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجا۔حضرت یوسفؑ نے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ سات برس تک تم لگاتار کھیتی کرتے رہو گے۔ان سات برسوں میں غلے کی خوب فراوانی ہو گی اور اس کے بعد سات برس بہت مصیبت کے آئیں گے اور سخت قحط پڑ جائے گا۔ایک دانہ بھی نہیں اگے گا۔ان سات سالوں میں وہی غلہ کام آئے گا جو پہلے سات سالوں میں ذخیرہ رکھا گیا ہو گا۔

خواب میں مستقبل بینی اور حضرت یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔اس نے حضرت یوسفؑ کو رہا کر کے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔لیکن حضرت یوسفؑ نے رہا ہونے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اس الزام کی تحقیق کی جائے جس کے تحت وہ قید کئے گئے تھے۔بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ قیدی صاحب حکمت بزرگ ہے۔اور یہ برگزیدہ شخص یقیناً بے گناہ ہے ورنہ الزام کی تحقیق کا مطالبہ نہ کرتا اور جیل سے باہر بخوشی آجاتا۔شاہ مصر نے تحقیقات کا حکم دیا۔تحقیقات کے نتیجے میں حضرت یوسفؑ بے گناہ ثابت ہوئے۔

قحط سالی سے بچنے کی منصوبہ بندی

خواب کی تعبیر معلوم ہونے کے بعد بادشاہ نے دربار میں موجود معاشیات کے ماہرین کو اس مصیبت سے محفوظ رہنے کی ہدایت کی۔ یہ خواب جس طرح انوکھا تھا اسی طرح تعبیر بھی عجیب تھی اور سارے دربار میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو اس کام سے عہدہ برآ ہو سکتا۔ تب حضرت یوسفؑ نے اس قحط سالی سے بچنے کی تدابیر بتائیں۔ بادشاہ ان کے علم و حکمت اور بزرگی کا پہلے ہی معترف ہو چکا تھا اب اس کے دل میں حضرت یوسفؑ کی عظمت مزید گھر کر گئی۔ اس نے نہ صرف ان تدابیر کو قبول کیا بلکہ حضرت یوسفؑ کو ان پر عمل کرانے کا اختیار بھی دے دیا اور کہا:

''تو میرا نائب ہے۔ آج سے تیرا حکم میری رعایا پر چلے گا۔''

اور اس نے فیصلہ کیا کہ جو تجاویز حضرت یوسفؑ نے قحط سالی کے لئے دی ہیں وہ خود ہی ان پر عمل درآمد کروائیں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے شاہی کونسل سے بھی منظوری لے لی۔ بادشاہ نے حضرت یوسفؑ سے نہایت عزت و احترام سے کہا کہ آپ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے پیش بندی کریں۔ حضرت یوسفؑ نے عمل درآمد کیلئے بادشاہ سے مملکت کے کلی اختیارات مانگ لئے۔

''یوسف نے کہا ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے۔ میں حفاظت کرنے والا ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔''

(سورۃ یوسف: ۵۵)

بادشاہ نے آپ کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

توریت میں ہے:

''تو میرے گھر کا مختار ہوگا اور ساری رعایا پر تیرا حکم چلے گا۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب میں بزرگ تر ہوں گا۔ دیکھ میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی آدمی اس سارے ملک مصر میں اپنا ہاتھ پاؤں نہ ہلا پائیگا۔''

حضرت یوسفؑ نے مملکت کی باگ ڈور سنبھال لی اور قحط سالی سے بچنے کے لئے انتظامات شروع کر دیئے۔

پہلے مرحلے میں آپ نے زیادہ سے زیادہ غلہ اگانے کی منصوبہ بندی کی۔ ایسے اقدامات کئے کہ وہ زمینیں جو قابل کاشت نہیں تھیں، انہیں بھی کاشت کے قابل بنا دیا گیا۔ اس طرح ضرورت سے زیادہ فصلیں تیار ہو گئیں۔ آپ نے حکومتی خزانوں سے فصلیں خرید لیں اور قحط سالی کے سات برسوں کے لئے غلے کا ذخیرہ کر لیا۔ اگلا مرحلہ خوراک کے اس عظیم الشان ذخیرے کو اس طرح محفوظ کرنے کا تھا کہ وہ سات سال تک قابل استعمال رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے غلہ کو جمع کرنے کے لئے مخروطی شکل کے اہرام

ڈیزائن کئے۔ ہزاروں سال قبل تعمیر کئے جانے والے یہ اہرام آج بھی معمہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ حضرت یوسفؑ کے علم نبوت کا اعجاز تھا کہ آپ نے مصر کے اس قدیم معاشرے میں ایسی جدید سائنسی عمارت کی بنیاد رکھی جو ہزاروں سال سے قائم ہے۔ سات سال بارشیں خوب ہوئیں اور بہترین فصل حاصل ہوئی۔ پھر کھیتیاں سوکھنے لگیں۔ جوہڑوں اور تالابوں میں پانی خشک ہو گیا۔ لوگوں کے پاس جمع شدہ غذائی اجناس کی قلت ہوگئی۔ مصر کی ساری زمین خشک ہوگئی اور قرب وجوار میں شدید قحط پڑ گیا۔ لیکن صحیح منصوبہ بندی اور پلاننگ سے گورنمنٹ کے پاس وافر مقدار میں غلہ ذخیرہ ہو گیا۔

کنعان کے باشندے مصر آکر سرکاری گوداموں سے غلہ لے کر گئے تو حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو مصر سے غلہ لانے کے لئے بھیجا۔

تقسیم اجناس

حضرت یوسفؑ ان گوداموں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً تقسیم اجناس کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ ایک روز وہ دورے پر تھے کہ انہوں نے دیکھا ایک جیسے لباس اور ایک جیسی شکل و صورت کے ''کنعانی'' لوگ قطار میں کھڑے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ کنعانیوں نے بتایا کہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں اور بھائی بھائی ہیں اور غلہ لینے کے لئے کنعان سے یہاں آئے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا تمہارا کوئی اور بھی بھائی ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہاں! ہمارا ایک بھائی اور ہے جو والد صاحب کی معذوری کی وجہ سے نہیں آیا۔ ہمارے والد صاحب آنکھوں سے نابینا ہیں۔ ہمارے ایک اور بھائی یوسف کو بچپن میں بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا۔ والد صاحب کو اس سے بے انتہا محبت تھی وہ اس کے غم میں روتے روتے اندھے ہو گئے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کو یہ سن کر صدمہ پہنچا کہ حضرت یعقوبؑ بینائی کھو چکے ہیں۔ انہیں اپنے چھوٹے بھائی کی فکر بھی لاحق ہوئی۔ آپ نے اپنے سوتیلے بھائیوں سے کہا۔ ''تم لوگ کنعان سے آئے ہو ممکن ہے تمہیں یہاں کے قانون کا علم نہ ہو غلہ صرف انہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو موجود ہوتے ہیں۔ اس بار تم کو معذور باپ اور بھائی کے حصے کا غلہ دے دیا جاتا ہے لیکن جب آئندہ غلہ لینے آؤ تو باپ اور بھائی کو بھی ساتھ لے کر آنا۔'' بھائیوں نے کہا کہ ہمارے والد تو بیٹے کے غم میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ آنکھوں سے معذور بھی ہیں۔ ان کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ چھوٹا بھائی باپ کی خدمت میں لگا رہتا ہے اور وہ خود بھی ان سے دور ہونا نہیں چاہتا۔

حضرت یوسفؑ نے باپ کی معذوری کا عذر قبول کر لیا لیکن بھائی کے نہ آنے کی وجہ کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ تمہارے بھائی کو اپنے حصے کا غلہ لینے یہاں آنا پڑے گا اگر وہ نہیں آیا تو تمہیں بھی غلہ نہیں دیا جائے گا۔

غلہ لے کر جب وہ واپس ہوئے تو انہوں نے اپنے والد سے کہا! والیٔ مصر نے کہا ہے کہ اگر تمہارا بھائی ساتھ نہیں آیا تو تمہیں بھی غلہ نہیں دیا جائے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے کہا:

''کیا تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس کے بھائی یوسف کے معاملہ میں کر چکا ہوں۔''

حضرت یوسفؑ کی جدائی کے بعد حضرت یعقوبؑ کے دل کا سکون ''بن یامین'' تھا۔ آنکھوں کی روشنی سے محروم ہونے کے بعد بن یامین ہی باپ کی ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے باپ کا جواب سن کر شرمندہ ہوئے۔ بڑے بیٹے نے انتہائی عاجزی سے کہا۔ ''آپ کو ہم پر اعتماد نہیں رہا لیکن ہم مجبور ہیں اگر آپ نے ''بن یامین'' کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجا تو کسی کو بھی غلہ نہیں ملے گا۔ حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے وعدہ لیا کہ بن یامین کو صحیح سلامت واپس لے آؤ گے۔''

دوسری مرتبہ برادران یوسف کا قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو نصیحت کی کہ:

''دیکھو ایک ساتھ جتھا بنا کر شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو داخل ہونا۔''

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو یہ نصیحت اس وجہ سے کی کہ جب وہ پہلی بار مصر میں داخل ہوئے تھے تو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے تھے اور الزام ثابت نہ ہونے پر رہا ہوئے تھے۔

حضرت یوسفؑ جانتے تھے کہ سوتیلے بھائی جتنا غلہ لے گئے ہیں وہ زیادہ دن نہیں چلے گا۔ انہیں اندازہ تھا کہ کتنی مدت کے بعد دوبارہ غلہ کی ضرورت پیش آئے گی۔ سگے بھائی کا بے چینی سے انتظار تھا۔ شہر سے باہر ملک شام سے آنے والے راستے پر کھڑے ہو جاتے اور بھائیوں کی راہ تکتے رہتے تھے۔ بالآخر برادران یوسف پہنچ گئے۔ باپ کی نصیحت کے مطابق الگ الگ دروازوں سے داخل ہوئے اور پھر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ حضرت یوسفؑ نے انہیں شاہی مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور اپنے سگے بھائی ''بن یامین'' کو تنہائی میں طلب کر کے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ باپ کی خیر خبر معلوم کی، اپنی ساری روداد سنائی۔ باپ سے جدائی سے لے کر اب تک کا قصہ بھائی کو سنایا اور تاکید کی کہ دوسرے بھائیوں کو یہ بات نہ بتائے۔

اب کی بار حضرت یوسفؑ نے تمام بھائیوں کو پہلے سے زیادہ غلہ دیا اور اپنے بھائی بن یامین کو اپنے پاس رکھنے کے لئے غلہ ناپنے کا شاہی پیالہ اس کے سامان میں رکھ دیا۔

شاہی پیالے کی تلاش

کنعانی جوانوں کا قافلہ ابھی روانہ ہوا تھا کہ چاندی کے شاہی پیالے کی تلاش شروع ہوگئی۔ قافلے والوں پر شبہ ظاہر کیا گیا کیونکہ غلہ صرف اس قافلہ کو تقسیم کیا گیا تھا۔ قافلہ رکوایا گیا۔ برادران یوسف نے اس پر احتجاج کیا کہ الزام بے بنیاد ہے۔ بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ قافلے والے واپس چل کر تلاشی دیں اگر الزام ثابت نہ ہوا تو انہیں اس شبہ کے نتیجے میں پہنچنے والی تکلیف کے بدلے میں مزید غلہ دیا جائے گا اور اگر الزام ثابت ہو گیا تو قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔

قانون یہ تھا کہ جس کی چوری ہوتی تھی مجرم کو اس کے حوالے کر دیتے تھے۔

شاہی داروغہ نے تمام بھائیوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ آخر میں سب سے چھوٹے بھائی بن یامین کے سامان میں سے شاہی پیمانہ برآمد ہو گیا۔ یہ دیکھ کر تمام بھائی پریشان ہو گئے۔

شاہی پہرہ دار بن یامین کو گرفتار کر کے لے جانے لگے تو انہیں باپ سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا انہوں نے داروغہ کی منت سماجت کی کہ ''بن یامین'' کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی جگہ جس بھائی کو چاہیں گرفتار کر لیں۔ معاملہ والیٔ مصر حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا! ''اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو گا کہ اصلی مجرم کو چھوڑ کر کسی اور کو پکڑ لیا جائے۔''

برادران یوسفؑ وطن واپس ہوئے۔ لیکن اس سفر میں ''بن یامین'' ان کے ساتھ نہیں تھا۔ ندامت کی وجہ سے باپ کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہوئی۔ اس لئے بڑا بھائی باپ کے سامنے نہیں گیا۔ وہ شہر سے باہر ٹھہر گیا۔

بیٹوں نے باپ کو بتایا تو حضرت یعقوبؑ غمزدہ آواز سے بولے۔ ''میں جانتا ہوں کہ بات یہ نہیں ہے لیکن جو کچھ تم لوگ کہتے ہو مان لیتا ہوں۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

راز کھل گیا

غلہ ختم ہونے کے بعد پھر مصر جانے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن شرمندگی کی وجہ سے جاتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں تسلی دی اور مصر جانے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ غلہ لے کر آؤ اور والیٔ مصر سے ''بن یامین'' کے لئے معافی کی درخواست کرو۔

باپ کے ہمت دلانے پر بیٹے دربار شاہی میں حاضر ہوئے اور کہا۔ ''ہم کو قحط سالی نے پریشان کر دیا ہے۔اب معاملہ خرید و فروخت کا نہیں ہے، ذرائع آمدنی ختم ہو گئے ہیں۔ ہم غلہ کی پوری قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ہمیں غلہ نہیں ملے گا تو ہمارے گھر میں فاقے شروع ہو جائیں گے۔''

حضرت یوسفؑ یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے اور آبدیدہ ہو کر کہا، ''نہیں نہیں میں تمہیں اور اپنے باپ کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا۔''

برادران یوسفؑ عزیز مصر کی زبانی حضرت یعقوبؑ کے لئے باپ کا لفظ سن کر حیران ہوئے۔

حضرت یوسفؑ نے پوچھا!

''تم لوگوں نے ''بن یامین'' کے بھائی یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟''

ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عزیز مصر کو یوسف اور بن یامین سے کیا واسطہ ہے۔

''میرے بھائیو! میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ جسے تم نے حسد کی بناء پر کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔''

حضرت یوسفؑ کے اس انکشاف سے ان کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔ خوف، شرمساری اور ندامت کے احساس سے ان کی گردنیں جھک گئیں۔ حضرت یوسفؑ نے درگزر سے کام لیا اور فرمایا!

''میں تمہارا بھائی ہوں۔ ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں، تم سے کوئی سرزنش نہیں، کوئی شکوہ نہیں، کوئی شکایت نہیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے گناہ بخش دے کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے۔''

فرعون مصر کو جب یوسفؑ کے بھائیوں کی آمد کا پتہ چلا اور اسے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوبؑ، یوسفؑ کے والد ہیں اور اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں تو اس نے حضرت یعقوبؑ اور ان کے پورے خاندان کو مصر میں آباد ہونے کی دعوت دی اور پروٹوکول کے لئے فوج کا ایک دستہ کنعان بھیجا۔ فوج کے دستے کے ساتھ مال برداری کے جانور بھی تھے۔

یوسفؑ کا پیراہن

روانگی سے قبل حضرت یوسفؑ نے اپنا پیراہن بھائیوں کو دیتے ہوئے کہا کہ اسے میرے مقدس باپ کی آنکھوں سے لگا دینا اللہ رب الرحیم اپنا فضل کرے گا۔

قافلہ ابھی کنعان میں داخل ہی ہوا تھا کہ حضرت یعقوبؑ نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے اپنے بیٹے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ گھر والوں نے اس بات کو ضعف دماغ پر محمول کیا اور کہا کہ برسوں پہلے جسے بھیڑیا لے گیا اس کی خوشبو کیسے آسکتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا! ''تم لوگ وہ بات نہیں جانتے ہو جو میں جانتا ہوں۔''

شاہی دستہ کے ہمراہ قافلہ جب شہر میں داخل ہوا تو حضرت یعقوبؑ اپنے گھر کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے سر جھکائے ان کے پاس پہنچے۔ حضرت یعقوبؑ نے خوشی اور بے قراری سے کہا!

''تم سب آ گئے۔۔۔۔۔۔ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔''

''یوسف ہمارے ساتھ نہیں آیا۔'' ایک بھائی سر جھکا کر بولا اور پیراہن نکال کر ان کو دے دیا۔ اور کہا! یہ پیراہن یوسف نے بھیجا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کا کرتا لے کر چوما اور آنکھوں سے لگایا اور کہا! میں نہ کہتا تھا کہ میرا یوسف زندہ ہے۔ جیسے جیسے حضرت یوسفؑ کے کرتے کا لمس آنکھوں میں جذب ہو رہا تھا۔ بینائی لوٹ رہی تھی اور حضرت یعقوبؑ کی نابینا آنکھیں روشن ہو گئیں۔

بھائیوں نے اول تا آخر سارا قصہ سنایا۔ اور کہا! فرعون مصر نے دعوت دی ہے کہ آپ سب مصر میں آکر آباد ہو جائیں۔

حضرت یعقوبؑ پورے خاندان کے ساتھ مصر روانہ ہو گئے۔ خاندان کے افراد کی تعداد ستر تھی۔

والد سے بچھڑتے وقت حضرت یوسفؑ کی عمر سترہ سال تھی اور حضرت یعقوبؑ نوے سال کے تھے۔ جس وقت حضرت یعقوبؑ مصر تشریف لائے اس وقت ان کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی۔ گویا باپ بیٹا چالیس سال ایک دوسرے سے جدا رہے۔

اس دوران فوطیفار فرعون کا انتقال ہو گیا۔

قرآن حکیم نے حضرت یوسفؑ کے قصے کو خواب سے شروع کیا ہے۔

حکمت

خواب ایسی ایجنسی ہے جس کی معرفت انسان کو غیب کا کشف حاصل ہوتا ہے۔ خواب کا علم انسان کو ماورائی اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ یہ علم بتاتا ہے کہ روح ہمہ وقت حرکت میں رہتی ہے۔ جس طرح بیداری کا پورا وقفہ کسی نہ کسی طرح حرکت سے عبارت ہے اسی طرح خواب کی زندگی بھی حرکت کے تابع ہے۔ انسان بیداری میں جسمانی حرکات سے اس لئے واقف رہتا ہے کہ بیداری میں شعوری حرکت قائم رہتی ہے۔ جب ہم بیدار ہوتے ہیں تو حواس بیرونی ماحول سے رشتہ قائم کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ہمہ

وقت کوئی نہ کوئی اسطباعیہ نقش اعصاب کو حرکت دیتا رہتا ہے اور اس کے اشارے پر ہمارا جسم متحرک رہتا ہے۔ جب ہم سو جاتے ہیں تو جسمانی حرکات پر سکوت طاری ہو جاتا ہے لیکن انا یا نفس کا فعال کردار ختم نہیں ہوتا۔ خواب میں اگرچہ فرد کا جسم معطل ہوتا ہے لیکن وہ تمام حرکات و سکنات کو اپنے سامنے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح بیداری میں دیکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ وقت اور فاصلے کی رائج پابندیاں قائم نہیں رہتیں۔

خواب میں خاکی حواس مغلوب ہوتے ہیں لیکن روح جن واردات و حوادث سے گزرتی ہے انہیں ہمارا ذہن اس حد تک سمجھتا ہے جس حد تک اس کی دلچسپی ان سے وابستہ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خواب کے ان حصوں کو بیان کر سکتے ہیں جن پر دلچسپی کی بناء پر ہماری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور جن واقعات پر ہماری توجہ نہیں ہوتی۔ ان واقعات کی کڑیاں ملانے سے ہمارا شعور عاجز رہتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شعور روح کی واردات کو مربوط حالت میں دیکھ لیتا ہے اور روح کی حرکت شعور میں اس طرح سما جاتی ہے کہ اس میں معنی پہنانا ذرا بھی مشکل نہیں ہوتی۔ اس ہی حالت کو سچا خواب کہتے ہیں اور یہی کیفیت ترقی کر کے کشف والہام بن جاتی ہے۔

زمان اور مکان کی نفی

نفس یا انا کی ایک صلاحیت جو بیداری اور خواب دونوں میں متحرک رہتی ہے۔ قوت حافظہ ہے۔ انسان زندگی کے ہر قدم پر اس قوت سے کام لیتا ہے لیکن اس پر غور نہیں کرتا کہ بچپن کے زمانے کا تصور کیا جائے تو ایک لمحہ میں ذہن بچپن کے واقعات کا احاطہ کر لیتا ہے۔ اگرچہ ہم سالوں کا وقفہ گزار چکے ہیں اور ہزار ہا تبدیلیوں سے گزر چکے ہیں لیکن ذہن جب ماضی کی طرف سفر کرتا ہے تو سالوں پر محیط عرصہ کو سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں طے کر کے بچپن کے زمانے میں پہنچ جاتا ہے۔ ہم ماضی کے واقعات کو نہ صرف محسوس کر لیتے ہیں بلکہ یہ واقعات اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آدمی کوئی فلم دیکھ رہا ہے۔

کبھی کبھی احساسات اتنے گہرے ہو جاتے ہیں کہ شعور ان کا ادراک کر لیتا ہے۔ اگر کسی کام میں بہت زیادہ یکسوئی ہو جائے اور شعوری واردات ایک مرکز پر ٹھہر جائے تو یہ بات تجرباتی مشاہدہ بن جاتی ہے۔

انسان محض گوشت پوست کے جسم کا نام نہیں ہے۔ مادی جسم کے ساتھ ایک نورانی جسم ہے جس کا نام روح ہے۔ روح ہی جسم کی اصل ہے انسان کی روح جسم کے بغیر حرکت کرتی ہے لیکن مادی جسم روح کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔ انسان اگر اپنی روح سے واقف ہو جائے تو وہ جسم کے بغیر بھی سفر کر سکتا ہے۔

جیسے ہی شعوری حواس پر سکوت طاری ہوتا ہے بیداری کے حواس پر خواب کے حواس کا غلاف چڑھ جاتا ہے اس حالت میں آدمی اپنے ارادے سے ان تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو استعمال کر سکتا ہے جو خواب میں کام کرتی ہیں۔ماضی، مستقبل، دوری، نزدیکی بے معنی ہو جاتی ہے۔آدمی خاکی جسم کی تمام قیود سے آزاد ہو کر سفر کرتا ہے۔

روحانی صلاحیت ترقی کر کے ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتی ہے جہاں خواب اور بیداری کے حواس Parrallel ہو جاتے ہیں اور انسانی شعور جس طرح بیداری کے معاملات سے واقف ہے اسی طرح خواب کی کیفیات و حرکات سے بھی مطلع رہتا ہے۔

خواب کی تعبیر کا علم

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا تھا یعنی انہیں لاشعوری حواس کا پورا پورا علم تھا۔لاشعوری حواس کے علوم انسان کو ٹائم اسپیس کی حد بندیوں سے آزاد کر دیتے ہیں اور خواب کے علوم جاننے والے پر غیب کی دنیا روشن ہو جاتی ہے۔

قرآن حکیم نے حضرت یوسفؑ کے قصہ کو بیان کر کے ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ خواب صرف خیالات نہیں ہیں۔

انسان کی نصف زندگی خواب ہے اور نصف زندگی بیداری ہے۔

قانون یہ ہے کہ بیداری میں جن باتوں یا جن خیالات پر ہماری توجہ مبذول رہتی ہے وہ باتیں ہم سمجھ لیتے ہیں اور وہ ہمیں یاد رہتی ہیں۔اس طرح اگر ہم خواب میں دیکھے ہوئے واقعات میں اپنی توجہ قائم کر لیں تو خواب یاد رہتے ہیں اور ہم ان کے اندر معنی پہنا لیتے ہیں۔بیداری ہماری شعوری زندگی اور خواب ہماری لاشعوری زندگی ہے۔

ایک روز بادشاہ نے کہا! میں نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی۔اے اہل دربار! مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو۔لوگوں نے کہا! یہ تو پریشان خوابوں کی باتیں ہیں اور ہم اس طرح کے خوابوں کا مطلب نہیں جانتے۔

ان دو قیدیوں میں سے جو شخص بچ گیا تھا اور اسے ایک مدت دراز کے بعد اب بات یاد آئی، اس نے کہا! میں آپ حضرات کو اس کی تاویل بتاتا ہوں، مجھے ذرا (قید خانے میں یوسف کے پاس) بھیج دیجئے۔

اس نے جا کر کہا، یوسف! اے سراپا راستی! مجھے اس خواب کا مطلب بتا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی۔شاید کہ میں ان لوگوں کے پاس واپس جاؤں اور شاید کے وہ جان لیں۔

یوسف نے کہا!

''سات برس تک لگاتار تم لوگ کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔اس دوران میں جو فصلیں تم کاٹو ان میں سے بس تھوڑا سا حصہ جو تمہاری خوراک کے کام آئے نکالو اور باقی کو اس کی بالیوں ہی میں رہنے دو۔ پھر سات برس بہت سخت آئیں گے۔اس زمانے میں وہ سب غلہ کھالیا جائے گا جو تم اس وقت کے لئے جمع کرو گے اگر کچھ بچے گا تو وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو۔اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریادرسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑینگے۔''

(سورۃ یوسف: ۴۳۔۴۹)

ایسا ہی ہوا جیسے خواب کی تعبیر دی گئی تھی۔ سات سال تک کھیتی باڑی خوب ہوئی اور سات سال تک ملک و قوم کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت یوسفؑ نے سات سال تک غلہ محفوظ رکھنے کے لئے گودام تعمیر کروائے۔ان گوداموں کے بارے میں تاریخ انکشاف کرتی ہے کہ:

اہرام

مینار نما مخروطی عمارت جو اہرام کے نام سے یاد کی جاتی ہے کس زبان کا لفظ ہے کوئی نہیں جانتا۔ انگریزی زبان میں اسے Pyramid کہا جاتا ہے۔اس کے بارے میں علم نہیں کہ یہ اہرام کتنے پرانے ہیں۔تاریخ دان یہ بھی بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ اہرام کن لوگوں نے بنائے، کیوں بنائے اور کس مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں۔۔۔!!

پیراٹہ دراصل قدیم تہذیب کی تعمیرات ہیں جو مصر کے علاوہ میکسیکو، امریکہ، پیرو، گوئٹے مالا اور ہمالیہ سمیت دنیا کے کئی تاریخی مقامات پر ایستادہ ہیں۔ مصر کی وادی نیل میں قدیم مقام غزہ(Giza) کے میدان میں سب سے بڑا اہرام دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہے جو ''شی اوپس یا چیوپس کا عظیم اہرام۔۔۔(The Great Pyramid of Cheops) کہلاتا ہے۔

یہ دنیا کا واحد عجوبہ ہے جو ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود صحیح حالت میں موجود ہے جبکہ باقی چھ عجائبات کے صرف نام اور تصویری خاکے رہ گئے ہیں۔ان کے نشانات تک زمانے کی دستبرد کی نذر ہو چکے ہیں۔اہراموں کی جیومیٹریکل شکل کچھ اس نوعیت کی ہے کہ زلزلے، طوفان، باد و باراں اور دیگر حوادث کو یہ برداشت کر لیتے ہیں۔ان کی ڈھلوان سطح زمین کی کشش ثقل سے آزاد ہے۔

سائنسدانوں نے حال ہی میں جدید کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے ''شی اوپس'' کا مطالعہ کیا۔تازہ ترین معلومات یہ ہیں کہ یہ اہرام قدیم اور انتہائی ترقی یافتہ سائنسی ایجادات کا مظہر ہے اور یہ ترقی یافتہ سائنس حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے کی ہے۔

اہراموں کے معمار ماورائی سربستہ رازوں سے واقف تھے وہ اعلیٰ ترین ریاضی(Advance Mathematics)کاادراک رکھتے تھے۔علم مثلث(Trigonometry)اور جیومیٹری کے علوم پر انہیں دسترس تھی۔جغرافیہ کے بارے میں ان کا علم حیرت انگیز تھا۔

شی اوپس پتھر کے دوسوایک۔۔۔ایک کے بعد دوسرے بلند ہوتے ہوئے متوازی زینوں پر مشتمل چالیس منزلہ(485فٹ)بلند عمارت ہے۔اس کی چورس بنیاد(Base)سواتیرہ(13-1/4)ایکڑ رقبہ پر محیط ہے۔اس کے چاروں بنیادی سمتوں میں سے ہر ایک کی لمبائی 760فٹ اور 11انچ ہے۔یعنی اہرام کے گرد چکر لگایا جائے تو تقریباً دو یا تین میل کا فاصلہ طے ہو گا۔اس کی بنیاد ایک مکمل مربع ہے اور اس کے چاروں اطراف مساوی مثلثوں پر قائم ہیں۔جو بنیاد سے اوپر اور اندر کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔

اس کے اطراف کی ڈھلان ۱۰سے ۹کے تناسب سے ۵ڈگری 51/144.3 پر رکھی ہوئی ہیں جو بلندی پر جا کر ایک ایسے نقطے پر ملتی ہیں جو بنیاد کے عین مرکز کی سیدھ میں ہے۔ایک قابل ذکر پہلو اس عظیم عمارت کی بنیاد کے سوراخوں(Sockets)کا سلسلہ ہے جو بنیاد کی چٹان میں اطراف کے بنیادی پتھروں کو تھامے ہوئے ہیں۔ان ساکٹوں کی مدد سے اصل ساخت کا ٹھیک ٹھیک محیط معلوم کیا جا سکتا ہے۔اہرام کا سب سے قابل توجہ امتیاز اس کی حیرت انگیز سمت بندی(Orientation)ہے یعنی اس کی بنیاد کو ٹھیک شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً اس طرح رکھا گیا ہے کہ پانچ سینٹی میٹر کی غلطی بھی دریافت نہیں کی جا سکی۔

شی اوپس میں(۹۰)نوے ملین(۹کروڑ)مکعب فٹ پتھر استعمال کیا گیا ہے۔تعمیر میں استعمال ہونے والے کل پتھروں کا اندازہ تئیس لاکھ(23,00000)کے قریب لگایا گیا ہے۔ان میں ہر سل(Block)کا وزن ۲سے ۳میٹرک ٹن تک ہے(ایک ٹن میں ۱۰۰۰کلو گرام ہوتے ہیں)۔چند ایک بلاکوں کا وزن کا اندازہ ۹۰سے ۶۰۰ٹن لگایا گیا ہے۔اہرام کے مجموعی وزن کا تخمینہ پینسٹھ لاکھ(65,00000)ٹن ہے۔موجودہ زمانے میں سائنس کی بے انتہا ترقی کے باوجود بڑی سے بڑی کرین زیادہ سے زیادہ ۲۰ٹن وزن اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور یہ صلاحیت ان کرینوں کی ہے جو بڑی بڑی بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر میں استعمال ہوتی ہیں اور تقریباً ۲۶۵فٹ بلند ہوتی ہیں۔

تحقیقاتی ٹیم

نپولین جب مصر آیا تو اس نے تخمینہ لگوایا کہ اس اہرام میں اس قدر پتھر استعمال ہوئے ہیں کہ ان سے پورے فرانس کے گرد دس فٹ اونچی اور ایک فٹ موٹی دیوار تعمیر کی جا سکتی ہے اور اگر ان پتھروں کو ایک فٹ کی سلوں میں کاٹ لیا جائے تو یہ چھوٹے بلاک پوری دنیا کے گرد ایک زنجیر بنانے کے لئے کافی ہونگے۔

اہرام کی تعمیر میں استعمال ہونے والے ان وزنی پتھروں کو موجودہ سائنسی زمانے میں دیکھا جاسکتا ہے پہلے یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ اہرام کے معماروں نے پتھروں سے بنی ہوئی ان عظیم الشان عمارت کو چاروں طرف سے بہترین پالش شدہ چونے کے پتھروں (Lime Stone) سے ڈھانپ دیا تھا۔ یہ غلافی سلیب اس مہارت اور نفاست سے آپس میں جڑی ہوئی تھیں کہ بال برابر جوڑ تلاش کرنے کے لئے بھی بہت باریک بینی سے کام لیناپڑتا تھا۔ اور اس قدر ہموار تھیں کہ 0.0008% اونچ نیچ کی گنجائش نہیں تھی۔ لائم اسٹون کی یہ سلیں اولاً ۸۲۰ عیسوی میں توڑی گئیں۔ جب خلیفہ عبدالرحمان المامون کی تحقیقاتی ٹیم نے اہرام کی شمالی ڈھلان میں سو فٹ لمبا چوڑا شگاف ڈال کر اندر اترنے کا راستہ دریافت کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ء میں المامون کے ایک عرب جانشین نے روغن سے مزین اہرام کے ان غلافی پتھروں کو قاہرہ میں تعمیر کی جانے والی مسجد سلطان حسن کی تعمیر میں استعمال کیا۔

رہی سہی کسر قدیم جرمن غارت گر تہذیب ونڈال نے پوری کر دی۔ جس نے اہرام کی بیرونی سطح مکمل طور پر تباہ کر دی۔ اہرام کے محققین نے اہراموں کی تعمیر سے متعلق ریاضی و جیومیٹری کے رموز و قوانین کی جلدوں کے ڈھیر لگادیئے ہیں جن میں ہمارے سیارے کا محیط، رات دن اور سال کے وقفوں کی پیمائش، سورج اور زمین کا درمیانی فاصلہ، روشنی کی رفتار، زمین کی کثافت، کشش ثقل اور اسراع (کسی جسم کی Velocity کے تبدیل ہونے کی شرح کو اسراع کہتے ہیں) کے قوانین وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۸۶۴ء میں اسکاٹ لینڈ کے پیازی اسمتھ نے اہرام کی پیمائش سے پتا چلایا کہ یہ اہرام اپنی چوڑائی کے ہر نو یونٹ کے مقابلہ میں دس یونٹ بلند ہے۔ اسمتھ نے اس بلندی کو ۱۰۹ سے ضرب دیا تو حاصل ضرب نو کروڑ اٹھارہ لاکھ چالیس ہزار آیا جو سورج کے گرد زمین کے مدار کا میلوں میں فاصلہ ہے۔

ماہرین اہرام نے اہرام کے اندر سے ملنے والے ۵ x ۵ا انچ کے پتھر جسے The Boss کا نام دیا گیا ہے اور جو مشابہت میں گھوڑے کی نعل کی مانند ہے، کو اہرام کی تعمیر میں پیمائش کے لئے استعمال ہونے والی بنیادی اکائی قرار دیا ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ نعل قدیم کیوبٹ یعنی ایک ذراع (انسانی ہاتھ کی درمیانی انگلی سے کہنی تک لمبائی کو ذراع کہا جاتا ہے) کی علامت ہے۔

The Boss ایک پیرامڈ انچ موٹی ہے (پیرامڈ معیاری برطانوی انچ سے ذرا سا بڑا ہے)۔ پیرامڈ انچ پیازی اسمتھ کی دریافت ہے جس کا کہنا ہے کہ یہ پیمائش کی صحیح اور مکمل ترین اکائی ہے جس کی بنیاد زمین کے گردشی محور پر رکھی گئی ہے۔ پیرامڈ انچ کرہ ارض کے قطبی محور کی گردش کا ایک حصہ ہے۔ Earth's polar axis of Rotation وہ خط مستقیم ہے جو زمین کے ایک قطب سے دوسرے قطب تک چلا گیا ہے۔

ماہرین اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ میٹرک نظام پیائش(Matric System of Measurement)میں خامی ہے کیونکہ میٹر اس خط نصف النہار(Meridian Line)کا حصہ ہے جو پیرس پر سے گزرتا ہے اور اس گول دائرے نے کرہ زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ماہرین کے مطابق ایک قوس کے مقابلے میں خط مستقیم زیادہ درست اورReliableہے۔

پیازی اسمتھ کے مطابق شی اوپس کی بنیاد کی چاروں سمتوں میں سے ہر ایک 9121.05اہرامی انچ لمبی ہے اس بنیادی لمبائی کو کیوبٹ سائز کے عدد 25سے تقسیم کیا گیا تو جواب 365.242242آیا۔ جو کہ شمسی سال کی طوالت (۳۶۵دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۹ء۷ سیکنڈ یا اعشاری صورت میں ۳۶۵ء۲۴۲۲۴۲) کے برابر ہے۔اس اہرام کی بلندی 5813.01اہرامی انچ بنتا ہے۔جس کا دو سے حاصل ضرب 11696.00 اہرمی انچ بنتا ہے اس عدد کو سورج اور زمین کے درمیانی فاصلہ (9.1837,484 میل)سے تقسیم کیا جائے تو ایک 7909.7اہرامی انچ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو کہ میلوں میں زمین کا قطبی قطر ہے۔یہ ان لاشمار ریاضیاتی پیائشوں میں سے چند ایک ہیں جو ماہرین اہرامیات نے شی اوپس کے چپے چپے کی پیائش کے بعد پیش کی ہیں۔

مخصوص بناوٹ اور زاویہ

مستعمل ریاضی کی جمع تفریق اور ضرب تقسیم سے کائناتی حقائق تک رسائی کے علاوہ اس عمارت کے طول و عرض اور زاویں کی ٹھیک ٹھاک جیو میٹریکل پیائش میں بھی حیرت انگیز اسرار پوشیدہ ہیں۔ماہرین فن تعمیر بتاتے ہیں کہ اہرام سے زیادہ مضبوط کوئی اور جیو میٹریکل شکل نہیں ہے۔اہرام کی ساری پراسراریت اس کی مخصوص بناوٹ اور زاویہ میں ہے۔جس کے اثرات اس میں موجود اشیاء کا پانی خشک کر کے انہیں گلنے سڑنے سے محفوظ کر دیتے ہیں۔تجربات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ کھانے کی اشیاء اہرام میں سڑنے کے بجائے ٹھوس اور حجم میں کم ہو جاتی ہیں اور ان کا ذائقہ بڑھ جاتا ہے۔خشک اجناس(گیہوں، چاول، جو، باجرہ وغیرہ) کیڑا لگنے سے محفوظ رہتے ہیں۔پھلوں اور سبزیوں کے بیج اہرام میں رکھنے سے ان سے صحت مند اور زیادہ پھل پھول والے درخت اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔پھلدار اور پھولدار پودوں کی قلمیں پانی میں ڈبو کر اہرام کے اندر رکھی جائیں تو ان میں جڑیں جلدی نمودار ہو جاتی ہیں۔

تازہ دودھ کو تین سے چار ہفتے اہرام کے اندر رکھا جائے تو بہترین قسم کا پنیر حاصل ہوتا ہے۔اسی طرح تمبا کو کو دو ہفتہ اہرام میں رکھ کر اس کی کڑواہٹ ختم کی جاسکتی ہے۔اہرام کے اندر دو ہفتے رکھا ہوا پانی پودوں میں ڈالنے سے ان کی نشوونما اور جسامت میں قابل ذکر اضافہ ہوتا ہے جبکہ اس پانی سے منہ دھونے سے چہرہ پر رونق اور سرخی آجاتی ہے، جلد نرم ملائم اور خوبصورت ہو کر جھریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔اگر اسی پانی سے سر دھویا جائے تو بال گرنا بند ہو جاتے ہیں اور ان کی افزائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اسی طرح

دواؤں کو کچھ عرصہ اہرام میں رکھا جائے تو ان کی تاثیر اور قوت شفاء بڑھ جاتی ہے۔ اگر زخموں اور چوٹوں کو اہرام کے زیر اثر لایا جائے تو بہت جلد ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

نفسیاتی اور روحانی تجربات

اہرام کے ذریعہ نفسیاتی اور روحانی تجربات کئے گئے تو ان سے حیران کن نتائج سامنے آئے، مثلاً روزانہ دو گھنٹے اہرام کے اندر بیٹھنے سے دن بھر کی تھکن بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور آدمی ہشاش بشاش رہتا ہے۔ غصہ اور طبیعت کی پژمردگی رفع ہو جاتی ہے جبکہ کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔ اہرام کے اندر سونے سے کم وقت میں نیند پوری ہو جاتی ہے اور بیدار ہونے پر زیادہ فرحت و طاقت محسوس ہوتی ہے جبکہ اس دوران خواب صاف اور واضح نظر آتے ہیں جو کہ بیدار ہونے پر بھی حافظہ میں محفوظ رہتے ہیں۔

اہرام کے اندر بیٹھ کر ذہنی مرکزیت کی مشقیں کی جائیں تو یکسوئی جلد قائم ہو جاتی ہے۔ اہرام کے اندر بیٹھ کر قابل عمل خواہشات کے بارے میں سوچا جائے یا دعا کی جائے تو وہ بہت جلد پوری ہو جاتی ہے، گویا اہرام خیالات کو مادی شکل (Materialize) دینے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

پیرامڈ کے خواص اور افادیت کے پس پردہ کام کرنے والے میکینیزم کا کھوج لگانے والے سائنسدان کہتے ہیں کہ اہراموں پر تحقیق کے دوران ان کے اندر سے ملنے والی اشیاء کے سائنسی مشاہدے اور تجزیوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی نامیاتی (Organic Matter) مادہ اہراموں میں رکھا جائے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ اہرامی شکل کے اندر نابیدیت (Dehydration) حنوطیت (Mummification) کا پیچیدہ عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اہرام کی ساخت میں ایک نامعلوم مگر انتہائی طاقتور توانائی موجود ہے۔ یہ مخروطی شکل برقی مقناطیسی لہروں کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے اور اس کے اندر Cosmic Rays کا ذخیرہ ہو جاتا ہے۔ اہرام انتہائی توانائی کی ایک قطعی نامعلوم قسم اپنے اندر مجتمع رکھتا ہے اور اسے برقرار بھی رکھتا ہے۔

ایک روحانی محقق کا کہنا ہے کہ "ہر مادی شئے میں سے مسلسل برقی مقناطیسی توانائی کی لہریں خارج ہوتی ہیں۔۔۔ چاہے وہ شئے جاندار ہو یا ایسی شئے ہو جسے بے جان قیاس کیا جاتا ہے۔"

اہرامی شکل سے الیکٹرک اور میگنیٹیک توانائی کی لہریں خارج ہوتی ہیں۔ اس قوت کی سب سے زیادہ اثر پذیری اہرام کے اندر نوک کے عین نیچے ایک تہائی (1/3) اونچائی پر ہوتی ہے۔

خلاء لہروں کا مجموعہ ہے

روحانی تھیوری کے مطابق ہم جسے خلاء کہتے ہیں وہ بے شمار چھوٹی بڑی لہروں کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض لہروں کو ہم جانتے ہیں اور اکثر کو نہیں جانتے۔ان لہروں کی طول موج (Wave Length) کی فریکوئنسی مختلف ہوتی ہے۔ پیرامڈ بنانے والے ان لہروں اور مخصوص زاویوں کے زیر اثر ان کے تعاملات کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اس ٹیکنالوجی سے جو ایجاد سامنے آئی وہاں ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی بزعم خود چاند پر کمند ڈالنے کا دعویٰ کرنے والا سائنسدان ابھی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سائنسدان چاند پر پہنچے ہیں یا نہیں۔

پیرامڈ ٹیکنالوجی کے ضمن میں عصر حاضر کے عظیم روحانی سائنسدان حضور قلندر بابااولیاءفرماتے ہیں!

"طول موج برقی رو کا وہ حصہ ہے جسے ہماری عقل سمجھ سکتی ہے اور جس حصہ کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی اس کا طول موج الگ ہوتا ہے اور وہ بدل جاتی ہے۔ طول موج کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصر میں جو پیرامڈ بنائے گئے ہیں وہ پہاڑوں کو کاٹ کر ایک، دو، تین، چار، دس اور بیس کمروں کی شکل میں بنائے ہیں مگر ان کو بنانے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کمروں کی جیومیٹریکل شکل موج ایک جیسی رہے۔ اگر آج بھی کوئی ایسا مکان بنا دیا جائے جس میں طول موج کی فریکوئنسی ایک جیسی رہے تو اس میں پچاس ہزار سال، لاکھ سال اور دس لاکھ سال تک لاش خراب نہیں ہوتی نہ وہ سڑتی ہے، نہ چمڑی سوکھتی ہے بلکہ جیسی رکھی گئی ہے ایسی ہی رہے گی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کسی کو نہیں پتہ کہ اہرام مصر کب بنائے گئے تھے۔ کن لوگوں نے بنائے ہیں۔ کیوں بنائے ہیں اور کس مقصد کے لئے بنائے ہیں؟

ہر روحانی انسان کا تفکر جانتا ہے کہ ہر انسان دو جسموں پر حیات ہے ایک جسم اسے مادی مخلوط عناصر میں قید رکھتا ہے اور دوسرا جسم روشنیوں کا مخلوط ہے۔ جب روحانی قدروں کا ادراک ہو جاتا ہے تو مادی عناصر اور مادی عناصر کی تخلیق سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عطا کیا ہے کہ وہ ماورائی Equation سے ایسی ایجاد کر سکتے ہیں جو صرف مادی علوم سے نہیں ہو سکتی۔ حضرت یوسفؑ خواب کی تعبیر کے ماہر تھے۔ قدرت نے انہیں علم تعبیر خواب معجزے کے طور پر سکھایا تھا۔ خواب ہر انسان کی ماورائی زندگی کی نقاب کشائی کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ماورائی دنیا کے مخفی گوشوں کو کھولتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جب عوام کے لئے مسلسل سات سال قحط سے بچانے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے ماورائی علوم سے غلہ ذخیرہ کرنے کے لئے گودام تعمیر کرائے اور ان گوداموں میں ایک خاص جیومیٹری کو استعمال کیا۔

طولانی اور محوری گردش

حضرت یوسفؑ جب مصر کے معزز عہدہ پر فائز ہوئے اور حکومت میں انہیں پورا پورا اختیار مل گیا تو انہوں نے عزیز مصر کے خواب کی تعبیر کو سامنے رکھ کر سات سال تک زبردست منصوبہ بندی کے ساتھ کاشت کرائی اور غلہ ذخیرہ کرنے کے لئے گودام بنوائے تا کہ آئندہ سات سال تک قحط میں عوام اناج سے محروم نہ رہیں اور جب ملک میں خوشحالی کے بعد سات سال خشک سالی آئی تو ان گوداموں سے عوام کو غلہ تقسیم کیا گیا۔

زمین کی بیلٹ (Belt) دو حرکات پر چل رہی ہے ایک محوری اور دوسری طولانی۔ محوری حرکت شمالاً جنوباً سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں بھی توقف کے بغیر جاری ہے اور یہی صورت طولانی حرکت کی ہے۔

اہرام میں محوری حرکت کے ساتھ تین زاویوں پر عمارت کا قیام ہے۔ محوری حرکت ایک سرکل (Circle) ہے جو گھڑی کے فنل (Funnel) کی طرح ہے، اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر ہر سرکل بلاتوقف حرکت میں ہے۔

طولانی حرکت کے برعکس محوری حرکت میں لہریں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ کسی بھی چیز کے اوپر روشنی کے جال کو ڈسٹرب نہیں کرتیں۔ محوری گردش طولانی گردش کو مغلوب رکھتی ہے۔

ہر شئے کے اوپر دو غلاف ہوتے ہیں۔ ایک غلاف مادی اشیاء کی تخلیق میں کردار ادا کرتا ہے اور اس تخلیق میں عناصر کی آمیزش ہوتی ہے۔ عناصر میں کسی نہ کسی طرح خمیر کا عنصر ہوتا ہے۔ یہی خمیر عنصر میں چمک پیدا کرتا ہے۔ یہاں کوئی شئے خمیر کے بغیر نہیں ہے۔ ہم پہاڑوں کو خشک کہتے ہیں لیکن پہاڑوں کے اندر سے بھی گوند نکلتا ہے۔

جن لہروں سے عناصر تخلیق ہوتے ہیں ان لہروں کے اوپر بھی روشنی کا ایک جال ہے جو عناصر کو مقداریں فراہم کرتا ہے اور اس پر محوری حرکت پوری طرح غالب رہتی ہے۔

مخصوص زاویہ Geometery سے جب اہرام کی تعمیر کی جاتی ہے تو اس میں شمالاً جنوباً پھیلنے والی لہروں کا عملاً دخل ہوتا ہے اور یہ لہریں شئے میں Foriegn Body داخل نہیں ہونے دیتیں۔

اہرام میں رکھی ہوئی چیزیں خراب نہیں ہوتیں۔ بلیڈ کی دھار کند نہیں ہوتی۔ کوئی چیز سڑتی نہیں ہے۔ چیزیں خراب اس لئے نہیں ہوتیں کہ مثلث عمارت میں مخصوص زاویہ کی وجہ سے محوری گردش پوری عمارت میں اپنا ایک سرکل بنالیتی ہے اور اس سرکل کی وجہ سے عمارت میں Magnetic Field بن جاتی ہے۔ مثلث عمارت اس لئے ضروری ہے تا کہ شئے کا مادی وجود برقرار

رہے۔ اگر شئے میں سے مثلث حذف کر دیا جائے اور صرف سرکل باقی رہنے دیا جائے تو شئے کی ماہیت تبدیل ہو جائے گی اور شئے زمین کی اسکرین سے نکل کر فضاء میں تحلیل ہو جائے گی۔

سابقہ دور میں سائنس زیادہ ترقی یافتہ تھی

حضرت یوسفؑ کے دور میں سائنس ہمارے زمانے سے زیادہ ترقی یافتہ اور فعال تھی۔ اہرام میں لگے ہوئے پتھر کے بلاک کا وزن ۹۰ سے ۶۰۰ سو ٹن تک ہے۔ اتنے وزنی پتھروں کو کئی منزلوں تک پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ اس دور کے سائنسدانوں نے کشش ثقل کو کم سے کم کرنے یا نہ ہونے کے برابر کرنے کا فارمولا معلوم کر لیا تھا۔ انہوں نے 600 ٹن وزنی پتھر کو کشش ثقل کم کر کے روئی کے تکیے کے برابر کر دیا تھا۔

ضابطہ (Formula)

اگر شئے کے مادی عناصر (مثلث) کے پھیلاؤ اور چپک کو سمیٹ کر نقطہ کی انتہا تک کر دیا جائے تو توانائی صفر ہو جاتی ہے اور شعور پر لاشعور پوری طرح غالب ہو جاتا ہے۔ لاشعور میں ابعاد (Dimension) تو ہوتے ہیں لیکن شئے کے نقش و نگار لہروں کا مرقع ہوتے ہیں۔ کوئی انسان اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر کے جب اس قانون کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو اللہ کی توفیق کے ساتھ شئے میں تصرف کر کے کسی ذرے کو پہاڑ بنا دیتا ہے یا کسی پہاڑ کا وزن کم کر کے روئی کے تکیہ کے برابر کر دیتا ہے۔ اس علم کو ''علم تکوین'' کہا جاتا ہے اور قرآن حکیم نے اس علم کو تسخیر کائنات کے فارمولوں کا نام دیا ہے۔

''کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارا مسخر کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں ظاہر میں اور باطن میں کمال کو پہنچا دیں اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔''

(سورۃ لقمان۔ ۲۰)

''اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کیا اور سب ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں نشانیاں ہیں۔''

(سورۃ نحل۔ ۱۲)

''کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی اللہ نے ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور کشتیوں کو جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں تمہارے بس میں کر دیا۔''

(سورۃ حج۔۶۵)

''اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا اور ہر چیز جو تم نے اس سے مانگی تمہیں دی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو ان کو گن نہ سکو۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور بڑا ناشکرا ہے۔''

(سورۃ ابراہیم:۳۳۔۳۴)

حضرت یوسفؑ کے خواب میں ماورائی حقائق اور کشش سیارگان کی نشاندہی کی گئی ہے۔

''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا، اے باپ! میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا، اے میرے بیٹے! تو اپنے اس خواب کو بھائیوں کو نہ سنانا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چل جائیں۔ بلاشبہ شیطان انسان کے لئے کھلا دشمن ہے اور اس طرح تیرا پروردگار تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور سکھائے گا، تاویل احادیث اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور اولاد یعقوب پر تمام کرے گا۔ جس طرح کے اس نعمت (نبوت) کو پورا کیا تیرے اجداد پر پہلے سے (یعنی) ابراہیم و اسحٰق پر، بے شک تیرا پروردگار جاننے والا حکمت والا ہے۔''

(سورۃ یوسف:۴۔۶)

علم سیارگان

گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کا سجدہ کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو علم سیارگان بروج، سیاروں کی کشش اور مقداروں کا علم عطا کیا ہے۔ افلاک، زمین، سموات، ملائکہ۔ خلاء، خلاء میں ستارے اور سیارے ایک لگے بندھے قانون کے پابند ہیں۔ خلاء میں ہر سیارہ اپنے مدار پر تیر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک معین فاصلہ پر دوسرا سیارہ گھوم رہا ہے۔ کوئی سیارہ نہ تو ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے اور نہ ایک دوسرے سیارے کی حرکت میں مزاحم ہوتا ہے۔

''اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ خدائے غالب و دانا کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔''

(سورۃ یٰس۔۳۸)

''یہ تجھ سے نیا چاند نکلنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دے کہ وہ لوگوں کے اور حج کے واسطے اوقات ہیں۔''

(سورۃ البقرہ۔۱۸۹)

''بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے۔ کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے چار عزت والے ہیں۔''

(سورۃ توبہ۔۳۶)

''وہی ہے قادر مطلق جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور چاند کی چال کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔''

(سورۃ یونس۔۵)

''اور اس نے آفتاب اور ماہتاب کو ایک کام پر لگایا۔ سب وقت مقرر تک چلتے رہتے ہیں۔''

''اور خدا نے تمہارے فائدے کے لئے چاند اور سورج کو مسخر بنایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں۔''

(سورۃ نحل۔۱۲)

''اور ستارے سے وہ راستہ پاتے ہیں۔''

(سورۃ نحل۔۱۶)

''وہ قادر مطلق جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

(سورۃ الانبیاء۔۳۳)

''کیا تم نے خیال نہیں کیا اپنے پروردگار کی طرف کہ وہ کیسے سایہ بڑھاتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کو ساکن کر دے۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر ایک دلیل بنایا۔''

(سورۃ فرقان۔۴۵)

''اور اس نے سورج اور چاند کو اپنی قدرت سے مسخر بنایا۔ ہر ایک معیاد مقرر تک چل رہا ہے۔''

(سورۃ فاطر۔۲۹)

’’اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔‘‘

(سورۃ یٰسین:۳۸۔۴۰)

اللہ تعالیٰ نے ہر سیارے کے لئے مقداریں متعین کر دی ہیں۔ ان مقداروں کا علم ہی جیومیٹری ہے۔ جیومیٹری ایسے فارمولوں کا علم ہے جس میں تمام کہکشانی نظام اور لاشمار دنیاؤں کی زمین شامل ہے۔ شمالاً جنوباً گھروں کا چلنا اور ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر اپنا ’’تعامل‘‘ برقرار رکھنا بھی جیومیٹری یا مقداروں کا علم ہے۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے خواب اور کشش کا قانون سکھایا ہے۔

اس لئے کشش ثقل اور جن لہروں نے زمین کی بیلٹ(Belt) کو سنبھالا ہوا ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے تابع کر دیا۔

اسی قانون اور جیومیٹری کے تحت انہوں نے اہرام مصر بنائے بعد میں یہ فارمولا دوسرے سائنسدان بھی جان گئے اور جگہ جگہ اہرام مصر کھڑے ہو گئے۔ مفسرین کرام میرے لئے نہایت قابل احترام ہیں لیکن گیارہ ستاروں کی تاویل، گیارہ بھائی، سورج کی تاویل، باپ اور چاند کی تاویل ماں کسی بھی طرح شعوری قبولیت میں نہیں آتی۔

قرآن حکیم نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ حضرت یوسفؑ کو سجدہ کر رہے ہیں یعنی حضرت یوسفؑ کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں اور حاکمیت علم کے زیر اثر ہوتی ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہم نے آدم کو علم الاسماء سکھایا اور کہا فرشتوں کے سامنے بیان کر۔۔۔۔۔ فرشتوں نے اعتراف کیا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ جتنا علم ہمیں سکھایا گیا ہے۔

اور فرشتوں نے آدم کی حاکمیت تسلیم کر لی۔ حضرت یعقوبؑ نے خواب کی تعبیر میں فرمایا!

’’بلاشبہ شیطان انسان کے لئے کھلا دشمن ہے اور اس طرح تیرا پرودگار تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور سکھائے گا تاویل احادیث (اللہ تعالیٰ تجھے معاملہ فہمی اور حقیقت رسی کی تعلیم دے گا اور وہ بصیرت تجھ کو عطا کرے گا جس سے تو ہر معاملے کی گہرائی میں اترنے اور اس کی تہہ کو پالینے کے قابل ہو جائے گا) اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور اولاد یعقوب پر تمام کرے گا۔ جس طرح کہ اس نعمت کو پورا کیا تیرے اجداد پر پہلے سے۔ ابراہیم و اسحٰق پر۔ بے شک تیرا پرودگار جاننے والا اور حکمت والا ہے۔‘‘

معاملہ فہمی اور حقیقت رسی کی تعلیم دے گا اور وہ بصیرت عطا کرے گا جس سے تو ہر معاملے کی گہرائی میں اترنے اور اس کی تہہ کو پا لینے کے قابل ہو جائے گا۔ حقیقت رسی، بصیرت، گہرائی کا ادراک بتاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو کائناتی عناصر نے سجدہ کیا ہے۔ جس میں ستارے اور سورج اور چاند نظام ہائے افلاک شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"بے شک تیرا رب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

یہ ضروری نہیں ہے کہ بغیر تصدیق کے توراۃ کی تمام تصریحات کو قبول کر لیا جائے۔ ہمارے لئے صراط مستقیم یہ ہے کہ اللہ کی آخری کتاب قرآن سے رہنمائی حاصل کریں اور رسول اللہؐ کی تعلیمات کو سامنے رکھیں۔

"اصحابِ کہف"

تعریف اللہ کے لئے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کر دے اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دیدے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اس بات کا نہ انہیں کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا۔ بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔ شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ آخر کار ان سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے۔ جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزین ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔ تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال کیلئے گہری نیند سلا دیا پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ دیکھیں ان کے دو گروہوں میں سے کون اپنی مدت قیام کا ٹھیک شمار کرتا ہے۔ ہم تمہیں ان کا اصل قصہ سناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیئے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ "ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے۔ (پھر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا) یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، آخر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو

سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔اب جب کہ تم ان سے اور ان کے باطل معبودوں سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لیں۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا۔اور تمہارے کام کے لئے سر وسامان مہیا کر دے گا۔ تم انہیں غار میں دیکھتے تو تمہیں یوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے۔اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لئے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے۔ تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے۔اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی اور اسی عجیب کرشمے سے ہم نے انہیں اٹھا بٹھایا تاکہ ذرا آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ان میں سے ایک نے پوچھا۔ کہو، کتنی دیر اس حال میں رہے؟ دوسروں نے کہا۔ شاید دن بھر یا اس سے کچھ کم رہے ہونگے۔ پھر وہ بولے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزرا۔ چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لئے لائے اور چاہئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبر دار کر دے۔اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے، یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے۔اور ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پا سکیں گے۔اس طرح ہم نے اہل شہر کو ان کے حال پر مطلع کیا۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کی گھڑی بیشک آکر رہے گی۔اس وقت وہ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان (اصحاب کہف) کے ساتھ کیا کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے کہا، ان پر ایک دیوار چن دو ان کا رب ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ مگر جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے۔انہوں نے کہا، ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے۔ کچھ لوگ کہیں گے وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔

اور کچھ دوسرے کہہ دیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہو، میرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ پس تم سرسری بات سے بڑھ کر ان کی تعداد کے معاملے میں لوگوں سے بحث نہ کرو اور نہ ان کے متعلق کسی سے کچھ پوچھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کر دونگا (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلّا یہ کے اللہ چاہے اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو سمجھا دے اس سے نزدیک راہ نیکی کی اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور (کچھ لوگ مدت کے شمار میں) نو سال اور بڑھ گئے ہیں تم کہو اللہ ان کے قیام کی مدت زیادہ جانتا ہے، آسمانوں اور زمین کے سب پوشیدہ احوال اسی کو معلوم ہیں۔ کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے والا کوئی خبر گیر اس کے سوا نہیں اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔اے نبی ﷺ! تمہارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے (جوں کا توں) سنا دو کوئی اس

کے فرمودات کو بدل دینے کا مجاز نہیں ہے، اس سے بچ کر بھاگنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلبگار بن کر صبح شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہر گز نگاہ نہ پھیرو، کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو، کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنے خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے۔"

(سورہ کہف: ۱۔۲۸)

تین سوال

مکہ کہ مشرکین (عیسائی اور یہود) نے حضور اکرم ﷺ کا امتحان لینے کیلئے تین سوال کئے:

۱۔ اصحاف کہف کون تھے؟

۲۔ خضرؑ کی کیا حقیقت ہے؟

۳۔ آپ ﷺ کو ذوالقرنین کا قصہ معلوم ہے؟

ان قصوں کا تعلق عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے تھا لیکن عرب میں ان کا چرچا عام نہ تھا۔ یہ سوال کرنے سے اہل کتاب حضرات کا منشاء یہ تھا کہ وہ معلوم کریں۔ کیا رسول اکرم ﷺ غیبی علوم جانتے ہیں؟

روم کا شہر افیسس (Ephesus) جس میں اصحاب کہف کا واقعہ پیش آیا، تقریباً گیارہویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا۔ بعد میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز بن گیا، لوگ ڈائنانامی دیوی کی پوجا کرتے تھے، جس کی شہرت پوری دنیا میں تھی، دور دور سے لوگ اس کی پوجا کے لئے آتے تھے اس شہر کے جادوگر، عامل، فال گر اور تعویذ نویس دنیا بھر میں مشہور تھے۔ شام و فلسطین اور مصر تک ان کا فسوں چلتا تھا۔ اس کاروبار میں یہودیوں کا بھی بڑا حصہ تھا جو اپنے علم کو حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

شرک ادہام پرستی پورے ماحول میں رچی بسی ہوئی تھی۔ عربی میں کہف وسیع غار کو کہتے ہیں۔

روایت ہے کہ ملک روم میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام دقیانوس تھا۔ اس کی بہت وسیع سلطنت تھی، فوج و لشکر کی تعداد کثیر تھی۔ ایک مرتبہ دوسرے ملک کے بادشاہ نے اس کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ دقیانوس نے دشمن کا مقابلہ کیا اسے فتح حاصل ہو گئی دشمن بادشاہ مارا گیا۔ اس کے بیٹے گرفتار کر لئے گئے۔ بعض مورخین کے مطابق اس بادشاہ کے چھ بیٹے تھے اور بعض کہتے ہیں پانچ بیٹے تھے۔ بادشاہ روم نے ان سب کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔

قیصر روم خدائی کا دعویٰ کرتا تھا سب سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا ایک روز رات کو سب بھائی مل کر بیٹھے اور صلاح و مشورہ کرنے لگے بڑا بھائی بولا یہ ملعون ہمیں روز تنگ کرتا ہے اور سجدہ بھی کرواتا ہے، ہم کو واجب ہے کہ اس کی خدمت سے باز رہیں اور یہاں سے نکل جائیں اور اپنے خالق ارض و سماں کی عبادت کریں جو آخرت میں ہمارے کام آئے۔ سب بھائیوں نے اس بات کو بسر و چشم قبول کیا۔ ایک بھائی بولا، اب کسی صورت و تدبیر سے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ ایک بھائی نے تجویز دی کہ جب بادشاہ چوگان کھیلنے جائے گا تو میں چوگان میدان سے باہر پھینک دونگا جب میں اس کو لینے میدان سے باہر جاؤں تو تم لوگ بھی میرے پیچھے میدان سے باہر نکل آنا اور پرانے کپڑے پہن لینا۔ سب اس تجویز پر متفق ہو گئے۔

دوسرے دن بادشاہ چوگان کھیلنے گیا اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لے گیا۔ شام ہوئی کھیل ختم ہونے کے بعد تمام بھائیوں نے تجویز پر عمل درآمد کیا اور آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے گئے اور بادشاہ کی حدود سے باہر نکل گئے۔

مسیحی روایات کا خلاصہ

گریگوری آف ٹورس (Gregory Tours) نے اپنی کتاب Meraculorum Liber میں اس قصے کی جو تفصیلات مسیحی روایات کے مطابق جمع کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب مسیحی دعوت رومی سلطنت میں پہنچنی شروع ہوئی تو اس شہر کے چند نوجوان بھی شرک سے تائب ہو کر خدائے واحد پر ایمان لے آئے۔

یہ سات نوجوان تھے ان کے مذہب کی تبدیل کرنے کی خبر سن کر قیصر ڈیسس نے ان کو طلب کیا اور پوچھا: ''تمہارا مذہب کیا ہے؟'' انہیں معلوم تھا کہ قیصر پیروان مسیح کے خون کا پیاسا ہے مگر انہوں نے بغیر کسی خوف کے کہا۔ ''ہمارا رب وہ ہے جو زمین آسمان کا رب ہے، اس کے سوا ہم کسی معبود کو نہیں پکارتے، اگر ہم ایسا کریں تو بہت بڑا گناہ کریں گے۔'' قیصر یہ سن کر مشتعل ہو گیا اور غصہ سے بولا:

''اپنی زبان بند کرو ورنہ میں تمہیں قتل کروادونگا۔ ابھی تم بچے ہو۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں اس مدت میں اگر تم نے اپنا رویہ بدل لیا اور اپنی قوم کی طرف پلٹ آئے تو خیر۔ ورنہ تمہاری گردن ماردی جائے گی۔''

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر یہ نوجوان شہر سے بھاگ نکلے اور پہاڑوں کی طرف چل دیئے تاکہ کسی غار میں چھپ جائیں، راستے میں ایک کتا ان کے ساتھ ہو گیا۔ ایک بڑے غار کو اچھی جائے پناہ دیکھ کر اس میں چھپ گئے، کتا غار کے دہانے پر بیٹھ گیا۔ وہ تھکے ماندے تھے اس لئے فوراً سو گئے۔ قرآن حکیم میں اس کا تذکرہ یوں ہے:

''کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کھوہ والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے کہا: اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سالہاسال کے لئے گہری نیند سلا دیا۔''

(سورہ کہف: ۹۔۱۱)

دقیانوس

دقیانوس کو جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس غار کے اندر چھپے ہوئے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ اس غار کو ایک دیوار بنا کر بند کر دیا جائے تا کہ وہ اس میں مر جائیں اور غار ان کی قبر بن جائے یہی ان کی سزا ہے۔ یہ کام جس شخص کے سپرد کیا گیا وہ نیک آدمی تھا اس نے ان اصحاب کے نام، تعداد پورا واقعہ رنگ کی تختی پر کندہ کرا کے تانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانے میں بھی محفوظ کرا دی گئی۔

کچھ عرصہ بعد دقیانوس مر گیا۔ زمانے گزرے۔ سلطنتیں تبدیل ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا اس کا نام بیدروس تھا، اس نے اڑسٹھ (۶۸) سال حکومت کی۔ ملک میں جب حیات و ممات کے فلسفے پر فرقے بن گئے تو بعض لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے منکر ہو گئے۔ بادشاہ بہت فکر مند تھا وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا یقین پیدا ہو جائے اس نے گریہ وزاری سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی:

''یارب! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے تیری مخلوق کو مرنے کے بعد جی اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین ہو جائے۔''

اسی زمانے میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار گرا دی۔ دیوار گرانے والوں پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ بھاگ نکلے۔

''اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی۔''

(سورہ کہف۔۱۸)

اصحاب کہف بحکم الٰہی فرحاں و شاداں اٹھے، چہرے شگفتہ، طبیعتیں خوش، زندگی کی تروتازگی موجود۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، فارغ ہو کر آپس میں پوچھنے لگے، ایک بولا کتنی دیر سوتے رہے؟ کسی نے کہا ہم سوتے رہے ایک دن یا اس سے کم۔

''اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں نو(۹) سو سال غار میں رہے۔''

(سورہ کہف۔۲۵)

اس کے بعد انہوں نے اپنے ایک ساتھی یمیلخا کو چاندی کے چند سکے دے کر کھانا لانے کے لئے شہر بھیجا اور کہا ذرا احتیاط سے کام لینا کہیں لوگ تمہیں پہچان نہ جائیں، انہیں ڈر تھا کہ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں پکڑ لیں گے۔

''اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لئے لائے اور چاہئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔ اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے اور ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پاسکیں گے۔''

(سورۃ کہف:۱۹۔۲۰)

یمیلخا شہر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دنیا ہی بدلی ہوئی ہے، سب لوگ مسیحی ہوگئے ہیں اور ڈائنا کو پوجنے والا کوئی نہیں ہے۔

کوتوال شہر

ایک دکان پر پہنچ کر اس نے روٹیاں خریدیں اور دکاندار کو چاندی کا ایک سکہ دیا جس پر (دقیانوس) کی تصویر تھی، دکان دار یہ سکہ دیکھ کر حیران ہوگیا۔ پوچھا، تمہیں یہ سکہ کہاں سے ملا؟ یمیلخا نے کہا، یہ میرا اپنا مال ہے دونوں میں تکرار ہونے لگی لوگ جمع ہوگئے معاملہ کوتوال شہر تک جا پہنچا۔ کوتوال نے یمیلخا سے کہا، مجھے وہ دفینہ بتاؤ جہاں سے تم یہ سکہ لائے؟ یہ صدیوں پرانا سکہ ہے۔ تم تو ابھی جوان لڑکے ہو، ہمارے بڑے، بوڑھوں نے بھی کبھی یہ سکہ نہیں دیکھا، یہ ضرور کوئی راز ہے۔ جین یمیلخا نے جب یہ سنا کہ قیصر ڈیسیس کو مرے ہوئے زمانہ گزر چکا ہے تو حیرت زدہ ہوگیا اور کچھ دیر تک وہ دم بخود رہا، پھر اسے ہوش آیا۔ اس نے کہا کل ہی تو میں اور میرے ساتھی اس شہر سے بھاگ کر گئے تھے اور ایک غار میں ہم نے پناہ لی تھی تاکہ ڈیسیس کے ظلم سے بچے رہیں، میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہیں، چلو میں تمہاری ان سے ملاقات کرادوں۔ حاکم شہر کے عمائدین اور ایک خلقت ان کے ہمراہ غار پر پہنچی۔

اصحاب کہف کے نام

اصحاب کہف ساتھی کے انتظار میں تھے۔ بہت بڑے ہجوم کو دیکھ کر وہ سمجھے کہ یمیلخا پکڑا گیا اور دقیانوسی فوج ہماری تلاش میں آرہی ہے۔ وہاں پہنچ کر یہ امر پوری طرح تحقیق ہو گیا کہ یہ واقعی قیصر ڈیسیس کے زمانے کے لوگ ہیں اور اللہ کے حکم سے اتنی طویل مدت تک سوتے رہے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لئے موت کے بعد زندگی کی دلیل بن جائیں۔ حاکم نے تانبے کا صندوق دیکھا اس کو کھولا تو ایک تختی برآمد ہوئی اس تختی میں ان اصحاب کے اسماء اور ان کے کتے کا نام لکھا تھا جو یہ ہیں:

''مکسلمینا، یمیلخا، مرطونس، بینونس، ساربینونس، زونونس، کشفیط، طنونس اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی۔ دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کر دینے کا حکم دیا، ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی غار کھلے تو لوگ مطلع ہو جائیں۔''

*(اصحاب کہف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے اور بعض لوگ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے، آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب جانتا ہے۔ اس ارشاد کے بعد اصحاب کہف کے ناموں کی تعداد متعین کرنا قرآن پاک کے مطابق نہیں ہے۔)

یہ لوح پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللہ کی حمد و ثناء بجالائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرمادی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ حاکم نے اپنے بادشاہ بیدروس کو واقعہ کی اطلاع دی، امراء و عمائدین کو لے کر غار پر حاضر ہوا اور سجدہ شکر بجا لایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔ اصحاب کہف نے بادشاہ سے ملاقات کی اور اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے۔

حکمت

اس زمانے میں قیامت اور آخرت کے مسئلے پر زور و شور سے بحث جاری تھی۔ یہودیوں کا ایک فرقہ صدوقی کھلم کھلا آخرت کا منکر تھا، صدوقی توریت کی ایسی دلیلیں پیش کرتے تھے جن سے آخرت کی زندگی مشکوک ہو جاتی تھی اس کے ساتھ ساتھ عیسائی علماء کے پاس کوئی وزنی اور حتمی دلیل نہیں تھی جس سے وہ ثابت کر دیتے کہ اس دنیا کے بعد آخرت کی زندگی بھی ہے۔ صدوقیوں کے شعور اتنے پست تھے کہ ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے بعد حساب کتاب کا عمل شروع ہو گا، اس بحث و تمحیص میں منکرین آخرت کا پلہ بھاری تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو ختم کرنے کے لئے اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ کسی کو تین سو سال یا زیادہ سلا کر دوبارہ بیدار کر دے اور اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس شخص یا اشخاص کی شکل و صورت میں کوئی تغیر ہو۔ اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہے غیر معمولی عالم مظاہر ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کی تیسری زوجہ قطورہ کے بطن سے چھ بیٹے تولد ہوئے۔ ایک بیٹے کا نام مریان تھا۔ حضرت شعیبؑ کا تعلق قبیلہ مریان سے تھا۔ مریان یا مدین کی شادی حضرت لوطؑ کی صاحبزادی سے ہوئی اور وہ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حجاز میں آباد ہوئے۔

مدین بن ابراہیم کی اولاد میں تمام قبائل انہیں کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت شعیبؑ کی بعثت کے وقت یہ قبائل بحر قلزم کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں شام سے متصل حجاز کے سرحدی علاقے میں آباد تھے۔

حضرت شعیبؑ کا زمانہ سولہویں یا سترہویں صدی قبل مسیح بنایا جاتا ہے۔ توراۃ نے آپ کا تذکرہ حوباب (Hobab) اور یترو (Jethro) کے نام سے کیا ہے۔ حضرت شعیبؑ بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی، حسن خطابت اور طرز بیان میں اپنا منفرد انداز رکھتے تھے۔ آپ خطیب الانبیاء مشہور ہیں۔

حجاز میں خوشگوار آب و ہوا کی وجہ سے حجاز میں درخت، پھولوں اور پھلوں سے بھرے رہتے تھے۔ شاداب، اونچے اور گھنے درخت آسمان سے باتیں کرتے تھے۔

قرآن حکیم نے وہاں کے باسیوں کو ''اصحاب الایکہ'' کا نام دیا ہے۔ ''ایکہ'' سرسبز و شاداب پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیوں کو کہتے ہیں۔ شاداب زمین اور بستی کے چاروں طرف باغات کی وجہ سے اہل مدین متمول اور خوشحال تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا۔ دین ابراہیمی پر یہ قوم جب تک عمل پیرا رہی مادیت کی چکا چوند اور سونے چاندی کی چمک ان کو مرعوب نہ کر سکی۔ قوم نے جب الہامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور اجتماعی فلاح کی جگہ ذاتی اغراض اور انفرادی مفادات نے لے لی تو لوگ گمراہ ہو گئے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم راندہ درگاہ ابلیس کی طرح کبر و نخوت میں مبتلا ہو کر گمراہی کے راستے پر چل پڑی۔ دوسرے لفظوں میں ابلیس نے نسل آدم سے بدلہ لینے کے لئے یہ حربہ استعمال کیا کہ ان کے اندر غرور و تکبر کا بیج بو دیا۔ زمین کی زرخیزی، باغوں کی شادابی، وسائل کی فراوانی، تجارت میں نفع اور زندگی کی ہر آسائش مہیا ہونے سے لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ یہ سب کچھ ان کی محنت اور زور

بازو کا نتیجہ ہے۔اللہ کریم کی بخشش اور عطا سے ان کی نظر ہٹ گئی تھی۔شکر گزاری ختم ہو گئی تھی۔کبر و نخوت سے گردنیں تن گئی تھیں۔دماغ میں گھمنڈ بھر گیا تھا۔دل زنگ آلود ہو گئے تھے۔جب دل کا آئینہ دھندلا ہو جاتا ہے تو نگاہ محدود ہو جاتی ہے۔انا کے خول میں بند ہو کر انسان اجتماعی احساسات سے دور ہو جاتا ہے۔

محدود حواس کا قانون

قانون یہ ہے کہ خود غرض انسان پر محدود اور تغیر پذیر حواس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔باہمی اخوت اور محبت اس کے اندر سے نکل جاتی ہے۔حقوق العباد پامال ہونے لگتے ہیں۔سرکشی عام ہو جاتی ہے۔نافرمانی فسق و فجور کا دوسرا نام ہے۔فسق و فجور سے شرافت دور ہو جاتی ہے۔شرافت دور ہو جانے سے بے حیائی پھیل جاتی ہے اور اخلاقی برائیاں سر بازار عام ہو جاتی ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے لاشمار نعمتوں سے نوازا تھا۔اگرچہ نعمتوں کی فراوانی کو اپنی محنت کا ثمر اور آباؤاجداد کی وراثت سمجھتے تھے لیکن مال و زر چھن جانے کے خوف سے پریشان بھی رہتے تھے۔جب ان کے اوپر حرص و ہوس کا غلبہ ہو گیا تو انہوں نے مال و دولت جمع کرنا شروع کر دیا اور پوری قوم دولت پرستی میں مبتلا ہو گئی۔دولت پرستی سب سے بڑا شرک ہے جتنی قومیں تباہ ہوئی ہیں اکثر دولت پرستی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔

وہ عظیم الجثہ بت بعل (متشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق بعل ستارہ زحل کا نام تھا) پتھر سے تراش کر اس پر گل پاشی کرتے تھے اور عطر چھڑکتے تھے۔اونٹ کی بھینٹ دیتے تھے۔سونے، چاندی اور بیش قیمت زیورات سے مزین پتھر کی مورتی کے سامنے اولاد قربان کر دیتے تھے۔بعد میں یہی بت ''ہبل'' کے نام سے عرب کے طول و عرض میں پوجا جانے لگا۔

قوم کی مذہبی اور اخلاقی حالت بدتر ہو گئی تو قدرت نے ہدایت اور رہنمائی کے لئے انہی میں سے ایک شریف النفس صاحب علم و ہستی کو حق کا پیامبر بنا کر مبعوث کیا۔

''اور مدین کو بھیجا ان کا بھائی شعیب بولا اے قوم! بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اس کے سوا۔''

(سورۃ اعراف۔۸۵)

حضرت شعیبؑ نے رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور دین حنیف کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کی۔اخلاقی برائیوں کی نشاندہی کی۔شرک اور بداعمالیوں کو ترک کرنے کی تلقین کی۔

''اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول، دیکھتا ہوں کہ تم کو آسودہ اور ڈرتا ہوں تم پر آفت سے، ایک گھیر لانے والے دن کی اور اے قوم! پورا کرو ناپ اور تول انصاف سے اور نہ گھٹا دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھیلاؤ زمین میں خرابی۔''

(سورۃ ہود: ۸۴۔۸۵)

تجارتی اور پیشہ ورانہ بد دیانتی اس قوم کی وجہ شہرت تھی۔ ناپ تول میں کمی اور گھٹیا مال کو اچھا کہہ کر زیادہ داموں فروخت کرنا، دھوکہ اور فریب سے حلال کو حرام کرنا ان لوگوں کا وطیرہ تھا۔ حضرت شعیبؑ کی پند و نصائح پر عمل کرنا لوگوں کے نزدیک اضافی نفع سے محروم ہو جانا تھا۔ حضرت شعیبؑ نے انہیں نصیحت کی کہ اپنے کاروبار کو حرام کی آلائش سے پاک رکھو۔ حلال روزی کماؤ۔ آپ نے اپنی قوم کو بتایا کہ مال و دولت کی ہوس آدمی کی صلاحیتوں کو دیمک بن کر چاٹ جاتی ہے۔ اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور آدمی ہر طریقے سے دولت جمع کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

حضرت شعیبؑ نے نافرمان قوموں کی تباہی سے سبق سیکھنے کی تلقین کی اور تنبیہ کی کہ حق بات کو جھٹلانے سے بربادی ان کا مقدر بن جائے گی۔

''اور اے برادران قوم! میرے خلاف تمہاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچادے کہ آخر کار تم پر بھی وہی عذاب آکر رہے جو نوح یا ھود یا صالح کی قوم پر آیا تھا۔ اور لوط کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔''

(سورۃ ھود: ۸۹۔۹۰)

حضرت شعیبؑ نے صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی اقوام کے قصے بیان کر کے ان کے نابود ہو جانے کی وجوہات بیان کیں مگر قوم پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔ فرمانبرداری اور تابع داری کرنے والے افراد کی تعداد، جھٹلانے اور رد کرنے والوں کے مقابلے میں ناقابل تذکرہ تھی۔ سربرآوردہ اشخاص حضرت شعیبؑ کے پاس جانے والے لوگوں کو روکتے تھے اور نہیں ڈراتے دھمکاتے تھے اور اذیتیں پہنچاتے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت شعیبؑ قوم کے بااثر افراد سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے۔

''اور (زندگی کے) ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ اور یاد کرو وہ زمانہ جب کہ تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمہیں بہت کر دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔''

(سورہ اعراف۔۸۶)

توحیدی مشن

حضرت شعیبؑ نے اپنا توحیدی مشن جاری رکھا، حق کی ترویج کے لئے مستقل مزاجی سے تبلیغی امور سر انجام دیتے رہے۔

''اور اے قوم! کام کئے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کام کرتا ہوں۔ آگے معلوم کرو گے کس پر آتا ہے عذاب کہ اس کو رسوا کرے۔ اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں تاکتا۔''

(سورۃ ہود۔ ۹۳)

ارباب اقتدار کو یہ بات ناگوار گزری انہوں نے حضرت شعیبؑ سے کہا:

''بولے اے شعیب! ہم نہیں بوجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم میں کمزور ہے اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند، تو تجھ پر ہم پتھراؤ کرتے اور تو ہم پر کوئی سردار نہیں۔''

حضرت شعیبؑ نے اس بات پر بے حد افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا!

''اللہ خاندان سے زیادہ زبردست اور صاحب اقتدار ہے۔''

حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں مقدور بھر تمہاری اصلاح کروں۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ راست بازی اور سچائی کا راستہ تمہیں بتادوں۔ تم لوگوں پر داروغہ بنا کر مجھے نہیں بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی دلیل اور نشانی تمہارے سامنے پیش کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ تم اس واضح حجت کو دیکھ کر بھی سرکشی اور نافرمانی ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہو۔ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا اور نہ کسی دنیاوی مدد کا طلبگار ہوں۔ میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے۔ اس کا فضل و کرم مجھ پر محیط ہے۔ وہ مجھے بہترین اور پاک رزق فراہم کرتا ہے۔ میں تمہیں جس طرز عمل کی تلقین کرتا ہوں وہ میرا معمول ہے۔ میرے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے۔ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ اپنے خالق و مالک کے بھروسے پر کرتا ہوں اور اسی کی مدد اور نصرت سے میرا کام پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ لیکن تم لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ میری دعوت کا تم مذاق اڑاتے ہو اور مجھے اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ماننے سے منکر ہو۔ تم لوگ میری مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

تکبر کے نشے میں بدمست قوم کے سرداروں نے حضرت شعیبؑ اور آپ کے رفقاء پر سختیاں شروع کر دیں اور اس بات پر مصر رہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی دین حنیف چھوڑ کر شرک و بت پرستی میں ہمارے شریک بن جائیں۔ بصورت دیگر ہم تمہیں اور تمہارے خاندان کو بستی سے نکال دیں گے۔ عزم واستقلال کے پیکر حضرت شعیبؑ میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی۔ آپ اپنے مشن میں ثابت قدم رہے۔ آپ نے فرمایا!

''کیاز بردستی ہمیں پھیرا جائے گا خواہ ہم راضی نہ ہوں؟ ہم اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہونگے اگر تمہاری ملت میں پلٹ آئیں جبکہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے۔''

(سورۃ الاعراف۔۸۹)

حضرت شعیبؑ نے قوم کو متنبہ کیا کہ اگر تم نے متکبرانہ اور منافقانہ روش ترک نہ کی تو اللہ کا قانون حرکت میں آکر تمہیں نیست و نابود کردے گا لیکن انجام سے بے خبر قوم گمراہی کے اندھیرے سے نہ نکل سکی۔ آپ کی تعلیمات کو مسلسل مذاق اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا گیا اور یہ بدبخت قوم عذاب پر مصر رہی۔ بالآخر اتمام حجت ہوا۔ سرکش اور نافرمان عبرتناک انجام کو پہنچ گئی۔

''اور پہنچا جب ہمارا حکم بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہر سے اور پکڑا ان کو چنگھاڑنے، پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی نہ بسے تھے ان میں، سن لو! پھٹکار ہے مدین پر جیسے پھٹکار پائی ثمود نے۔''

(سورۃ ہود: ۹۴۔۹۵)

''انہوں نے اسے جھٹلا دیا، آخر کار چھتری والے دن کا عذاب ان پر آگیا اور وہ بڑے ہی خوفناک عذاب کا دن تھا۔''

(سورۃ الشعرا۔۱۸۹)

''ایک دہلا دینے والی آفت نے ان کو آن لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ شعیب کے جھٹلانے والے ہی آخر کار برباد ہو کر رہے۔''

(سورۃ الاعراف۔۹۱)

گستاخ اور نافرمان قوم زمین پر سے ختم کردی گئی اور حضرت شعیبؑ اور ان کے ماننے والے اس عذاب سے محفوظ رہے۔ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ اس تباہ حال بستی سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ!

''میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبول حق سے انکار کرتی ہے۔''

حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ کے سسر تھے۔ حضرت شعیبؑ کے زیر تربیت ان کے پاس حضرت موسیٰؑ نے ایک مدت تک قیام کیا تھا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت صفورہ سے حضرت موسیٰؑ کی شادی ہوئی۔

حکمت

اس واقعہ میں تفکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ دین کا بنیادی عنصر خیر خواہی ہے۔ اگر ہم کسی کے لئے اچھائی نہیں کر سکتے تو اس کے لئے برائی بھی نہ کریں۔

اللہ ہمارا سب سے بڑا بزرگ، سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا ہمدرد ہے۔ اللہ نے ہماری زندگی سنوارنے کے لئے پہلے قوانین بنائے اور پھر ان قوانین کو اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ یہ سارے قانون ایسے ہیں کہ اس میں اللہ کی کوئی ضرورت شامل نہیں، کوئی حاجت، کوئی منفعت نہیں ہے۔ سارے قوانین ہماری بھلائی کے لئے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے نوع انسان کو برائی اور بھلائی کے تصور سے آگاہ کیا۔ سب پیغمبروں نے اچھائی اور برائی میں تمیز اور ماوراء ہستی اللہ سے واقف کرانے کے اصول و ضوابط اور احکامات سنائے۔ اللہ پرستی کی تعلیم دی۔

دولت کے پجاری

جو قوم اللہ کی نافرمانی کرتی ہے اور اللہ کی پرستش کے بجائے دولت کی پرستش میں مبتلا ہو جاتی ہے اللہ ایسی قوم کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ یہ کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ روئے زمین پر اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہ محلات کے مکین اور ان کے عالیشان محلات آج کھنڈرات کی شکل میں زمین پر جگہ جگہ موجود ہیں۔ شہنشاہ ایران جس کے خاندان نے ڈھائی ہزار برس حکومت کی ہے بے یار و مددگار مر گیا۔ اور اسے اپنے ملک میں قبر کے لئے دو گز زمین بھی نصیب نہیں ہوئی۔

''کیا یہ لوگ زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھتے کہ پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا۔ وہ لوگ قوت اور تہذیب و تمدن میں ان سے برتر تھے لیکن اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکا۔''

سورۃ المومن۔ ۲۱)

جب تک اللہ کے بتائے ہوئے نظام میں خلل واقع نہ ہو، اللہ کا قانون لغزشوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے لیکن جب افراد کے غلط طرز عمل سے اللہ کے تخلیقی سسٹم میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے تو قاہرانہ نظام متحرک ہو جاتا ہے اور قوم دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اللہ کا قانون ایسے افراد سے اقتدار چھین لیتا ہے اور قوم غلام بن جاتی ہے اس لئے کہ قوم نے خود دولت کا غلام بن کر اپنے لئے عارضی اور مٹ جانے والی چیز کی غلامی پسند کر لی تھی۔ مال و دولت انسان کی بڑی کمزوری ہے۔

''بے شک انسان مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔''

(سورۃ العدٰیت۔۸)

انسان سمجھتا ہے کہ زر و جواہرات اس کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔ وہ دولت کے انبار جمع کرتا ہے۔ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ قدرت نے اسے توانائیوں کا جو بیش بہا خزانہ عطا کیا ہے وہ اسے ہوسِ زر میں ختم کر دیتا ہے۔

انسان کہتا ہے کہ جو کچھ میں کماتا ہوں وہ میرے دست و بازو کی قوت پر منحصر ہے۔ یہی وہ طرز فکر ہے جو آدمی کے اندر سرکشی اور بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے۔ جب یہ سرکشی تناور درخت بن جاتی ہے تو اللہ سے اس کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور آدمی ذریت قارون کا فرد بن جاتا ہے۔

دنیا کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ کی مخلوق کے لئے مال و دولت کو کھلا رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ پاک اور حلال کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔

''تم نیکی اور اچھائی کو نہیں پاسکتے جب تک وہ چیز اللہ کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔''

''اے نبی ﷺ! وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کہہ دو اپنی ضرورت سے زائد۔''

ان احکام خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کیجئے۔ یہ کام اپنے مستحق رشتہ داروں سے شروع کیجئے اور پھر اس میں دوسرے ضرورتمندوں کو بھی شامل کر لیجئے۔

یاد رکھیئے! جو کچھ آپ اللہ کے لئے خرچ کریں وہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو۔ اس میں کوئی غرض، بدلہ یا شہرت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔

ضرورتمندوں کی امداد چھپا کر کریں تا کہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو اور ان کی عزت نفس مجروح نہ کریں۔ کسی کو کچھ دے کر احسان نہیں جتلائیں اور نہ نمود و نمائش کا اظہار کریں۔

مفلس کی خصوصیت

ایک دن آپ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر سوال کیا۔ ''تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟''

حاضرین نے جواب دیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو۔''

رسول ﷺ نے فرمایا! میری امت میں قیامت کے دن مفلس وہ ہوگا جو نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال لیا ہوگا، خون کیا ہوگا۔ اس کی تمام نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو پھر لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ جن کے ساتھ اس نے ظلم کیا ہوگا اور وہ جہنم کے سپرد کر دیا جائے گا۔''

حقوق العباد کی ادائیگی رشتہ داروں سے شروع ہوتی ہے جن میں والدین سب سے پہلے مستحق ہیں۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت اولین فریضہ ہے۔ اہل و عیال کے لئے حلال رزق کا حصول اور بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت بھی حقوق العباد میں سے ہے۔ اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا نمبر آتا ہے۔ آخر میں تمام انسان حقوق العباد کے دائرے میں آتے ہیں۔

حقوق العباد میں مالی حق بھی ہے اور اخلاقی حق بھی ہے۔ قرآن نے جابجا اس کی حدود بیان کی ہیں اور اس کو ایمان کا جز قرار دیا ہے۔ خود غرض اور نفس پرست سرمایہ داروں نے جن مصیبتوں کو انسانوں پر مسلط کیا ہے وہ بلیک مارکیٹنگ اجناس اور دوسری اشیاء کو محض نفع کی خاطر روک کر رکھتے ہیں ان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لوگوں کی جان و مال سے کھیلتے ہیں پوری نوع انسانی کو ہلاک کرنے کے درپے ہیں۔ اپنی حکمرانی قائم کرنے کے لئے مہلک ہتھیار ایجاد کرتے ہیں اور فساد پھیلانے کیلئے انہیں فروخت کرتے ہیں۔ وہ بلاشبہ اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! ''جو لوگ غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو ذخیرہ کر لیتے ہیں تاکہ بازار میں مصنوعی طور پر قلت ہو جائے اور قیمت بڑھ جائے تو وہ بڑے گنہگار ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس آدمی پر رحم کرتا ہے جو خریدنے، بیچنے اور تقاضا کرنے میں نرمی اختیار کرتا ہے۔''

زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں، چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں، غریبوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ ظاہری طور پر کتنے ہی خوش نظر آئیں لیکن ان کا دل روتا رہتا ہے۔ ڈر اور خوف سائے کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا ہے۔ وہ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں سمجھتے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔

جب چیزیں سستی ہوتی ہیں تو وہ غم میں گھلتے رہتے ہیں اور جب چیزوں کے دام بڑھ جاتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی

حضرت شعیبؑ کی قوم میں بہت بڑی بری خصلت ناپ تول میں کمی اور ناقص چیزوں کی فروخت تھی۔ ناقص چیزوں میں ملاوٹ ایک بڑی برائی ہے۔

آج مسلمان قوم میں وہ تمام برائیاں اظہر من الشمس ہیں جو حضرت شعیبؑ کی قوم میں تھیں۔ جھوٹ، افترا بازی، اقربا پروری ایک دوسرے کو نیچا دکھانا، ملاوٹ (گھی میں ناقص تیل کی ملاوٹ، چینی میں کھانڈ کی ملاوٹ، دودھ میں پانی اور اراروٹ کی ملاوٹ، مرچوں میں سرخ مٹی کی ملاوٹ، پسے ہوئے دھنیے میں لکڑی کے برادے کی ملاوٹ، زندگی بچانے والی دواؤں میں ملاوٹ غرض کے اب بازار میں ہر چیز کے ایک نمبر دو نمبر فروخت ہورہے ہیں) کم تولنا، ڈنڈی مارنا، نفع کے لالچ میں قانونی حدود کو توڑنا، سود لینا، سود دینا، دوسروں کو خود سے کم تر سمجھنا، خود کو برتر سمجھنا، دوسرے کے عیب تلاش کرنا، حسد کرنا، غصہ کرنا، صرف اپنے حقوق کا تعین کرنا اور دوسروں کے حقوق کا خیال نہ کرنا عام ہوگیا ہے۔ ایک ایک بات جس کے نتیجہ میں قومیں تباہ کردی گئی ہیں مسلمانوں میں سب نظر آتی ہیں۔ پوری قوم کی عزت و آبرو پامال ہوگئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے لیکن ہر ہر قدم پر مسلمان ان کے محتاج ہیں۔ اگر بینک سے دس لاکھ قرضہ لیا جائے تو تیس سال میں ۵۲ لاکھ روپے سود دینا پڑتا ہے۔

ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ نے ایک بار بہت آزردہ ہو کر فرمایا:

''آج رات دربار نبوی ﷺ میں بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ فرشتوں نے اجتماعی طور پر عرض کیا کہ ہماری ڈیوٹی تبدیل کردی جائے ہم قوم کو نیکی انسپائر (Inspire) کرتے ہیں لیکن کوئی قبول نہیں کرتا سوائے ان لوگوں کے جن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ اور یہ بندے نہایت قلیل ہیں۔ زبانی دعوے سب کرتے ہیں ہر شخص دوسرے کو نیکی کی نصیحت کرتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا۔

ہم جب خود کو باعث تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کہتے ہیں تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم حضور ﷺ کی تعلیمات پر کتنا عمل کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ میں عفو و درگذر تھا۔ ہم میں سے کتنے مسلمان معاف کرتے ہیں۔ حضور ﷺ امین تھے مسلمانوں میں کتنے لوگ امین ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے غصہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ہر گھر میں فساد برپا ہے ہر شخص غصہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود غرضی سے منع فرمایا ہے۔ ہمارے معاشرے کی قدریں یہ ہیں کہ ہر شخص دوسرے سے توقع قائم کرنا اپنا حق سمجھتا ہے لیکن دوسرے کا کوئی حق اس کے ذہن میں نہیں آتا۔ میں اگر کسی سے محبت کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ جس سے محبت کرتا ہوں وہ میری ہر بات پوری کرے اور میری حکم عدولی نہ کرے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک لڑکا کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے وہ علی الاعلان کہتا ہے۔ اگر میری اس لڑکی سے شادی نہیں ہوئی جس سے میں عشق کرتا ہوں تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس سے پوچھا

جائے بھائی! وہ لڑکی تو تجھ سے محبت نہیں کرتی وہ اس کا جواب دیتا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں تو اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ہم خود غرضی اور خود فریبی کے جال میں گرفتار ہیں۔ یہی وہ اعمال ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ اعمال قرار دیا ہے اور جن کی وجہ سے قوموں پر عذاب نازل ہوا ہے۔ اقتدار کے خواہش مند، خود غرض اور مغرور افراد دراصل اللہ کے اقتدار کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ کے احکامات کی پیروی نہ کرنا اور پیغمبرانہ طرز فکر کی تکذیب کرنا اللہ کے قانون سے بغاوت ہے۔ پہلی قومیں بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت یونس علیہ السلام

یوناہ

حضرت یونسؑ کو ۲۸ سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ آپ پر صحیفہ نازل ہوا جو تورات میں ''یوناہ'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت یونسؑ نینوا کی طرف مبعوث کئے گئے۔ حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل ایک مرتبہ پھر کفر و شرک، بت پرستی اور نافرمانی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جب اللہ کی ذات پر سے یقین ٹوٹنے لگا، اللہ کے احکامات سے روگردانی ہونے لگی اور لوگ مال و دولت کی محبت میں مبتلا ہو گئے تو قانون قدرت حرکت میں آ گیا۔ بنی اسرائیل پر بخت نصر کا غلبہ ہو گیا، بخت نصر کے لشکر نے بیت المقدس میں قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا، تقریباً (۷۰) ستر ہزار اسرائیلی تہہ تیغ ہو گئے اور اتنی ہی تعداد میں قیدی بن گئے۔ رومیوں نے ارض مقدس پر حملہ کر دیا۔ ایک مرتبہ پھر یہ ناشکری قوم عذاب میں مبتلا ہو گئی، رومیوں کے بعد بابل اور نینوا کو پھر عروج ہوا۔ اشوریوں کے دور حکومت میں جب شہر ''اشور'' دارالحکومت تھا اس زمانے میں دجلہ کے کنارے نینوا ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ اشور کے کسی بادشاہ نے اپنے دیوتا کے نام پر نینوا میں ایک مندر بنوایا، رفتہ رفتہ دوسرے بادشاہوں نے بھی مندر اور عمارتیں بنانا شروع کر دیں اور ایک وقت ایسا آیا کہ یہ چھوٹا سا گاؤں سلطنت اشوریہ کے عظیم الشان دارالسلطنت میں تبدیل ہو گیا۔ نینوا کے وسط میں مندر اور شاہی محل تھے جہاں سے بادشاہ وقت نینوا کے پر رونق بازاروں، گلیوں اور تفریح گاہوں کا نظارہ کرتا تھا، شمال کی طرف بلند و بالا عمارتوں کا طویل جال بچھا ہوا تھا۔ مغرب میں ہرے بھرے لہلہاتے کھیت تھے، پورا شہر درختوں، پودوں بل کھاتی، بیلوں، پھلوں اور خوبصورت باغات سے سرسبز و شاداب تھا، جگہ جگہ چوراہوں پر فوارے عوام کو دعوت نظارہ دیتے تھے، سنگ مرمر کے تختوں پر نقش و نگار کندہ تھے، ان میں رنگ بھرے ہوئے تھے، پتھر تراش اشوری مختلف جانوروں اور دیوتاؤں کی تصاویر بنانے میں یکتائے فن تھے، اہل نینوا کی زبان سامی تھی، تہذیب و تمدن کے لحاظ سے یہ انتہائی ترقی یافتہ قوم ظلم و ستم اور سنگدلی میں بھی یکتا تھی، وحشی اقوام کی طرح جب یہ کسی ملک یا قوم پر غالب آتی تو اس کا نام و نشان مٹا دیتی، دوسرے ملکوں کی رعایا کو قتل کر دیا جاتا تھا اور ہر سر کے بدلے سپاہی کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔ ''اشور دیوتا'' ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا، سیاسی اور انتظامی امور دیوتا کا نام لے کر انجام دیئے جاتے تھے، یہ لوگ بادشاہ کو خدا کا درجہ دیتے تھے۔

قیدی اسرائیل

حضرت یونسؑ نینوا تشریف لے گئے اور بادشاہ ''پول'' کو پیغام حق سنایا۔ اسرائیلی قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا، شاہ نینوا آپ کی باتیں سن کر غضبناک ہوگیا اور آپ کی جان کے درپے ہوگیا۔ حضرت یونسؑ متحمل مزاجی سے اس کوشش میں لگے رہے کہ بادشاہ آپ کی بات اور آپ کے پیغام کو قبول کرلے لیکن جب کوششیں بارآور نہیں ہوئیں تو حضرت یونسؑ عوام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں توحید کی دعوت دی، شرک وبت پرستی اور دیگر اخلاقی برائیوں سے منع فرمایا لیکن اہل نینوا نے حضرت یونسؑ کی تبلیغ اور تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ حضرت یونسؑ نے جب دیکھا کہ لوگ کسی طرح راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہیں تو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اس پر بھی لوگ نہ مانے تو آپ نے بادشاہ وقت اور اہل نینوا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اگر تم نے چالیس دنوں کے اندر بت پرستی اور شرک سے توبہ نہ کی اور ایک اللہ کی پرستش نہیں کی اور اسرائیلیوں کو قید سے آزاد نہیں کیا تو تم پر اللہ کا قہر نازل ہوگا، پورا شہر تباہ و برباد ہوجائے گا۔''

لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا اور کہا:

''ہم تمہارے رب کی طرف سے عذاب کے منتظر رہیں گے۔''

ایک مہینہ کے بعد حضرت یونسؑ شہر سے نکل کر دس بارہ کوس دور چلے گئے۔ پینتیسواں دن نینوا دھویں کی لپیٹ میں آگیا اور آگ کی بارش شروع ہوگئی۔ یہ صورتحال دیکھ کر اہل نینوا پریشان اور خوف زدہ ہوگئے، تمام عورتوں بچوں اور بوڑھوں امراء و غرباء نے بوسیدہ لباس پہنا اور ایک وسیع میدان میں جمع ہو کر اللہ کے حضور توبہ استغفار کی اور صدق دل سے حضرت یونسؑ کی پیروی کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور عذاب ٹل گیا۔

ٹاٹ کا لباس

توریت میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے:

''اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا اس نے منادی کی اور کہا چالیس روز بعد نینوا تباہ ہوجائے گا۔ تب نینوا کے باشندوں نے خدا پر ایمان لاکر روزے کے منادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا اور یہ خبر نینوا کے بادشاہ تک پہنچی اور وہ اپنے تخت سے اٹھا اور بادشاہی لباس اتار کر ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا اور بادشاہ کے فرمان سے نینوا میں یہ منادی کرادی گئی کہ کوئی انسان یا حیوان کھانا نہ کھائے، پوری رعایا ٹاٹ پہنے گی، اپنے جانوروں پر بھی ٹاٹ کے جھول ڈال دیئے جائیں، سب انسان خدا کے حضور گریہ و زاری کریں، ہر شخص بری روش اور ظلم سے باز رہنے کا عہد کرے، شاید خدا رحم کرے اور اپنا ارادہ بدل دے اور اس کے شدید

عذاب سے ہمیں نجات مل جائے۔ جب خدا نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی اپنی بری روش سے باز آئے تو وہ اس عذاب سے جو اس نے ان پر نازل کرنے کو کہا تھا باز آیا اور اسے نازل نہ کیا۔"

(یوناہ۔ باب ۳۔ آیت: ۴۔ ۱۰)

"کہا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ثابت ہوا ہو، یونسؑ کی قوم کے سوا وہ قوم جو ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا تھا۔"

(سورۃ یونس۔ ۹۸)

حضرت یونسؑ شہر سے باہر نینوا کی تباہی کے منتظر تھے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل نینوا کی توبہ استغفار پر انہیں معاف کر دیا تھا اس لئے چالیس روز گزرنے کے بعد عذاب نازل نہیں ہوا تو حضرت یونسؑ اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر وہاں سے چل پڑے۔

مفرور غلام

روایت کے مطابق آپ نے روم کی طرف سفر کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ اور دو بچے بھی تھے۔ دوران سفر ایک مقام پر حضرت یونسؑ اپنی بیگم اور بچوں کو چھوڑ کر کسی کام سے گئے تو اسی دوران وہاں سے کسی بادشاہ کا گزر ہوا اس نے جب بیابان میں ایک جمیل عورت کو دیکھا تو وہ بچوں کو چھوڑ کر حضرت یونسؑ کی زوجہ محترمہ کو زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ حضرت یونسؑ جب واپس تشریف لائے تو اس واقعہ کو مشیت ایزدی سمجھ کر خاموش ہو گئے اور بچوں کے ساتھ دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ راستے میں ایک ندی عبور کرنی تھی آپ ایک بیٹے کو ندی کے کنارے چھوڑ کر دوسرے بیٹے کو کندھے پر سوار کر کے ندی عبور کرنے لگے۔ حضرت یونسؑ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ ایک بیٹے کو دوسرے کنارے اتار کر واپس آکر دوسرے بیٹے کو لے جائیں گے، جب آپ ندی کے درمیان میں پہنچے تو ایک تیز لہر آئی اور بچہ پانی میں گر گیا، پانی کی تیز و تند لہریں بچے کو بہا کر لے گئیں، حضرت یونسؑ نے اس کو بھی مشیت ایزدی سمجھا اور کنارے پر آ گئے لیکن ندی کے کنارے پہنچنے سے پہلے بچہ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔

حضرت یونسؑ سفر کرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے پہنچے، ساحل پر مسافروں سے بھری ہوئی ایک کشتی تیار کھڑی تھی۔

آپ اس میں سوار ہو گئے راستے میں کشتی طوفان کی زد میں آ گئی اس وقت لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جب کوئی مفرور غلام کشتی میں سوار ہوتا ہے تو کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے، کشتی کے ناخدا نے مسافروں سے کہا کہ اس وقت کشتی میں جو شخص مفرور غلام کی حیثیت سے سفر کر رہا ہے وہ دریا میں کود جائے ورنہ سارے مسافر ڈوب جائیں گے۔

مچھلی کا پیٹ

حضرت یونسؑ نے جب یہ سنا تو یاد آیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نینوا سے چلے آئے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے ناخدا سے کہا۔
''میں اپنے آقا کی مرضی کے بغیر اور اس کے حکم کا انتظار کئے بغیر چلا آیا ہوں للٰذا میں ہی وہ غلام ہوں جس کی وجہ سے کشتی طوفان کی زد میں آگئی ہے۔''

ناخدا نے ان کی پر وقار شخصیت دیکھ کر پانی میں کودنے کی اجازت نہیں دی، جب طوفان کی شدت میں مسلسل اضافہ ہونے لگا تو فیصلہ کیا گیا کہ قرعہ اندازی کی جائے قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے اس کو پانی میں پھینک دیا جائے، قرعہ اندازی میں حضرت یونسؑ کا نام نکلا، تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر بار حضرت یونسؑ کا ہی نام نکلا، لوگوں نے مجبوراً آپ کو دریا میں پھینک دیا، دریا میں گرتے ہی ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔

''اور یقیناً یونس بھی رسولوں میں سے تھا یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور نکلا خطاوار پھر مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔''

(سورۃ صٰفٰت: ۱۴۱۔۱۴۲)

حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں اپنی بھول کا احساس ہوا اور آپ اپنی بھول پر نادم اور شرمسار ہوئے، اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے معافی طلب کی رحیم و کریم ہستی اللہ نے دعا قبول کی اور آپ کو اس تکلیف سے نجات عطا کی۔

''اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا، یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے انہیں پکارا ہے کوئی اللہ مگر تو پاک ہے تیری ذات بے شک میں نے قصور کیا تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔''

(سورہ انبیاء: ۸۷۔۸۸)

سایہ دار درخت

توراۃ میں کتاب یوناہ باب ۲ حضرت یونسؑ کی دعاؤں پر مشتمل ہے جو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کے حضور احساس ندامت کے تحت مانگی تھیں، تورات کے مطابق آپ مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور رات رہے بالآخر مچھلی نے آپ کو اللہ کے حکم سے خشکی پر اگل دیا، گرمی کی شدت اور دھوپ کی تمازت سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک سایہ دار درخت اگا دیا۔

"اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا آخر ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا اور اس پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔"

(سورہ الصٰفٰت: ۱۴۳۔۱۴۴)

دیمک

بتایا جاتا ہے کہ یہ بیل دار درخت کدو کا درخت تھا، مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے حضرت یونسؑ کا جسم کسی نومولود پرندے کے جسم کی طرح نرم و نازک اور ملائم ہو گیا تھا رفتہ رفتہ آپ کی صحت بحال ہونے لگی اور آپ اس مقام پر جھونپڑی بنا کر رہنے لگے، ابھی آپ کے قیام کو چند ہی روز گزرے تھے اس بیل کے درخت کی جڑ کو دیمک نے کھالیا، حضرت یونسؑ درخت سوکھ جانے پر پریشان ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"تم اس درخت کے اجڑنے پر رنجیدہ ہو لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ نینوا جو ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل شہر ہے، کیا مجھے اس کے برباد ہونے پر ناگواری نہیں ہو گی؟"

استغفار

حضرت یونسؑ نے پھر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر توبہ استغفار کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ دوبارہ اپنی قوم کی ہدایت ورہبری کے لئے نینوا جاؤ۔ حضرت یونسؑ اپنی قوم میں پہنچے تو اہل نینوا نے آپ کا پرجوش استقبال کیا اور پوری قوم آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئی۔

"اس کے بعد ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا اور وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک وقت خاص تک انہیں باقی رکھا۔"

(سورۃ الصٰفٰت: ۱۴۷۔۱۴۸)

آپ کی زوجہ اور بچے جو دوران سفر آپ سے جدا ہو گئے تھے آپ کو واپس مل گئے۔ آپ نے بقیہ عمر نینوا میں گزاری اور موصل کے قریب دفن ہوئے۔

حکمت

مفسرین کے بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت یونسؑ کو تین قصور کی وجہ سے مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔

۱۔انہوں نے عذاب کا دن خود ہی متعین کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ ہوا تھا۔

۲۔وہ دن آنے سے پہلے ہجرت کر کے ملک سے چلے گئے حالانکہ نبی کو اس وقت تک اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہئے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ آجائے۔

۳۔جب حضرت یونسؑ کی قوم پر سے عذاب ٹل گیا تو حضرت یونسؑ اس لئے واپس نہیں گئے کہ لوگ ان کو جھٹلائیں گے اور انہیں شرمندگی ہوگی۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب ان سے معافی مانگی جاتی ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں،اللہ تعالیٰ ستار العیوب اور غفار الذنوب ہیں۔یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عذاب کی پیشن گوئی خود حضرت یونسؑ نے کی تھی۔اللہ تعالیٰ حیات و ممات پر پوری اتھارٹی رکھتے ہیں۔قادر مطلق ہیں حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے اور جب اللہ نے چاہا مچھلی نے انہیں ساحل پر ڈال دیا اور زندہ سلامت رہے اس زمانے کا دستور تھا کہ بھاگے ہوئے غلام کو دریا برد کر دیا جاتا تھا۔قرعہ اندازی میں ہر دفعہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا اور انہیں دریا میں پھینک دیا گیا۔

آج کے دور میں پوری امت مسلمہ کے لئے یہ واقعہ نشان عبرت ہے، چشم بینا دیکھتی ہے کہ زمین اس وقت فساد سے بھر گئی ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی عنوان سے اللہ کے راستے سے انحراف کر رہا ہے یعنی ہم سب آزاد ہیں لیکن اللہ کے قانون کے مطابق سب بھاگے ہوئے غلام ہیں۔حضرت یونسؑ کا واقعہ درس عبرت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کریں اور اللہ کے برگزیدہ بندے پیغمبروں کے حالات پر تفکر کر کے سیدھی راہ پر گامزن ہوں۔

☆☆☆☆☆

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ کے والد کا نام عموص تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عیسو دوم حضرت اسحٰقؑ کے فرزند اور حضرت یعقوبؑ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ حضرت لوطؑ کی اولاد میں سے تھیں۔

عیسو حضرت یعقوبؑ سے مفارقت کے بعد کنعان سے ہجرت کر کے کوہ شعیر یا کوہ سراۃ کے دامن میں آباد ہوئے۔ یہ علاقہ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے درمیان واقع ہے۔ مورخین کے مطابق یہ خطۂ ارض سرخ رنگ کی مٹی پر مشتمل تھا۔ اس رنگ کو لغوی اعتبار سے ادوم کہا جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہاں کی آبادی کا نام ادوم مشہور ہو گیا۔

حضرت ایوبؑ کا مسکن بصریٰ تھا۔ یہ بستی عرب کے شمال میں فلسطین کے قریب اب تک موجود ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شام کے سفر کے دوران یہاں قیام فرمایا تھا۔

عبرانی میں حضرت ایوبؑ کا نام ''اوب'' ہے اور توراۃ میں ''یوباب (Job)'' ہے۔ اللہ نے آپ کو منصب نبوت کے جلیل القدر مقام پر فائز کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنے قبیلے کا سردار بھی بنایا اور عزت و احترام اور جاہ و حشم سے نوازا۔ آپ کے مال مویشیوں کی تعداد ہزاروں میں تھی اور خدمت گار سینکڑوں تھے۔ بے شمار باغات اور کھیت آپ کی ملکیت تھے۔ بے حد فیاض انسان تھے۔ غریبوں کی امداد، فقراء و مساکین کی اعانت، بیکسوں کی دستگیری، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت، سرپرستی اور مظلوموں کی فریادرسی آپ کی زندگی کا حصہ تھی۔

''وہ شخص کامل و صادق، خداترس اور متقی تھا۔''

(ایوب کی کتاب)

حضرت ایوبؑ کی زوجہ حضرت یوسفؑ کے بیٹے افراہیم کی بیٹی تھیں۔ جن کا نام بی بی رحمہ (رحمت) تھا۔ آپ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

حضرت ایوبؑ لوگوں کو دین ابراہیمی کی تعلیم دیتے اور انہیں شرک و بت پرستی اور برے اعمال سے اجتناب کی تلقین کرتے تھے۔

لوگوں کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آشنا کرتے اور یہ بتاتے تھے کہ کونسے اعمال اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور کونسے اعمال ناپسندیدہ ہیں۔ سرزمین ادوم پر آباد قوم کو حضرت ایوبؑ نے توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان، عرفان ذات اور عارف باللہ کی تعلیم دی۔ راست بازی آپ کا طریق تھا اور شکر گزاری آپ کی عادت تھی۔

شیطان کا حیلہ

روایت ہے کہ ایک روز فرشتے آپ کی اطاعت گزاری اور اللہ کریم کے حضور عاجزی و فرمانبرداری پر تحسین و آفرین کر رہے تھے۔

ابلیس نے دعوے سے کہا کہ اللہ نے ایوب پر انعام و اکرام کی بارش کی ہے اسی وجہ سے وہ نیک اور عبادت گزار ہے۔ اگر اللہ اس پر مصیبت نازل کرے تو وہ شکر ادا نہیں کرے گا۔

حضرت ایوبؑ کے حالات اچانک خراب ہو گئے۔ مصیبتوں، آزمائشوں اور ابتلا کے دور نے حضرت ایوبؑ کو تہی دست کر دیا۔ آپ کے غلہ کے گوداموں میں آگ لگ گئی، مال و اسباب جل کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔ حملہ آوروں نے غلاموں اور نوکروں کو تہہ تیغ کر کے مال مویشی سب کچھ لوٹ لیا۔ آپ کی سب اولاد ضیافت میں شریک تھی کہ مکان کی چھت گر گئی اور سب ملبے میں دب کر مر گئے۔ اولاد، مال و دولت اور جاہ و حشم سب کچھ لمحوں میں ختم ہو گیا۔ خوش حالی کی ایک علامت بھی باقی نہ رہی۔ لوگ آآ کر بربادی کے ایک ایک واقعے کی اطلاع دیتے رہے۔ لیکن حضرت ایوبؑ کی روشن پیشانی پر ایک شکن نہیں ابھری۔ تباہی کے پے در پے واقعات سے لوگ حواس کھو بیٹھے۔ حضرت ایوبؑ کی رہائش گاہ کے باہر آہ و فغاں اور نالہ و گریہ کرنے والوں کا ہجوم ہو گیا۔

حضرت ایوبؑ نے سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

"میں اپنی ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوا تھا، برہنہ ہی دنیا سے جاؤں گا۔ خداوند نے مجھے یہ سب کچھ دیا تھا اور اسی نے اپنی امانت واپس لے لی۔"

(سفر ایوب باب ۱۔۲۱)

صبر و شکر

سب کچھ ختم ہو گیا لیکن آزمائشوں کا دور ابھی باقی تھا۔ پیروں کے تلوے سے لے کر سر کی کھال تک سارے جسم میں تکلیف دہ پھوڑے نکل آئے جن میں ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ آپ ٹھیکرا لے کر راکھ پر بیٹھ جاتے اور اپنا جسم کھجاتے رہتے۔ زبان بدستور حمد و ثناء

میں مصروف رہی اور شکایت کا ایک لفظ منہ سے ادا نہ ہوا۔ تمام اعزاء واقرباء نے قطع تعلق کر لیا صرف رفیقہ حیات ہی شریک غم رہ گئیں۔ زوجہ محترمہ نے بیمار شوہر کی تیمارداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ محنت مزدوری کر کے زندگی کے تار و پود کا انتظام کرتی تھیں۔ اس اذیت میں اٹھارہ سال حضرت ایوبؑ نے گزار دیئے۔ روایت ہے کہ زخموں میں پڑ جانے والے کیڑے زخم سے نکل کر باہر گر جاتے تو آپ انہیں اٹھا کر دوبارہ زخم میں رکھ دیتے۔

زوجہ محترمہ ایک روز حرف شکایت زبان پر لے آئیں۔ حضرت ایوبؑ ناراض ہوئے اور سرزنش کرتے ہوئے قسم کھائی کہ صحت یاب ہونے کے بعد سزا کے طور پر بیوی کو سو ڈنڈے ماروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے زوجہ محترمہ کی غلطی معاف فرمائی اور صحت یابی کے بعد حضرت ایوبؑ کو حکم ہوا۔

زوجہ محترمہ پر اللہ کا انعام

''اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو قسم نہ توڑو۔''

(سورہ ص۔ ۴۴)

حضرت ایوبؑ نے سو تنکوں کی جھاڑو بنا کر ایک مرتبہ مار دیا اور قسم پوری ہوئی۔ حضرت ایوبؑ کی تباہ حالی اور بیماری کی خبر ادوم کی بستی میں پھیلی تو آپ کے تین دوست آپ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کو راکھ کے بستر پر لیٹے اور ٹھیکرے سے زخموں کو کھجاتے دیکھا تو درد و کرب اور غم واندوہ سے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ وہ سات دن اور سات راتیں آپ کے پاس خاموش بیٹھے رہے۔ قرآن حکیم میں حضرت ایوبؑ کے دور کے آخری حصے کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

معجزہ

''اور ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ یاالٰہی ! شیطان نے مجھے ایذاء اور تکلیف دے رکھی ہے۔''

(سورۃ ص۔ ۴۱)

رحمت خداوندی جوش میں آئی اور حکم ہوا۔

''زمین پر لات مارو، یہ چشمہ نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں ہے۔''

(سورۃ ص۔ ۴۲)

حضرت ایوبؑ نے زمین پر پیر مارا۔ زمین میں سے شفاء بخش پانی ابل آیا۔ حضرت ایوبؑ نے غسل کیا اور پانی پیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بدن زخموں سے صاف ہو گیا۔

بی بی رحمہ شام کو واپس لوٹیں تو بیمار اور ناتواں شوہر کو موجود نہ پا کر پریشان ہو گئیں۔ آپ روتے ہوئے انہیں ڈھونڈ رہی تھیں کہ قریبی پل پر ایک جوان صحت مند مرد کو دیکھا۔ حضرت ایوبؑ نے مسکراتے ہوئے سارا احوال کہہ سنایا۔ حضرت ایوبؑ اور ان کی زوجہ کا شباب لوٹ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے زیادہ اولاد سے نوازا اور آزمائش کے دنوں میں جن آسائشوں سے محروم کر دیئے گئے تھے وہ کئی گنا بڑھا کر دوبارہ عطا کر دی گئیں۔

سورۃ انبیاء میں حضرت ایوبؑ کا ذکر اختصار اور اجمال کے ساتھ اس طرح ہے:

"اور ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا، میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ پس ہم نے ان کی پکار سن لی اور جس دکھ میں پڑ گئے تھے وہ دور کر دیا، ہم نے ان کا گھرانہ بسا دیا اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے۔ یہ ہماری طرف سے ان کے لئے رحمت تھی اور نصیحت ہے ان کے لئے جو اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۔"

(سورۃ انبیاء: ۸۳۔۸۴)

اللہ تعالیٰ سورۃ انبیاء میں دوسری برگزیدہ ہستیوں کے علم و فضل اور حکمت و دانش کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ایوبؑ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اور (یہی ہوشمندی اور حلم و علم کی نعمت) ہم نے ایوب کو دی۔"

(سورۃ انبیاء۔ ۸۲)

پانی میں جوانی

حضرت ایوبؑ کی مسجد اور کنواں (چشمہ) جس کے پانی سے شفاء ملی تھی آج بھی اردن کے ایک قصبہ نوا میں موجود ہے۔ لوگ اسے حمام ایوبؑ اور ان کی قیام گاہ کو مقام ایوبؑ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے جب چشمہ ابل پڑا تو حضرت ایوبؑ کو اس پانی سے شفا ہو گئی۔ پانی میں ایسے منرلز (Minerals) تھے جس سے بڑھاپا جوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس پانی سے حضرت ایوبؑ اور ان کی زوجہ محترمہ دونوں صحت مند ہو کر جوان ہو گئے اور چار پشتوں تک اپنی نسل کو پھلتے دیکھا۔

"کہہ دواے میرے بندو جو ایمان لائے ہو۔اپنے پروردگار کے ساتھ تقویٰ اختیار کرو جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے۔اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔جو صبر کرنے والے ہیں۔ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔"

(سورۃالزمر:۱۰۔۱۱)

صبر اللہ کا نور ہے

صبر اللہ کا نور ہے۔جو مادی حواس میں نورانیت داخل کرکے انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتا ہے۔صبر کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنی تدابیر اور کوششوں کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔اپنے ارادے کی نفی کر کے اللہ کو قادر مطلق جان لے اور اپنے کاموں میں تاخیر اور ناکامی پر اللہ تعالیٰ کے ارادے اور فیصلے کا انتظار کرے۔قدرت کی جانب سے جو کچھ حاصل ہو اور اس پر راضی ہو جائے۔صبر کا پورا سسٹم فرمانبرداری کو ذہن میں راسخ کرنے کا پروگرام ہے۔صبر کرنے سے آدمی خود کو قدرت کے ہاتھوں میں مجبور اور بے بس ہونے کا تجربہ کرلیتا ہے۔صبر کرنے سے آدمی کے اندر نور کی مقداریں داخل ہو جاتی ہیں۔جب بندہ صبر کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔بندہ کا رابطہ مستقل طور پر اللہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ایسے ہی لوگوں کو اللہ نے اولوالعزم کہا ہے۔

ارشاد ہے:

"آپ ﷺ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔"

(سورۃالاحقاف۔۳۵)

صبر آدمی کو اولوالعزم بناتا ہے۔جو پیغمبروں کی صفت ہے۔صبر زندگی کے آداب سکھاتا ہے۔صبر بندے کو اسفل سے علیین کی جانب لے جانے والی قوت ہے۔

"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔تو صبر کرنے والوں کو بشارت سنادو۔"

(سورۃبقرہ۔۱۵۵)

"ہاں جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کئے یہی ہیں جن کیلئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔"

(سورۃہود۔۱۱)

''اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ اور بے شک (یہ کام) دشوار ضرور ہے۔ مگر ان لوگوں پر (دشوار نہیں) جو عجز کرنے والے ہیں۔''

(سورۃ بقرہ۔ ۴۵)

''اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔''

(سورۃ السجدہ۔ ۲۴)

''ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا۔ کیونکہ صبر کرتے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے رہے ہیں۔ اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

(سورۃ القصص۔ ۵۴)

''یقیناً تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب۔ تم سے پہلے۔ اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔''

(سورۃ آل عمران۔ ۱۸۶)

''اے ہمارے رب! اتار ہم پر صبر اور جمائے رکھ ہمارے قدموں کو اور فتح دے ہمیں قوم کفار پر۔''

(سورۃ بقرہ۔ ۲۵۰)

''بارہا چھوٹی جماعتیں غالب آتی ہیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے اذن سے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(سورۃ بقرہ۔ ۲۴۹)

''اگر پہنچے تمہیں کوئی بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں۔ اور اگر پہنچے تمہیں کوئی تکلیف تو خوش ہوتے ہیں اس سے۔ اور اگر تم صبر کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تو نہ نقصان پہنچائے گا تمہیں ان کا فریب کچھ بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

(سورۃ آل عمران۔ ۱۲۰)

''اور کہتے ہیں کہ نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے۔ سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں۔ اور نہ کمزور ہوئے۔ اور نہ انہوں نے ہار مانی۔ اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔''

(سورۃ آل عمران۔۱۴۶)

''مدد فرمائے گا تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے۔ بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔''

(سورۃ آل عمران: ۱۲۴۔۱۲۵)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ انہیں ہم ٹھہرائیں گے جنت کے بالاخانوں میں۔ رواں ہونگی جن کے نیچے نہریں۔ وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کتنا عمدہ صلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا۔ اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔''

(سورۃ العنکبوت: ۵۸۔۵۹)

''اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس میں نہ جھگڑو۔ ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے۔ اور اکھڑ جائیگی تمہاری ہوا۔ اور صبر کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(سورۃ انفال۔۴۶)

''اور آپ صبر کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ نیکیوں کے اجر کو۔''

(سورۃ ہود۔۱۱۵)

''جنہوں نے ہجرت کی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد۔ پھر جہاد بھی کیا۔ اور صبر سے کام لیا۔ بیشک آپ کا رب ان آزمائشوں کے بعد بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔''

(سورۃ النحل۔۱۱۰)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔

(سورۃ الاحقاف۔۳۵)

''اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل۔ یہ سب صبر کرنے والے تھے اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیک تھے۔''

(سورۃ انبیاء: ۸۵۔۸۶)

''جب وہ بچہ اسماعیل ان کے ساتھ چلنے پھرنے دوڑنے کی عمر کو پہنچا۔ تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہی کیجئے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنیوالوں میں پائیں گے۔''

(سورۃ الصٰفٰت۔ ۱۰۲)

''کہنے لگے ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے۔ اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ پس ایک بھیڑیا اس کو کھا گیا۔ اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے ہوں اور یوسف کی قمیض پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے۔

یعقوب نے فرمایا، بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے میں صبر ہی کروں گا۔ جس میں شکایت کا نام نہ ہو گا۔ ور جو باتیں تم بتاتے ہو اس میں اللہ ہی مدد کرے گا۔''

(سورۃ یوسف: ۱۷۔۱۸)

''بے شک ہم نے ان کو صابر پایا۔ اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے۔''

(سورۃ ص۔ ۴۴)

''اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے۔ جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ اور پینے کا۔ اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا۔ اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی۔ اپنی رحمت خاصہ کے سبب اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ سے ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مار و اور قسم نہ توڑو۔''

(سورۃ ص: ۴۱۔۴۴)

''اور ایوب کا تذکرہ کیجئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ ہم نے ان کی دعا قبول کی۔ اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا۔ اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا۔ اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاص سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے عطا فرمائے۔''

(سورۃ الانبیاء:۸۳۔۸۴)

حکمت

حضرت ایوبؑ کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے صبر کیا ہے۔ اور صبر حضرت ایوبؑ کی طرح تمام پیغمبروں کا شیوہ اور ان کی طرز فکر ہے۔ پیغمبروں کا وصف ہے کہ وہ تکلیف کے وقت صبر کرتے ہیں۔ اللہ کو اپنا ساتھی تصور کرتے ہیں اور تکلیف میں اللہ کی مصلحت ان کے پیش نظر رہتی ہے۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں جبکہ ان کا حال، ان کا مال سب اللہ سے وابستہ رہتا ہے۔ حضرت ایوبؑ نے جو تکلیفیں برداشت کی ہیں اس کے پیچھے اللہ کی یہ حکمت محیط ہے کہ بندہ جب اللہ کے اوپر بھروسہ کر لیتا ہے اور اس کا یقین کامل ہو جاتا ہے تو بڑی سے بڑی تکلیف میں بھی شکوہ و شکایت زبان پر نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مثال دیتے ہوئے اپنے برگزیدہ پیغمبروں حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت یعقوبؑ کا تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے محبوب بندے باعث تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا ہے:

''پس آپ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا،''

ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتوں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ انہیں ٹھہرائیں گے جنت کے بالاخانوں میں رواں ہونگی جن کے نیچے نہریں۔

اتنا عمدہ صلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا۔ اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔''

صبر کے معنی

صبر کے لغوی معنی روکنے اور سہارنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات نفس انسانی کی فطرت اور جبلت سے آگاہی کا پروگرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نفس انسانی کی کمزوریاں بیان کی ہیں کہ انسان نافرمان ہے۔ جلد باز ہے۔ جھگڑالو ہے۔ طبعاً کمزور ہے۔ کم حوصلہ ہے۔ ظالم اور جاہل ہے۔ تنگ دل ہے۔ حاسد ہے۔ نفس انسانی کی یہ ایسی کمزوریاں ہیں کہ کوئی شخص بھی ان کمزوریوں سے آزاد نہیں ہے۔ ان کمزوریوں کا پس منظر دنیوی چمک، ناتواں شعور اور جہالت ہے۔

جہالت کا مفہوم لا علمی ہے لیکن اللہ کے قانون کے مطابق پوری زندگی علم ہے۔ علم مسلسل اور متواتر اطلاع ہے، اطلاع اور خبر حرکت ہے۔ حرکت اللہ کا امر ہے۔ اللہ کا امر ہے کہ جب وہ کسی شئے کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے۔ امر ''حکم'' ہے اور حکم ہی اقتدار اعلیٰ ہے۔

اللہ صاحب اقتدار ہے

اقتدار کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی لمحہ اس کی گرفت سے باہر نہ ہو۔ اور ہر چیز اس کے احاطہ قدرت میں ہو۔ جذبات و احساسات بننے والی تمام اطلاعات تخلیق کے چھوٹے چھوٹے مراحل سے گزر کر اپنا مظاہرہ کرتی ہیں۔

قانون یہ ہے کہ جسم انسانی (Material Body) کے اوپر ایک جسم، جسم مثالی (Light Body) ہے۔ یہی جسم مثالی مادی جسم کو فیڈ کرتا ہے اور جسم مثالی کی طرف سے Feeding ختم ہو جاتی ہے تو مادی جسم مر جاتا ہے۔ ہم اس مردہ جسم کو Dead Body کہتے ہیں۔ چونکہ تخلیق پروسیس کا سارا تعلق جسم مثالی سے ہے۔ اس لئے علم حاصل ہوتے ہوئے علم نہ سیکھنا اور علم کی طرف سے بے رغبتی کرنا جہالت ہے۔

جسم ماضی (Past)، حال (Present) اور مستقبل (Future) کے ریکارڈ سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اس واقفیت کی بناء پر جسم مثالی مادی جسم کو صبر کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ صبر کی تلقین سے مراد ہے وہ آدمی کے شعور کو انسپائر کرتا رہتا ہے کہ یہ تکلیف عارضی ہے جو گزر جانے والی ہے۔ اس انسپائریشن سے آدمی کے اندر مقابلہ کرنے کی جرأت اور ارادہ میں استحکام ہوتا ہے۔

جبکہ پریشانی کے وقت روشنیوں کے توازن میں اعتدال نہیں رہتا۔

حضرت ایوبؑ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نوع انسانی کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے اور جب بندہ صبر کر کے اللہ کو دل کے یقین کے ساتھ اپنا ہمدرد اور محبت کرنے والی ہستی مان لیتا ہے تو اللہ اس کے اوپر آرام و آسائش کے دروازے وسیع کر دیتا ہے اور ایسے وسائل فراہم کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی پر خوشیوں کے دریچے کھل جاتے ہیں۔

جیسے حضرت ایوبؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے چشمہ جاری کر دیا اور دونوں میاں بیوی جوان ہو گئے اور چار نسلوں تک اپنی نسل کو پھلتے دیکھا۔

☆☆☆☆☆

حضرت موسیٰ علیہ السلام

مصر کے بادشاہ فرعون نے خواب دیکھا اور نجومیوں نے تعبیر بتائی کہ ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھوں تیری سلطنت ختم ہو جائے گی، فرعون نے حکم دیا کہ میری سلطنت میں اسرائیلی گھرانوں میں کوئی بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور اس کام کے لئے ایک خصوصی عملہ مامور کر دیا گیا۔

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہر طرف جاسوسوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران، والدہ یوکبد اور دیگر اہل خاندان سخت پریشان تھے، تین مہینے تک انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھپا کر رکھا لیکن زیادہ عرصہ تک بچے کو شاہی جاسوسوں کی عقابی نظروں سے چھپا کر رکھنا ممکن نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں خیال آیا کہ تابوت کی طرح ایک صندوق بناؤ اس پر لال روغن کی پالش کرو اور بچے کو اس صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی ڈیوٹی لگی کہ دریا کے کنارے کنارے چل کر صندوق کو دیکھتی رہیں، صندوق بہتا ہوا محل کے تالاب (Swimming Pool) میں پہنچ گیا وہاں ملکہ اور خادمائیں لطف اندوز ہو رہی تھیں کہ صندوق پر ملکہ کی نظر پڑی۔ اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ صندوق کو تالاب میں سے نکال لاؤ۔ صندوق کھولا گیا تو اس میں ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا تھا، ملکہ بہت خوش ہوئی اس کی آنکھوں میں ممتا اتر آئی، شفقت و محبت سے بچے کو گود میں لے لیا، ملکہ نے سوچا کہ اس بچے کو بیٹا بنا کر پالنا چاہئے، محل میں کسی نے خدشہ ظاہر کیا کہ یہ بچہ بادشاہ کی سلطنت کو ختم کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے، فرعون کے دل میں بھی یہ خیال آیا ایسا نہ ہو کہ یہی بچہ اسرائیل کا وہ لڑکا ہو جس کے بارے میں نجومیوں نے پیشن گوئی کی تھی۔ لیکن فرعون کی منظور نظر بیوی نے کہا یہ بھی تو ہو سکتا ہے یہ بچہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں ملکہ نے اس بچے کا نام موسیٰ (موسیٰ کے معنی ہیں وہ شخص جو پانی سے نکالا گیا ہو) رکھا۔

آیا کا انتظام

ملکہ نے بچے کو دودھ پلانے کا کام شاہی دائیوں کے سپرد کر دیا لیکن بچے نے کسی کا دودھ نہیں پیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے محل میں جا کر ملکہ سے کہا کہ میں ایک بہت اچھی آیا کا انتظام کر سکتی ہوں، نہایت صحت مند اور خوبصورت عورت ہے، بچے کی اچھی طرح نگہداشت کرے گی اور نہایت اعلیٰ پرورش کرے گی۔ ملکہ نے کہا اسے حاضر کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنی

والدہ کو ساتھ لے گئیں اور ملکہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس خاتون کا دودھ پی لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دایہ مقرر کر دیا گیا۔

''اور (تجھے معلوم ہے) ہم تجھ پر پہلے بھی ایک مرتبہ احسان کر چکے ہیں؟ ہم تجھے بتاتے ہیں، اس وقت کیا ہوا تھا جب ہم نے تیری ماں کے دل میں یہ بات ڈالی تھی، ہم نے اسے سمجھایا تھا کہ بچے کو ایک صندوق میں ڈال دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا اسے کنارے پر دھکیل دے گا، پھر اسے اٹھالے گا جو میرا دشمن ہے نیز اس بچے کا بھی دشمن ہے اور ہم نے اپنے فضل خاص سے تجھ پر محبت کا سایہ ڈال دیا تھا اور یہ اس لئے تھا کہ ہم چاہتے تھے کہ تو ہماری نگرانی میں پرورش پائے، تیری بہن جب وہاں سے گزری تو اس نے کہا میں تمہیں ایسی عورت بتلادوں جو اسے پالے پوسے؟ اور اس طرح ہم نے تجھے پھر تیری ماں کی گود میں لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غمگیں نہ ہو۔''

(سورۃ طٰحہٰ: ۳۷۔۴۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو نہایت قوی الجثہ اور نہادر انسان تھے، انہیں یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اسرائیلی نہایت ذلت اور رسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور فرعون کے عمال ان پر سخت مظالم ڈھاتے ہیں تو ان کی تمام ہمدردیاں بنی اسرائیل کے ساتھ ہو گئیں۔

بیگار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اسرائیلی نے مدد کے لئے پکارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصری کو روکا اور کہا کہ نہایت بزدلانہ اور ظالمانہ حرکت ہے۔ مگر مصری نے ان کی بات نہیں سنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصری کے سر پر ایک طمانچہ رسید کر دیا، مصری اس چپت کی چوٹ کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا افسوس وندامت کے ساتھ اللہ سے کہا:

''اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی ہوا نادانستگی میں ہوا، میں تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی معاف کر دی۔

دن دھاڑے مصری کے قتل کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور قاتل کی تلاش شروع ہوگئی۔دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھراسی اسرائیلی اورایک مصری کودست و گریباں دیکھا،اسرائیلی نے آپ کودیکھ کر پھر مدد کے لئے فریاد کی،حضرت موسیٰ علیہ السلام مصری کو بازرکھنے کے لئے آگے بڑھے لیکن ساتھ ہی ناگواری سے اسرائیلی سے کہا:

''تو بھی بلاشبہ کھلا ہوا گمراہ ہے،خواہ مخواہ جھگڑا مول لے کر داد وفریاد کرتا رہتا ہے۔''

اسرائیلی ڈر گیااور سمجھا موسیٰ مجھے ماردیں گے،وہ بولا:

''جس طرح تونے کل ایک مصری کو ہلاک کردیا تھااسی طرح آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے۔''

یہ خبر فرعون تک پہنچ گئی کہ مصری کا قاتل موسیٰ ہے۔فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموشی کے ساتھ شہر چھوڑ کر مدین (مدین ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم کے فرزند ''مدین'' کے نام پر تھا۔یہ بیٹا حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی قطورہؓ سے تھا۔حضرت شعیب بھی اسی قبیلے سے تھے۔جس خطہ زمین پر یہ قبیلہ آباد تھا اس کا نام مدین پڑ گیا۔)روانہ ہوگئے مدین پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک کنویں پر پانی پینے کیلئے جانوروں اور آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے دو لڑکیاں اپنے جانور لئے دور کھڑی ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟لڑکیوں نے بتلایا کہ:

''ہم کمزور ہیں،یہ طاقتور ہیں،زبردستی ہمیں پیچھے ہٹا دیتے ہیں،ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں وہ ان سے لڑ نہیں سکتے،ہم انتظار کر رہے ہیں کہ سب چلے جائیں تو ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ زیادتی برداشت نہ ہوئی بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنویں پر پہنچ گئے اور کنویں کا بڑا ڈول تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلایا،لڑکیوں نے اپنے گھر جاکر اپنے والد حضرت شعیبؑ کو سارا قصہ سنایا،حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا خاطر تواضع کی اور حالات پوچھے۔پیدائش سے لے کر مدین پہنچنے تک کے تمام واقعات سننے کے بعد حضرت شعیبؑ نے فرمایا:

''خدا کا شکر ادا کرو کہ تمھیں ان ظالموں سے نجات مل گئی،اب کوئی خوف نہ کرو یہاں میرے پاس رہو۔''

بہادری اور شرافت

لڑکیوں میں سے ایک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہادری اور شرافت کی تعریف کی اور باپ کو مشورہ دیا کہ اس مہمان کو مویشی چرانے اور پانی پلانے کے لئے رکھ لیجئے۔ حضرت شعیبؑ نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

''اگر تم آٹھ سال تک میرے پاس رہ کر میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی اس بیٹی کی شادی تم سے کر دوں گا اور اگر دو سال اور رہو تو یہی لڑکی کا مہر ہو گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں ٹھہر گئے اور بکریوں کی دیکھ بھال شروع کر دی، دس سال کی مدت پوری ہونے پر حضرت شعیبؑ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دی۔

ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے مدین سے بہت دور نکل گئے۔ رات ٹھنڈی تھی، اہل خانہ ساتھ تھے لہٰذا آگ کی ضرورت پیش آئی سامنے کوہ سینا وادی میں ایک شعلہ چمکتا ہوا نظر آیا۔

''پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، شاید اس میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لا سکوں یا وہاں الاؤ پر کسی رہبر کو پا سکوں۔''

(سورۃ طٰہٰ۔۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ عجیب آگ ہے درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے نہ بجھتی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جوں جوں آگے بڑھتے جاتے آگ اور دور ہو جاتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف پیدا ہوا اور واپسی کا ارادہ کیا، مڑے ہی تھے کہ آگ قریب آ گئی اور آواز آئی:

''اے موسیٰ! میں ہوں، اللہ۔ پروردگار جہانوں کا پس اپنی جوتی اتار طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کیلئے چن لیا ہے، پس جو وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سن۔''

(سورۃ طٰہٰ: ۱۲۔۱۳)

لاٹھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں بکریاں چرانے کی لاٹھی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اسے زمین پر ڈال دے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد تعمیل کی، لاٹھی اژدھا بن کر دوڑنے لگی، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

''اسے اٹھالے۔''

تعمیل حکم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلاخوف اور خطر اژدھے کو پکڑ لیا، اژدھا پھر لاٹھی بن گیا پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ''اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر نکال۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا ہاتھ بے حد روشن اور چمکتا ہوا نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یہ ہماری طرف سے دو نشانیاں عطا ہوئی ہیں۔ اب جا فرعون اور اس کی قوم کو راہ ہدایت دکھا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر پہنچے اور اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو لے کر فرعون کے دربار میں حاضر ہوئے، آپ نے فرعون سے کہا:

''ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور رسول بنا کر بھیجا ہے ہم تم سے دو باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں ایک یہ کہ تو خدا پر ایمان لے آ، اور کسی کو اس کے کاموں میں شریک نہ ٹھہرا۔ دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے اور انہیں آزاد کر دے۔''

مغرور فرعون

فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مذاق اڑایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنا احسان جتلایا کہ اس نے ان کی پرورش کی ہے، مصری کو قتل کرنے کا طعنہ دیا اور آپ کے پیغام کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا:

''اے موسیٰ! کیا میرے سوا بھی کوئی اور رب ہے؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''میرا رب وہ ہے جو آسمانوں، زمین اور اس کے درمیان قائم مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے، تجھے اور تیرے آباؤاجداد کو بھی اس نے پیدا کیا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارونؑ نہایت نرمی سے فرعون کو قائل کرتے رہے لیکن فرعون اپنی ضد پر اڑا رہا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پاگل اور مجنوں کہا اور رعایا سے بولا:

"میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، میں تم سب کا پروردگار ہوں۔"

ایک دن بھرے دربار میں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

"اگر تو سچا ہے تو اپنی نبوت کا کوئی معجزہ دکھا۔"

جادوگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی وہ اژدھا بن گئی پھر آپ نے ستارے کی طرح چمکتا ہوا ید بیضا دکھایا یہ معجزات دیکھ کر درباری کہنے لگے۔

"یہ تو بہت بڑا جادوگر ہے، پوری سلطنت سے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے مقابلہ کرایا جائے پھر ضرور یہ شکست کھا جائے گا۔"

فرعون نے اسی وقت احکام جاری کر دیئے، مقابلہ کے لئے دربار کو خاص طور پر سجایا گیا۔ ہزاروں قندیلیں روشن کی گئیں، مقابلہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا:

"تم پہل کرو۔" جادوگروں نے اپنی رسیاں میدان میں ڈالیں تو وہ سانپ بن گئیں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔

"لاتخف ولا تحزن۔"253

اے موسیٰ! خوف نہ کر اور غم نہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر رکھ دی۔ اس لاٹھی نے اژدھا بن کر سارے سانپوں کو نگل لیا، جادوگر حقیقت حال جان کر ایمان لے آئے۔ فرعون نے غیض و غضب میں دھاڑتے ہوئے کہا:

"تم سب نے موسیٰ سے مل کر سازش کی ہے تم لوگوں نے میری اجازت کے بغیر موسیٰ کے خدا کو تسلیم کر لیا ہے۔"

فرعون نے ان جادوگروں کے ہاتھ، پیر کٹوا کر پھانسی کی سزا دے دی، فرعون کی سرکشی اور ظلم پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ اللہ نے ان پر جوئیں مسلط کر دیں، کھانے پینے کی چیزوں میں مکھیاں پیدا ہو گئیں، زمین میں جانوروں کو ہلاک کرنے والے کیڑے پیدا ہو گئے غلہ اور اناج میں گھن لگ گیا، پانی میں مینڈکوں کی افزائش نسل ہو گئی اتنے زیادہ مینڈک ہو گئے کہ انہوں نے پانی کو ڈھانپ لیا۔

ہجرت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت کر جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارونؑ اور پوری قوم بنی اسرائیل کو لے کر نکلے، فرعون نے بھی ایک بڑی فوج کے ساتھ تعاقب کیا اور بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے ٹھاٹیں مارتا ہوا بحر قلزم تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ وحی نازل ہوئی:

''اپنی لاٹھی سمندر پر مارو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے راہ بنادے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی پر لاٹھی ماری، پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور درمیان میں راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ بحر قلزم کے کنارے پہنچ گئے، فرعون اور اس کا لشکر بھی پیچھے پیچھے اسی راستے پر چل پڑے۔ جب سمندر کے بیچ میں پہنچے تو سمندر کا پانی آپس میں مل گیا۔ فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا، غرق ہوتے وقت فرعون چیخنے لگا۔ ''میں موسیٰ اور اس کے خدا پر ایمان لایا۔'' لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ اللہ نے اس کے جسم کو آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا تا کہ لوگ دیکھیں کہ متکبروں سرکشوں اور خدا کے منکروں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ (* حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون کی ممی آج بھی مصر کے عجائب خانہ میں عبرت کا نشان بنی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ سمندر سے بھی فرعون کی ایک لاش نکلی ہے جو صحیح سالم حالت میں ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ وادی سینا پہنچے وہاں کے لوگ بت پرست تھے، خوبصورت اور عالیشان مندروں کو دیکھ کر بنی اسرائیل کا سویا ہوا بت پرستی کا جذبہ جاگ اٹھا کہنے لگے:

''موسیٰ! ہم کو بھی ایسے معبود بنا دے تا کہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''کیا تم نے خدا کی ان نعمتوں کو فراموش کر دیا ہے جن کا مشاہدہ تم اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو؟''

وادی سینا میں شدید گرمی تھی، بنی اسرائیل گھبرا گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے لئے اللہ سے دعا کی وحی نازل ہوئی:

''اپنا عصا زمین پر مارو۔''

بارہ چشمے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر اپنا عصا مارا بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے الگ الگ بارہ چشمے جاری ہو گئے، قوم نے کھانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے نہایت شیریں حلوہ ''من'' اتارا دن کے وقت تیز ہوا کے ساتھ بٹیروں کے غول کے غول زمین پر اترے۔ بنی اسرائیل نے انہیں پکڑ کر بھونا اور کھایا یہ ''سلویٰ'' تھا۔ اسی طرح روزانہ ''من و سلویٰ'' نازل ہوتا رہا۔

اب قوم نے تیسرا مطالبہ کیا کہ سایہ دار درختوں اور مکانات نہ ہونے کی وجہ سے ہم شدید گرمی سے پریشان ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو بادل سائبان بن کر بنی اسرائیل کے سروں پر آ گئے ہر وقت سایہ رہنے لگا۔

ناشکری قوم نے نیا مطالبہ یہ کیا:

''ہم روز ایک ہی غذا کھاتے کھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ اے موسیٰ! دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے زمین سے باقلا، کھیرا، مسور، لہسن اور پیاز جیسی چیزیں اگائے تا کہ ہم خوب کھائیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس مطالبے سے رنجیدہ ہو کر فرمایا:

''تم بھی کس قدر ناشکرے اور نادان ہو کہ ایک عمدہ غذا کو چھوڑ کر معمولی چیزیں مانگ رہے ہو۔ خدا کی نعمتوں کو ٹھکرا کر اس کی ناشکری نہ کرو اور اگر تمہیں انہی چیزوں کے لئے اصرار ہے تو جاؤ کسی بستی اور شہر میں چلے جاؤ وہاں یہ چیزیں تمہیں وافر مقدار میں مل جائیں گی۔''

بنی اسرائیل مصریوں کی غلامی سے آزاد ہو چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تمہیں شریعت دی جائے گی، وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کہا:

''میرے پیچھے گمراہی میں نہ پڑ جانا، میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے، ہارون تمہارے پاس موجود ہیں، یہ تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر پہنچے اور وہاں عبادت الٰہی کے لئے اعتکاف کیا، اعتکاف کی مدت ایک ماہ تھی لیکن بعد میں دس دن بڑھا کر چلہ پورا کیا، چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھے اپنا دیدار بھی کرا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم مشاہدہ کی تاب نہ لا سکو گے، اچھا دیکھو ہم اپنی ذات کی تجلی کا ظہور اس پہاڑ پر کریں گے اگر پہاڑ نے تجلی کو برداشت کر لیا تو تم سوال کرنا۔''

تجلی کا ظہور ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی اور فرمایا:

''اے موسیٰ! بیشک میں نے لوگوں پر تجھ کو اپنی پیغمبری اور ہم کلامی سے برتری دی ہے اور چن لیا ہے پس جو میں نے تجھ کو دیا ہے اس کو لے اور شکر گزار بن اور ہم نے اس لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر شئے کی تفصیل لکھ دی ہے، پس اس کو قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم کر کہ وہ اس میں سے اچھے احکام پر عمل کریں، عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔''

(سورۃ اعراف: ۱۴۴۔۱۴۵)

سامری

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گئے ہوئے تیس دن سے زیادہ ہو گئے تو بنی اسرائیل پریشان ہونے لگے۔ ایک شخص سامری نے ان سے کہا کہ اپنے تمام سونے کے زیورات میرے پاس لے آؤ تا کہ میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کروں۔ سامری نے تمام زیورات کو بھٹی میں پگھلا کر ایک بچھڑا تیار کیا اس کے اندر ایک مٹھی خاک ڈال دی۔ اس طرح بچھڑا بھائیں بھائیں بولنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا:

''موسیٰ سے غلطی اور بھول ہو گئی کہ وہ خدا کی تلاش میں کوہ طور پر گیا ہے تمہارا معبود تو یہ ہے۔''

بنی اسرائیل پھر گمراہ ہو گئے اور بت پرستی شروع کر دی۔ انہوں نے حضرت ہارونؑ کی کوئی بات نہ سنی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے تورات لے کر واپس آئے تو قوم کو بت پرستی میں مشغول دیکھ کر سخت ناراض ہوئے، قوم سے کہا:

''ہم بے قصور ہیں، سامری نے زیورات لے کر یہ سوانگ بنا دیا اور ہم کو گمراہ کر دیا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو دوبارہ آگ میں ڈال کر پگھلا دیا اور سامری سے کہا:

"تیرے لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ تو پاگلوں کی طرح مارامارا پھرے اور جب کوئی انسان تیرے قریب آئے تو اس سے بھاگتے ہوئے یہ کہے کہ دیکھنا مجھ کو ہاتھ نہ لگانا، یہ دنیاوی عذاب ہے اور قیامت میں ایسے نافرمانوں اور گمراہوں کے لئے جو عذاب مقرر ہے وہ تیرے لئے وعدہ الٰہی کی صورت میں پورا ہو گا۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جن لوگوں نے شرک کیا ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔"

باپ، بیٹے اور بھائی بھائی کا قتل

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا:

"توبہ کی صرف ایک صورت ہے مجرموں میں جو شخص رشتے میں جس سے زیادہ قریب ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز کو ختم کر دے یعنی باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو۔"

بنی اسرائیل کو اس فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اس طرح تین ہزار بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے بارہ گاہ الٰہی میں قوم کی بخشش کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے قاتلوں اور مقتول دونوں کو معاف کر دیا اور فرمایا:

"ان کو سمجھا دو کہ آئندہ شرک نہ کریں۔"

توبہ قبول ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے سامنے تورات پیش کی قوم نے تورات کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا، کہنے لگے۔

"جب تک خدا ہم سے خود نہ کہے ہم کیسے یقین کر لیں۔"

بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم میں سے ستر (۷۰) سردار منتخب کئے اور انہیں لے کر کوہ طور پر پہنچے آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

"اے اللہ! اگر تو مجھے ہم کلامی کا شرف بخشے اور یہ سردار سن لیں تو قوم ایمان لے آئے گی۔"

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوئے۔ جب نور رحمت آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو سردار کہنے لگے ہم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہے اس پر اللہ تعالی کا قہر ایک بہت ہیبت ناک زلزلے کی صورت میں نازل ہوا اور تمام سردار جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے معافی طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پھر زندہ کر دیا۔ سرداروں نے واپس آکر موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی لیکن بنی اسرائیل نے پھر بھی تورات کو قبول کرنے میں پس و پیش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور معجزہ دکھایا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا گیا اور اعلان ہوا:

’’موسیٰ خدا کا سچا پیغمبر ہے اور تورات بلاشبہ خدا کی سچی کتاب ہے۔‘‘

اس معجزہ کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تورات کے احکام کو قبول کرنے کا اقرار کیا۔

وادی سینا کے جس میدان میں بنی اسرائیل اس وقت موجود تھے فلسطین سے قریب تھا۔

’’حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہاری اولاد کو پھر اس سرزمین پر مالک بنائیں گے۔‘‘

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

’’اپنی قوم سے کہو کہ فلسطین میں داخل ہوں اور وہاں کے جابر و ظالم حکمرانوں کو نکال کر عدل و انصاف کی زندگی بسر کریں، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فتح تمہاری ہو گی۔‘‘

پست حوصلے

بنی اسرائیل صدیوں تک مصریوں کی غلامی میں رہے تھے ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے، ان کے اندر بزدلی آ گئی تھی، فلسطینیوں کے بارے میں جب انہوں نے سنا کہ وہ طاقت ور اور ظالم ہیں تو کہنے لگے:

’’موسیٰ! وہاں تو بڑے ظالم لوگ بستے ہیں ہم اس وقت تک بستی میں داخل نہیں ہونگے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ:

’’جس خدا نے تمہیں اتنا نوازا ہے وہ تمہاری مدد کرے گا، اللہ پر بھروسہ رکھو۔‘‘

لیکن وہ قائل نہ ہوئے کہنے لگے:

"اے موسیٰ! ہم اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونگے جب تک دشمن وہاں موجود ہے تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے اس جواب پر بہت افسردہ ہوئے اور بارہ گاہِ الٰہی میں عرض کیا:

"اے اللہ! میں اور میرا بھائی حاضر ہیں اب تو ہمارے اور اس نادان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی اور فرمایا کہ:

"ان کی نافرمانی کی سزا کے طور پر ارض مقدس (فلسطین) ان پر حرام کر دی گئی ہے اب یہ چالیس برس تک صحراؤں میں بھٹکتے رہیں گے۔"

گائے کی حرمت

بنی اسرائیل کے اندر بت پرستی خصوصاً گائے کی عظمت و حرمت کا جذبہ زیادہ تھا لہٰذا وہ خدائے واحد پر ایمان لانے میں حیلہ جوئی اور نافرمانی کرتے تھے۔ گائے کی حقیقت ان پر واضح کرنے کے لئے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ایک واقعہ پیش آیا۔

بنی اسرائیل میں کسی کا قتل ہو گیا۔ قاتل کی تلاش میں قوم میں باہمی اختلاف و فساد برپا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے اللہ سے رجوع کیا:

"اے اللہ! تو علیم و خبیر اور حکیم ہے میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان سے کہو پہلے ایک گائے ذبح کریں اور اس کے ایک ٹکڑے کو مقتول کے جسم سے لگائیں پس اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم اس کو زندگی بخش دیں گے۔"

اللہ تعالیٰ گمراہ قوم کو مشاہدہ کروانا چاہتے تھے۔

"جس گائے کو تم خدا کا درجہ دیتے ہو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے ذبح کر دیا۔ اس کے جسم کے بے جان ٹکڑے تمہارے دستر خوان کی زینت بن گئے لیکن جب اللہ نے چاہا تو مقتول گوشت کے ایک ٹکڑے سے مس کرنے سے زندہ ہو گیا۔ بیشک خدائے واحد ہی قادر مطلق ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ کا حکم سنایا تو انہوں نے اسے مذاق سمجھا اور کہنے لگے اپنے پروردگار سے دریافت کرو کہ گائے کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ دھبے والی ہو یا بے داغ ہو؟ بہر حال انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق درمیانی عمر کی گہرے زرد رنگ کی بے داغ گائے ذبح کر دی۔

مجمع البحرین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ اس ملاقات کا ہے جو ان کے اور ایک صاحب باطن کے درمیان ہوئی،

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

’’ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام تبلیغ کر رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا اس زمانے میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ علم عطا کیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کو یہ بات اچھی نہیں لگی فرمایا:

’’اے موسیٰ! جہاں وہ سمندر (مجمع البحرین) ملتے ہیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو بعض امور میں تم سے زیادہ عالم و دانا ہے۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

’’پروردگار اس بندے تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’مچھلی اپنے توشہ دان میں رکھ لو جس مقام پر مچھلی گم ہو جائے اسی جگہ وہ شخص ملے گا۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کو توشہ دان میں رکھا اپنے خلیفہ حضرت یوشع نونؑ کو لے کر مرد صالح کی تلاش میں روانہ ہو گئے، چلتے چلتے تھک گئے تو ایک مقام پر سر کے نیچے پتھر رکھ کر سو گئے، مچھلی زندہ ہوئی اور توشہ دان میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی مچھلی تیرتی ہوئی جہاں تک گئی وہاں پانی برف کی طرح جمع کر ایک لکیر بن گیا۔ یہ واقعہ حضرت یوشع نے دیکھ لیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو ان سے ذکر کرنا بھول گئے۔ دونوں نے اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا۔ چلتے چلتے بہت آگے نکل آئے دونوں کو تھکن محسوس ہونے لگی تو ایک مقام پر رک گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا۔ ’’بھوک لگ رہی ہے۔‘‘

حضرت یوشع نے بتایا کہ جب ہم پتھر کی چٹان پر سو رہے تھے تو میری آنکھ کھل گئی۔ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، میں نے دیکھا مچھلی توشہ دان میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی میں آپ کو یہ بات بتانا بھول گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

’’جس مقام کو ہم تلاش کر رہے تھے وہی مقام تھا۔ دونوں واپس پتھر کی چٹان پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا اور بتایا کہ میرا نام موسیٰ ہے۔ اس شخص نے پوچھا، موسیٰ بنی اسرائیل؟ حضرت موسیٰ نے کہا۔

’’ہاں۔‘‘ پھر بولے میں آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں، جو خدا نے آپ کو بخشا ہے۔ اس بندے نے جن کو خضر کہا جاتا ہے، کہا:

’’موسیٰ! تم میرے ساتھ رہ کر ان معاملات پر صبر نہیں کر سکو گے۔‘‘

حضرت موسیٰ نے کہا:

’’انشاءاللہ مجھ کو آپ صابر پائیں گے۔‘‘

سوال نہ کیا جائے

حضرت خضر نے کہا:

’’تو پھر شرط یہ ہے کہ جب تک آپ میرے ساتھ رہیں کسی معاملے میں مجھ سے سوال نہ کریں۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منظور کر لیا۔ دونوں چل پڑے سمندر کے کنارے پہنچے حضرت خضر نے ملاحوں سے کرایہ پوچھا، وہ حضرت خضر کو پہچانتے تھے اس لئے کرایہ لینے سے انکار کر دیا اور اصرار کر کے دونوں کو کشتی میں سوار کر لیا، ابھی کشتی کو چلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی، حضرت خضر نے ایک تختہ اکھاڑ کر کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا، کہا۔

’’کشتی والوں نے یہ احسان کیا کہ مفت میں سوار کر لیا اور آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کر دیا۔‘‘

حضرت خضر نے کہا:

’’میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہیں کر سکیں گے۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

’’میں بھول گیا تھا، آپ در گزر کر دیں۔‘‘

کشتی کنارے لگی تو دونوں اتر کر ایک جانب روانہ ہو گئے۔ ایک میدان میں پہنچے کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت خضر آگے بڑھے اور ان میں سے ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہا:

''ناحق آپ نے ایک معصوم کی جان لے لی۔ یہ تو بہت برا ہوا۔''

حضرت خضر نے کہا:

''میں نے آپ سے شروع میں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر وضبط سے کام نہیں لیں گے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اس مرتبہ اور نظر انداز کر دیجئے اس کے بعد کوئی عذر نہیں رہے گا اور آپ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔''

دونوں چلتے رہے۔ چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچ گئے، یہاں کے لوگ بہت مالدار تھے مگر دونوں کو مسافر رکھنے سے انکار کر دیا، بستی میں سے گزر رہے تھے کہ دیکھا ایک مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے جس کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت خضر آگے بڑھے اور دیوار کو درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''بستی والوں نے نہ ہماری مہمانداری کی اور نہ ہمیں ٹھہرنے کی جگہ دی، آپ نے بغیر اجرت کے دیوار بنا دی۔''

حضرت خضرؑ نے کہا:

''اس سفر میں میرا اور آپ کا ساتھ تمام ہوا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ منجانب اللہ تھا۔''

پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان تینوں واقعات کے حقائق بتائے۔

سورہ کہف میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''بس اب مجھ میں اور تم میں جدائی کا وقت آ گیا ہے، ہاں جن باتوں پر تم سے صبر نہ ہو سکا ان کی حقیقت تم کو بتلا دوں۔''

(سورہ کہف: ۷۸۔۷۹)

۱۔ سب سے پہلے کشتی کا معاملہ پیش آیا وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے تھے، وہ جہاں جا رہے تھے، وہاں کا بادشاہ ظالم تھا، کسی اچھی کشتی کو دیکھتا تو چھین لیتا تھا میں نے کشتی میں عیب کر دیا تا کہ وہ کشتی پر قبضہ نہ کرے۔

۲۔ لڑکے کے ماں باپ مومن تھے میں نے دیکھا کہ جوان ہو کر ان کا بیٹا سرکشی اور کفر کر کے اپنے ماں باپ کو اذیت پہنچائے گا اس لئے میں نے اس کو قتل کر دیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو دین دار، پرہیز گار اور محبت کرنے والا بیٹا عنایت فرمائے۔

۳۔اور دیوار کا معاملہ ہے کہ یہ گھر یتیم لڑکوں کا تھا،دیوار کے نیچے ان کے لئے خزانہ دفن تھا، تمہارے رب نے چاہا کہ دونوں لڑکے جوان ہو کر اپنا محفوظ خزانہ نکال لیں، یہ ان لڑکوں کے حال پر پروردگار کی ایک مہربانی تھی جو اس طرح عمل میں آئی۔ یادرکھو میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا۔

ملک الموت

بخاری اور مسلم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو موت کے فرشتے نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا(احب ربک)

263

اب اپنے رب کی طرف سے پیغام اجل کو قبول کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے طمانچہ رسید کر دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی،اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر کہا:

''تیرا بندہ موت نہیں چاہتا اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں صحیح کر دیں اور اسے حکم دیا کہ :

''موسیٰ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ بیل کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھ دے جس قدر بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے ہم ہر بال کے عوض تمہاری عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیں گے۔''

فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کا پیغام سنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

''اس کے بعد کیا انجام ہوگا۔''

جواب ملا:

''انجام موت ہی ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اگر زندگی کا انجام موت ہے تو آج ہی کیوں نہ آجائے،اور دعا کی کہ اللہ ارض مقدس سے قریب کر دے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰ کی قبر کا نشان دکھاتا کہ وہ سرخ ٹیلے (کثیب احمر) کے قریب دفن ہیں۔‘‘

انتقال کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مناقب وفضائل اور بنی اسرائیل کے واقعات سے ان کی جلالت وعظمت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے۔ سورہ اعراف میں ہے۔

’’(اللہ تعالیٰ) نے کہا، اے موسیٰ! بے شک میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا کی، اور تم کو چن لیا اپنی رسالت دے کر اور ہم کلامی کا شرف بخش کر۔‘‘

(سورۃ اعراف۔ ۱۴۴)

’’اور کچھ رسول ہیں کہ جن کا ذکر ہم نے تم سے پہلے کر دیا ہے اور کچھ رسول ہیں جن کا ذکر ہم نے تم کو نہیں سنایا اور اللہ نے اس طرح موسیٰ سے کلام کیا، جیسا کہ واقعی طور پر کلام ہوتا ہے۔‘‘

(سورۃ النساء۔ ۱۶۴)

’’اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا اور ان دونوں کو ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی، ان کی مدد کی کہ وہ (فرعون اور قوم فرعون) پر غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو راہ مستقیم کی ہدایت بخشی اور باقی رکھا ان کے متعلق پیچھے لوگوں میں کہ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر کہ بے شک ہم اس طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔‘‘

(سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۱۴۔ ۱۲۲)

’’اے ایمان والوں! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو ایذا پہنچائی پاس اللہ نے ان کو اس بات سے بری کر دیا جس کو ان کی زبانیں کہہ رہی تھیں اور اللہ کے نزدیک وہ وجیہہ ہیں۔‘‘

(سورۃ احزاب۔ ۶۹)

حکمت

حضرت موسیٰ اور فرعون کا تاریخی واقعہ داستان یا کوئی حکایات نہیں بلکہ حق و باطل کے معرکہ، ظلم وعدل کی جنگ، جابر و ظالم کی پستی وہلاکت، خود غرضی وناشکری کی ایسی فلم ہے جس میں بے شمار عبرتیں پنہاں ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا قصہ ہماری رہنمائی کرتا ہے

کہ:

۱۔انسان مصیبت میں صبر و رضا کا دامن نہ چھوڑے،ایسا کرنے سے وہ اجر عظیم کا مستحق بن جاتا ہے۔

۲۔جو شخص اللہ کو صدق دل سے اپنا سہارا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات آسان کر دیتا ہے، ہر مصیبت اور پریشانی میں قدرت اس کی مددگار بن جاتی ہے۔

۳۔حق کی بلندی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد سے مخالفین بھی اس کے قوت بازو بن جاتے ہیں۔

۴۔غلامی انسان کے لئے ذلت و رسوائی ہے غلام ذہن آدمی ذلت اور بے توقیری کو نعمت سمجھنے لگتا ہے، محکوم دماغ محدود ہوتا ہے اور محدودیت آدمی کے اوپر جمود طاری کر دیتی ہے ایسا بندہ کوشش اور محنت سے دل چرانے لگتا ہے۔

۵۔اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کوشش کرنے والے لوگوں کو عروج حاصل ہوتا ہے۔

۶۔باطل قوتیں کتنی ہی شان و شوکت اور طاقتور ہوں کامیابی ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔

۷۔حکم عدولی کفر اور ترک ایمان ہے۔

۸۔صدق دل سے دین قبول نہ کرنے کی ایک دلیل یہ ہے کہ انسان خود فریبی میں مبتلا ہو کر احکام الٰہی کے خلاف بہانے تراشنے لگتا ہے،اس منافقانہ عمل کی وجہ سے بیشتر اقوام پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہے۔

۹۔کسی کے لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ بڑا عالم ہونے کا دعویٰ کرے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں علوم و عرفان کے دو شعبوں کا تذکرہ ہے۔

(۱) شریعت

(۲) تکوین

''شریعت'' انسانی معاشرے کی تدوین، اخلاق، آداب، حقوق العباد، عدالت و انصاف کا شعبہ ہے۔ جبکہ تکوین شعبہ تکوینی (Administration System) ہے۔ نظام کائنات کو چلانے کے لئے اللہ کے خاص بندے کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے اختیارات عطا کر کے انہیں سلطنت میں حکمرانی کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کا علم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر سے ملاقات کرا کے یہ بتایا ہے کہ اس علم کے علاوہ بھی ایک اور علم ہے جس کے اسرار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں سکھائے گئے۔

اللہ کے محبوب نبی آخری الزمان حضرت محمد ﷺ تکوین اور شریعت دونوں شعبوں کے سربراہ ہیں، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، مخلوق کیلئے وسائل پیدا کرتے ہیں اور اللہ کے نائب رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ تکوینی نظام کے تحت رحمت کے ساتھ وسائل تقسیم فرماتے ہیں، نظام تکوین کے کارکنان سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سربراہی اور نگرانی میں تکوینی امور انجام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے عطا فرمائے تاکہ ان کی قوم معجزے دیکھ کر ان کو اللہ کا پیامبر تسلیم کر لے، ان معجزوں میں ایک حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور دوسرا معجزہ ید بیضا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہتھیلی پر ایک سفید نشان تھا جب آپ ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالتے تو اس میں سے سفید روشنی نکلتی تھی جو چکا چوند کر دیتی تھی۔

لہروں کا تانا بانا

کائنات کی ہر مخلوق اور زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے نور میں ملفوف ہے، نور کا یہ غلاف نور کی لہروں کے تانے بانے سے بُنا ہوا ہے جو کہ طولاً و عرضاً ہیں یہ اتنی زیادہ ایک دوسرے میں پیوست ہیں کہ الگ الگ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے الگ نظر نہیں آتیں زندگی ان ہی لہروں پر قائم ہے۔

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں نور کا غلاف مرکب لہروں کے تانے بانے سے بنا ہوا ہے اصل انسان لاکھوں واٹ بجلی کی طرح روشن ہوتا ہے انسانی شعور اسے دیکھ کر معطل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن روحانی شعور اس نور کو دیکھ لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے اپنی روح سے واقف تھے لہٰذا ارادے کے تحت جب اپنا ہاتھ بغل میں رکھتے تو ہتھیلی میں ہزاروں واٹ بجلی چارج ہو جاتی تھی اور لوگ اس ماورائی روشنی کو دیکھ کر چندھیا جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی علوم عطا کئے گئے تھے۔ علم ایسی روشنی ہے جو طرز فکر کے ساتھ منتقل ہوتی ہے۔

روحانی علوم کی دو شاخیں ہیں:

استدراج

علم حضوری

رحمانی طرز فکر اور شیطانی طرز فکر

وہ تمام علوم جو آدمی شیطانی طرز فکر اور شیطانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے سیکھتا ہے استدراج ہے، استدراج حاصل کرنے کیلئے بھی ذکر و اشغال کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ علم بھی محنت و مشقت سے حاصل ہوتا ہے۔

علم حضوری حاصل کرنے کے لئے بھی بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں جس طرح ایک روحانی آدمی سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے اسی طرح استدراجی علوم جاننے والے سے خرق عادت صادر ہوتی ہے، استدراجی اور شیطانی علوم سے خرق عادت کا صادر ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔

فرعون نے اپنے ملک کے تمام ماہر جادو گروں کو طلب کیا اور ایک مقررہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لئے مقرر ہوا، علم استدراج کے ماہرین اور جادو گر جمع ہو گئے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی موجود تھے، سوال کیا گیا کہ اے موسیٰ! پہل آپ کی طرف سے ہو گی یا ہماری طرف سے؟ جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
"اے جادو گر! تم پہل کرو۔"

جادوگروں نے رسیاں پھینکیں جو سانپ بن گئیں اور بانس پھینکے جو اژدھے بن گئے، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:
"اے موسیٰ! ڈرنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں میں تیرے ساتھ ہوں تو اپنا عصا پھینک دے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر پھینک دیا جو ایک بڑا اژدھا بن گیا اور اس نے تمام سانپوں اور اژدھوں کو نگل لیا اور اس طرح علم استدراج کے ماہرین جادو گروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح حاصل ہو گئی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جادو گروں نے رسیاں پھینکیں تو رسیاں سانپ بن گئیں، بانس اژدھے بن گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی تو وہ اژدھا بن کر سارے سانپوں اور سارے اژدھوں کو نگل گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی نصرت سے سارے جادو گروں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ علم کے دو درجے ہیں۔

۱۔ علم کی غرض و غایت، زر پرستی، جاہ طلبی اور دنیاوی عزت و وقار ہو۔

۲۔ علم کی غرض و غایت اور مقصد اللہ کے سوا کچھ نہ ہو ہمیشہ اللہ کی خوشنودی پیش نظر ہو۔

اللہ کا فرستادہ بندہ جو دیکھتا ہے جو سنتا ہے وہ اللہ کی معرفت دیکھتا اور سنتا ہے، دولت پرستی اور دنیاوی لالچ سے دور رہتا ہے، ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ لوگ مجھ سے مرعوب ہوں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے اللہ کے لئے جیتا ہے اور اللہ کیلئے مرتا ہے اور اللہ کی معرفت سوچتا ہے۔

حرص و لالچ

اس کے برخلاف استدراج والے لوگ اپنے کارنامے دکھا کر دنیا حاصل کرتے ہیں۔ فرعون نے جادوگروں کو طلب کر کے کہا:

''اگر تم نے موسیٰ کو زیر کر دیا تو میں تمہیں مالا مال کر دونگا اور تمہیں اپنا مصاحب بنالوں گا۔''

اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ جادوگروں نے جادو کے ذریعے جو کارنامے انجام دیئے اس کے پیچھے دنیاوی اغراض اور دنیا پرستی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام محض حق کے غلبے کے لئے اور اللہ کی عظمت و جبروت ظاہر کرنے کے لئے تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم:

''ڈر مت اپنی لاٹھی پھینک دے۔''

یہ ثابت کرتا ہے کہ جادوگروں نے میدان میں جو جادو جگایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام محض اللہ کے بھروسہ پر ان بڑے بڑے طاقتور جادوگروں کے سامنے جا کھڑے ہوئے، جادوگروں نے جس خرق عادت کا مظاہرہ کیا وہ محض فریب اور فکشن تھا اس لئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے ان کو نگل لیا تو ان کا فریبی وجود ختم ہو گیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا برقرار رہا۔

معجزہ اور جادو میں یہ فرق ہے کہ جادو کا اثر عارضی ہوتا ہے۔

قانون

جادو کے زور سے بنے ہوئے سانپ اور جادو کے زور سے بنے ہوئے اژدھے سب ختم ہو گئے اور موسیٰ کی لاٹھی موجود رہی۔ اس واقعہ سے انکشاف ہوتا ہے کہ طرز فکر اگر غیر حقیقی ہے تو عارضی ہے، طرز فکر اگر حقیقی ہے تو حقیقت ہے، حقیقت میں ردوبدل نہیں ہوتا۔

گرو جب اپنے چیلے کو استدراجی علوم سکھاتا ہے تو چیلے کے اندر اپنی طرز فکر منتقل کر دیتا ہے۔ تخریبی طرز فکر سے چیلا گرو کا قائم مقام تو بن جاتا ہے لیکن حقیقت سے تہی دست ہو جاتا ہے اور جب کوئی بندہ پیغمبروں کے طرز فکر سے علوم حاصل کرتا ہے تو حقیقت آشنا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حقیقت حقیقت سے گلے مل جاتی ہے۔

تاریخ میں ایسی ایک مثال نہیں ملتی کہ کسی بندے نے جو حقیقی طرز فکر کا حامل تھا علم استدراج کی طرف رجوع کیا ہو اور ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ علم استدراج کے بڑے بڑے ماہر اور جادوگر اسلام کی حقانیت قبول کر کے حق آشنا اور حق پرست بن گئے۔

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ، چراغ شیشے میں، شیشہ جیسے ایک تارا جھل مل کرتا، تیل جلتا ہے اس میں برکت والے درخت کا اور وہ درخت زیتون ہے، نہ سورج نکلنے کی طرف اور نہ ڈوبنے کی طرف لگتا ہے اس کا تیل بھڑک اٹھے ابھی نہ لگی ہے اس کو آگ نور علی نور، اللہ رہنمائی کرتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہے وہ اللہ مثالوں سے لوگوں کو سمجھاتا ہے اور ہر وہ شئے اللہ کے علم میں ہے۔''

(النور۔۳۵)

سائنسی ترقی سے ماورائی باتیں سمجھنا اب آسان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا کی جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔

یورپ میں بڑے بڑے اسٹوروں پر پیسے وصول کرنے کے لئے ایک کیش مشین ہوتی ہے اس مشین کو ڈبے پر لکھے ہوئے ہندسوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ مشین سے سرخ رنگ کی روشنی کا انعکاس ہوتا ہے اور کمپیوٹر پر اس کی رقم آ جاتی ہے اسی طرح فیکس مشین فضا میں تیرتی لہروں کو قبول کر کے کاغذ پر منتقل کر دیتی ہے۔ یہ ایجاد اس دماغ کی ریسرچ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اللہ نے اس ایجاد کو سائنٹسٹ کے ذہن میں انسپائر کیا، اللہ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں کہ پتھروں کی تختیوں پر اپنے احکامات نقش کر دے، کائناتی فضا اور کائناتی خلاؤں میں ہم براہ راست نہیں دیکھ سکتے لیکن جب اللہ کی دی ہوئی عقل و شعور سے سائنسدانوں نے تحقیق کی تو لہروں پر قائم فارمولا دماغ کی اسکرین پر ڈسپلے ہو گیا اور انسان نے فیکس مشین بنالی۔ فیکس مشین کیا ہے؟ فضا میں تیرتی ہوئی لہروں کو قبول کر کے کاغذ پر منتقل کرنے والی مشین کا نام فیکس مشین ہے۔ یہی مثال کمپیوٹر اور ٹی وی کی بھی ہے، پورا لاسکی نظام اس ملکی وے پر رواں دواں ہے ہم جب ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں تو آواز کی لہریں ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہیں اگر آواز کی لہریں نہ ہوں یا ان لہروں کو ڈسپلے کرنے والے کان نہ ہوں تو فریقین آواز نہیں سن سکتے، کائنات کی ساخت سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ آسمان وزمین کا نور ہے۔''

یعنی آسمانوں اور زمین پر موجود ہر شئے کے اندر اللہ کا نور کارفرما ہے۔

مادہ روشنی ہے

مادہ بھی روشنی ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر شئے روشنی کی مختلف صورتیں ہیں، انسان یا دنیا کی ہر تخلیق روشنیوں کی ظاہری صورت ہے جس ظاہری صورت کو جسم کہا گیا ہے۔ اس جسم کی حرکت روشنیوں کی تابع ہے۔ ان روشنیوں کو عرف عام میں روح یا (Soul) کہتے ہیں۔ روح جس جس عالم میں جاتی ہے اس عالم میں اپنی صلاحیتوں اور علوم کے مظاہرے کے لئے ایک جسم یا خول اپنے اوپر پہن لیتی ہے۔

مادی جسم مٹی کے ذرات سے بنا ہوا ہے اور مٹی کے ذرات کی نیچر خلاء ہے۔ ان خلاؤں میں روح کی روشنیاں جذب ہو کر جسم کو برقرار رکھتی ہیں جیسے ہی روشنیاں خلاؤں سے باہر نکل جاتی ہیں مٹی کے ذرات بکھر جاتے ہیں، روح کی روشنیاں ہی حواس بنتی ہیں، روح اپنی روشنیوں کا مظاہرہ کرنے کے لئے مٹی کے ذرات کو بطور اسکرین یا لباس استعمال کرتی ہے، جب روح کا کام پورا ہو جاتا ہے تو وہ زمین پر اپنا مظاہرہ نہیں کرتی یہی مرحلہ موت ہے۔

اللہ رب العالمین کو خیال آیا کہ کائنات بنائی جائے اس نے ارادہ کیا اور کائنات تخلیق ہو گئی یعنی کائنات تخلیق کرنے کا مظاہرہ کائنات ہے، کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں ہر مخلوق میں ان گنت افراد ہیں، ہر فرد کے اندر دو قسم کے شعور کام کر رہے ہیں۔ ایک شعور انفرادیت ہے اور دوسرا اجتماعیت ہے، اجتماعی شعور سے انفرادی شعور فیڈ ہو رہا ہے۔ دماغ ایک ایسی مشین ہے جو انفرادی سطح پر کل ذات کی انفارمیشن کو وصول کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اجتماعی یا نوعی سطح پر ایک ذات کی انفارمیشن کو کل ذات تک پہنچاتی ہے اس سارے عمل کو انتقال خیال کہتے ہیں۔ چنانچہ کائنات کی ہر شئے کے اندر انتقال خیال کا یہ دہرا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور یہی عمل کائنات کو حرکت میں رکھے ہوئے ہے، کائنات کے ہر فرد اور ہر دماغ میں سے خیال کی روشنی نکل بھی رہی ہے اور دماغ کے اندر جذب بھی ہو رہی ہے اس طرح یہ خیالات ساری کائنات سے ایک فرد سے دوسرے فرد میں ٹرانسفر ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم زمین پر رہتے ہوئے بھی آسمان کی مخلوق سے واقف ہیں۔ آدمی کے اندر ریسیور جتنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے اتنا ہی خیالات کو اور ان کے اندر انفارمیشن کو قبول کرتا ہے۔

ارتقاء

ہمارے زمانہ کو ارتقاء کے عروج کا زمانہ کہاجاتا ہے مادے پر ریسرچ اور انسانی ایجادات کا سلسلہ شعوری ارتقاء کا باعث بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسانی ایجادات موجود ہونے سے پہلے کہاں تھیں؟ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ایجاد سے پہلے ان کا وجود نہیں تھا تو ریسرچ کا خیال کیسے آیا؟ اصل بات یہ ہے کہ خیال ہی ریسرچ اور ایجادات کا فارمولہ ہے، جس طرح بغیر بیج کے پودا نہیں اگتا اسی طرح بغیر خیال کے کوئی عمل صادر نہیں ہوتا جس طرح بیج کے اندر پورا درخت بند ہے اسی طرح خیال کے اندر پوری ریسرچ محفوظ (Record) ہے۔ بیج کو ہم درخت کے عالم کا نکتہ کہتے ہیں، اسی مناسبت سے خیال کو ہم شئے کے علم کی روشنی کہتے ہیں۔

ائنات کی ہر شئے اور ہر فرد کا دماغ علم کی روشنی کو جذب کر رہا ہے اور دماغ میں یہ روشنیاں خیال بن کر وارد ہوتی ہیں، خیال جب عملی حدود میں پہنچتا ہے تو خیال کے اندر کا خاکہ ظاہری آنکھ اور حواس کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ ظاہری حواس کے دائرے سے علم کی روشنی دوبارہ پھر شعور کی گہرائی میں ریکارڈ بن کر محفوظ ہو جاتی ہے، اس محفوظ شدہ ریکارڈ کو آدمی جب چاہے اپنے ارادے کے ساتھ شعور کی گہرائی یا حافظہ سے شعور کی سطح پر لا سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے افراد کے دماغ سے لہریں نکل بھی رہی ہیں اور جذب بھی ہو رہی ہیں اور یہی مخلوق کی زندگی ہے۔

ایجادات کا ذہن

انسان اس صفت سے آراستہ ہے کہ وہ ماورائی مخلوق کے ذہن کی لہریں وصول کر لیتا ہے۔ یہی لہریں ریسرچ کرنے کی تحریک پیدا کرتی ہیں۔ تمام سائنسی علوم اور ریسرچ کہیں محفوظ ضرور ہیں جہاں یہ علم موجود ہے وہ روشنی کا عالم ہے اگر اس روشنی میں فکر انسانی داخل ہو جائے تو آدمی علوم کی حقیقت جان لیتا ہے اور نئی نئی ایجادات کر لیتا ہے ان علوم کو سیکھنے اور جاننے کے لئے ایک مدت درکار ہے کیونکہ عقل و شعور کی تربیت فکشن حواس میں ہوئی اگر کوئی نکتہ عقل میں نہ آئے تو آدمی اسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے اس کے بر خلاف روحانی آدمی اپنے مشاہدہ کی بنا پر اس کا فہم رکھتا ہے کہ کائنات ڈسپلے ہو رہی ہے، روحانی علوم جب عالم ناسوت میں اپنا مظاہرہ کرتے ہیں تو مادی حواس ان سے واقف ہو جاتے ہیں حواس کی تھیوری ہے کہ مظاہرات میں ارادہ کام کر رہا ہے فطری تخلیقات اور انسان کی ایجادات میں یہ فرق ہے کہ فطرت اسباب و وسائل کے بغیر تخلیق کرتی ہے اور انسان فطرت کے پیدا کردہ وسائل و اسباب استعمال کر کے کوئی ایجاد کرتا ہے۔ ماورائی علوم کی روشنیاں، روز اول سے فطرت میں موجود ہیں کوئی موجد ان ہی روشنیوں میں تفکر کر کے ایجاد کرتا ہے۔ علم حقیقی ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ کائنات اور کائنات میں لاشمار دنیائیں روشنیوں اور نور کے تانے بانے سے بنی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزات عطا فرمائے تھے، ایک عصا اور دوسرا ید بیضا۔ عصا میں یہ وصف تھا کہ وہ اللہ کے رسول کے حکم سے ماہیت قلب کرلیتا ہے۔ فرعون کے دربار میں پھنکارتے ہوئے سانپ ہر طرف پھیل گئے اور زمین رینگنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرش پر اپنا عصا رکھ دیا دیکھتے ہی دیکھتے "عصا" ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا اور دربار میں بڑی بڑی تیز زبان نکالتے ہوئے شوں شوں کرتے سانپوں کو نگل گیا۔

کس طرح نگل گیا؟ ہماری دنیا عناصر کی دنیا ہے، عناصر میں چار عناصر بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ دنیا میں ڈیڑھ سو سے زیادہ عناصر دریافت ہو چکے ہیں، لیکن یہ سارے عناصر چار عناصر کی مزید تحقیق ہیں۔ پانی، ہوا، آگ، خاک، عناصر سانپ اور عصا میں موجود ہیں یعنی لکڑی اور سانپ دونوں میں عناصر مشترک ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب زمین پر عصا رکھا تو ان کے ارادے کے تحت لکڑی میں سانپ میں کام کرنے والے عناصر متحرک ہو گئے اور عصا اژدھا بن گیا یہی قانون دریا میں عصا مارنے کے بعد راستہ بن جانے کا ہے، پانی، آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے، پانی کے بغیر درخت نہیں اگتے، لکڑی کتنی ہی خشک ہو جائے اس میں پانی کا عنصر کتنا ہی قلیل ہو موجود ضرور رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کی سطح پر عصا مارا تو مطلوبہ مقامات میں سے آکسیجن اور ہائیڈروجن فضا میں اڑ گئی اور جب بنی اسرائیل نے دریا پار کر لیا تو آکسیجن اور ہائیڈروجن دوبارہ خالی جگہ پر آ گئی اور پانی، پانی ہو گیا، آکسیجن اور ہائیڈروجن فضا میں کیسے اڑ گئی؟ ایسے اڑ گئی کہ لکڑی کے اندر آگ کا عنصر غالب آ گیا۔ لوہا آگ بنا کر پانی کے تسلے میں ڈبو دیا جائے تو پانی اڑ جاتا ہے۔ قدرت پر شک کرنے والے لوگ سوال کر سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارادے میں اتنی قوت کیسے آ گئی کہ لاٹھی مارنے سے بنی اسرائیل کے لئے بارہ راستے بن گئے اس سلسلے میں قرآن پاک نوع انسانی کی رہنمائی کرتا ہے:

"ہم نے انسان کو بجتی مٹی یعنی خلاء سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔"

روح کے بارے میں قرآن وضاحت کرتا ہے:

"اے پیغمبر حضرت محمد ﷺ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ ﷺ بتا دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور ہم نے اس کو قلیل علم سکھایا ہے۔"

(سورۃ بنی اسرائیل۔۸۵)

قرآن اس فارمولے کی مزید تشریح کرتا ہے:

"جب اس کا امر چاہتا ہے کہ کسی چیز کو تخلیق کرے تو کہتا ہے "ہو جا" اور تخلیق ہو جاتی ہے۔"

(سورۂ یٰسین۔۸۲)

انرجی کا بہاؤ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

انسان خلاء ہے، خلاء میں روح ہے، روح امر رب ہے اور امر رب یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر صاحب کتاب اور اللہ کے قرب سے آشنا تھے، کلیم اللہ تھے وہ تخلیق کا فارمولا جانتے تھے جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخلیقی فارمولے کے تحت حکم دیا اس پر عمل درآمد ہو گیا۔

پیغمبر کی روح اعظم تک رسائی ہوتی ہے اور وہ روح اعظم میں انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان مشاہدات کی بنا پر پیغمبر کے مادی اجسام بھی نور علی نور ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ کے حکم سے ارادہ فرماتے تھے۔ نسمہ مطلق کا نور نسمہ مفرد میں منتقل ہو کر نسمہ مرکب میں ذخیرہ ہو جاتا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کمرے میں ساٹھ (۶۰) واٹ کا بلب لگا ہوا ہے اس کو اتار کر چھ سو (۶۰۰) واٹ کا بلب لگا دیں اور چھ سو واٹ کا بلب اتار کر ایک ہزار (۱۰۰۰) واٹ کا بلب لگا دیا جائے تو کمرہ روشنی سے چکا چوند ہو جاتا ہے اور بلب پر نظر نہیں ٹھہرتی، جب کہ زیادہ واٹ کا بلب روشن کرنے کے لئے تار، سوئچ ہولڈر کوئی چیز تبدیل نہیں کرنا پڑتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بغل میں ہاتھ رکھ کر باہر نکال لیتے تھے تو الیکٹرک سٹی کے اصول کے مطابق ان کے ہاتھ میں دوڑنے والا کرنٹ ہزاروں گنا زیادہ ہو جاتا تھا جیسے سوئچ آن کرنے سے ہزاروں واٹ کا بلب روشن ہو جاتا ہے، انسانی ساخت میں جہاں جہاں جوڑ ہیں وہاں دوران خون رک کر آگے بڑھتا ہے اور جوڑوں میں انرجی کا بہاؤ زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تخلیقی فارمولے کے مطابق جب بغل میں ہاتھ رکھتے تھے تو انرجی کا بہاؤ ہتھیلی میں منتقل ہو جاتا تھا جس سے ہاتھ سورج کی طرح روشن ہو جاتا تھا۔

☆☆☆☆☆

حضرت سموئیل علیہ السلام

سموئیل عبرانی میں ''اشماع ایل'' ہے۔ جس کے معنی سننا (شماع) اور اللہ (ایل) یعنی اللہ کا سننا ہے۔ عربی میں اس کا تلفظ اسماعیل بھی ہے۔ آپ کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام فنّنہ اور دوسری بیوی کا نام حنّہ تھا۔ حنّہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے منت مانی کہ اللہ انہیں اولاد سے نوازے اور لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں وہ اسے خدا کی نذر کر دیں گی۔ جب حضرت سموئیل حنّہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور رضاعت کا زمانہ ختم ہوا تو آپ کی والدہ نے منت کے مطابق آپ کو عیلی کاہن کے سپرد کر دیا۔ آپ نے عیلی کاہن کی نگرانی میں پرورش پائی۔

حضرت یوشع نے اپنے زمانے میں قاضیوں کا تقرر کیا تھا۔ خاندانوں اور قبیلوں میں ''سردار'' حکومت کرتے اور ان کے تصفیہ طلب امور اور دیگر معاملات کے فیصلے ''قاضی'' انجام دیتے تھے۔ اور اگر کوئی نبی مبعوث ہوتا تو وہ ان تمام امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ دین کی تبلیغ اور ترویج کی خدمت انجام دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ساڑھے تین سو سال بعد تک یہ نظام چلتا رہا اور اس دوران بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ یا حکمران نہیں ہوا۔

حضرت سموئیلؑ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ آپ کو منصب نبوت عطا ہوا اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے مامور کیا گیا۔

آپ کا زمانہ بعثت تقریباً ۱۱۰۰ ق۔م بتایا جاتا ہے۔ حضرت سموئیلؑ کا مستقل قیام اپنے آبائی شہر رامہ میں تھا۔ لیکن آپ بسلسلہ عدالت ہر سال مختلف مقامات کا دورہ کرتے تھے۔ ساری عمر آپ نے ہدایت و تبلیغ اور عدالت کے فرائض انجام دیئے۔ نبوت سے سرفرازی کے وقت آپ کو خبر دی گئی کہ عیلی کاہن کے بیٹوں کی بدکاری کے سبب اس کا گھرانہ تباہ کر دیا جائے گا۔

اشدود قوم

حضرت یوشع کے انتقال کے وقت ارض فلسطین کا بہت سا حصہ فتح نہیں ہوا تھا۔ بعد ازاں بنی اسرائیل شرک و بت پرستی اور گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو گئے اور قرب و جوار کی قومیں ان پر وقتاً فوقتاً حملہ آور ہو کر غالب آ گئیں۔ حضرت سموئیلؑ کی بعثت کے زمانے میں اشدودی قوم سے جنگ میں بنی اسرائیل کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔ چار ہزار کے لگ بھگ افراد میدان جنگ میں مارے گئے۔

عیلی کاہن کے دونوں بیٹے جنگ میں ہلاک ہوئے اور اس صدمے سے نوے سالہ عیلی کاہن بھی فوت ہو گیا اور حملہ آور ''عہد کا صندوق'' بنی اسرائیل سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے سب سے بڑے دیوتا ''وجون'' کے مندر میں رکھ دیا۔

اس اندوہناک واقعہ کے بعد حضرت سموئیلؑ نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور انہیں گمراہی اور نافرمانی ترک کر کے توحید اور اطاعت گزاری کی نصیحت کی۔

''اور سموئیلؑ نے اسرائیل کے سارے گھرانے سے کہا کہ اگر تم دلجمعی کے ساتھ خداوند کی طرف رجوع کرتے ہو تو اجنبی دیوتاؤں اور عستارات (بابل والوں کا قدیم بت جس کی بنی اسرائیل نے پوجا شروع کر دی تھی) کو اپنے درمیان سے دور کر دو اور خداوند کے لئے اپنے دلوں کو مستعد کر کے فقط اسی کی عبادت کرو اور وہ فلستیوں کے ہاتھ سے تمہیں رہائی دے گا۔''

(کتاب سموئیل اول باب ۷)

آپ کے وعظ و نصیحت کا اثر بنی اسرائیل پر ہوا اور انہوں نے شرک و بت پرستی سے توبہ کی اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ حضرت سموئیلؑ نے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ اس روز سب نے تمام دن اللہ کی عبادت میں گزارا اور روزہ رکھا۔ حضرت سموئیلؑ نے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر بنی اسرائیل کی خطاؤں اور گناہوں کی اللہ کریم سے معافی مانگی۔

مشرکین کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ بنی اسرائیل اس اچانک افتاد سے گھبرا گئے اور حضرت سموئیلؑ سے درخواست کی کہ وہ اللہ کے حضور دعا کریں کہ اللہ بنی اسرائیل کو مشرکین کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا کرے۔ حضرت سموئیلؑ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی، دعا قبول ہوئی اور اللہ نے بنی اسرائیل کو فتح سے نواز دیا۔

''اور جب فلستیوں نے سنا کہ بنی اسرائیل مصفاہ میں جمع ہوئے تو ان کے سرداروں نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور جب بنی اسرائیل نے یہ سنا تو وہ فلستیوں سے ڈرے۔ اور بنی اسرائیل نے سموئیل سے کہا کہ خداوند ہمارے خدا کے حضور فریاد کرنا نہ چھوڑ۔ تاکہ وہ ہم کو فلستیوں کے ہاتھ سے بچائے۔ اور سموئیل نے ایک دودھ پیتا برہ (بکری یا بھیڑ کا بچہ) لیا اور اسے قربانی کے طور پر خداوند کے حضور پیش کیا اور سموئیل خداوند کے حضور فریاد کرتا رہا اور خداوند نے اس کی فریاد سن لی۔ اور جس وقت سموئیل اس سوختنی کو قربانی کو پیش کر رہا تھا اور اس وقت فلستی اسرائیلیوں سے جنگ کرنے کو نزدیک آئے لیکن خداوند فلستیوں کے اوپر بڑی کڑک کے ساتھ گرجا اور ان کو گھبرا دیا اور انہوں نے اسرائیلیوں کے سامنے شکست کھائی۔''

(سموئیل باب ۷: ۱۱-۷)

اس عذاب میں مشرکین کے ہزاروں افراد ہلاک ہوگئے۔ عترونؔ سے جاتؔ تک کے شہر اور اس کے گرد ونواح کے کافی علاقے جن پر فلستیوں نے قبضہ کر رکھا تھا دوبارہ بنی اسرائیل کے زیر تسلط آ گئے۔

سموئیلؑ کا قوم سے خطاب

حضرت سموئیلؑ ایک عرصے تک دین کی تبلیغ اور ترویج میں مصروف رہے۔ عمر کے آخری حصے میں آپ نے اپنے بیٹوں یوئیل (Joel) اور ابیاہ (Abiah) کو قاضی مقرر کر دیا۔ لیکن طمع، خود غرضی اور ہوس نے آپ کے بیٹوں کو اس عہدے کے قابل نہیں رہنے دیا۔ بنی اسرائیل آپ سے مطالبہ کرنے لگے کہ ان کے لئے بادشاہ کا تقرر کیا جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت طالوتؑ کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس وقت آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطاب کیا، جو توراۃ میں اس طرح مذکور ہے۔

پھر سموئیل لوگوں سے کہنے لگا وہ خداوند ہی ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کو مقرر کیا اور تمہارے باپ دادا کو ملک مصر سے نکال لایا۔ سو اب ٹھہرے رہو تا کہ میں خداوند کے حضور ان سب نیکیوں کے بارے میں جو خداوند نے تم سے اور تمہارے باپ دادا سے کیں گفتگو کروں۔ جب یعقوب مصر میں گیا اور تمہارے باپ دادا نے خداوند سے فریاد کی تو خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو بھیجا جنہوں نے تمہارے باپ دادا کو مصر سے نکال کر اس جگہ بسایا مگر وہ اپنے خدا کو بھول گئے۔ ہم کو دشمنوں کے ہاتھ سے جو ہمارے چاروں طرف تھے رہائی دی اور تم سکھ چین سے رہنے لگے۔ اب جب تم نے دیکھا کہ بادشاہ ناحسؔ تم پر چڑھ آیا تو تم نے مجھ سے کہا کہ ہم پر کوئی بادشاہ سلطنت کرے حالانکہ خداوند خدا تمہارا بادشاہ تھا۔ سو اب اس بادشاہ کو دیکھو جسے تم نے چن لیا اور جس کے لئے تم نے درخواست کی تھی۔ دیکھو خداوند نے تم پر بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ اگر تم خداوند کی پرستش اور اس کی بات مانتے رہو اور خداوند کے حکم سے سرکشی نہ کرو اور تم اور وہ بادشاہ بھی جو تم پر سلطنت کرتا ہے، اپنے خدا کے پیروکار بنے رہو تو خیر۔ پر اگر تم خداوند کی بات نہ مانو بلکہ خداوند سے حکم سے سرکشی کرو تو خداوند کا ہاتھ تمہارے خلاف ہو گا جیسے وہ تمہارے باپ دادا کے خلاف ہوتا تھا۔ سو اب تم ٹھہرے رہو اور اس بڑے کام کو دیکھو جسے خداوند تمہاری آنکھوں کے سامنے کرے گا۔"

(کتاب سموئیل باب: ۷۔۱۷)

حضرت سموئیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کی اور اسی وقت بارش ہونے لگی۔ لوگوں کے اندر اللہ اور اس کے نبی کی عظمت اور جلال ہیبت بن کر طاری ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت سموئیلؑ سے کہا کہ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں ہمارے گناہوں کے نتیجے میں ہلاکت میں مبتلا نہ کرے۔ حضرت سموئیلؑ نے فرمایا!

"سموئیل نے لوگوں سے کہا، خوف نہ کرو۔ یہ سب شرارت تم نے کی ہے تو بھی خداوند کی پیروی سے کنارہ کشی نہ کرو بلکہ اپنے سارے دل سے خداوند کی پرستش کرو۔ تم کنارہ کشی نہ کرو ورنہ باطل چیزوں کی پیروی کرنے لگو گے جو نہ فائدہ پہنچا سکتی نہ رہائی دے سکتی ہے اس لئے کہ وہ سب باطل ہیں۔ کیونکہ خداوند اپنے بڑے نام کے باعث اپنے لوگوں کو چھوڑتا نہیں ہے اس لئے کہ خداوند کو یہی پسند آیا کہ تم کو اپنی قوم بنائے۔ اب رہا میں، سو خدا نہ کرے کہ تمہارے لئے دعا کرنے سے باز آ کر گنہگار بنوں بلکہ میں وہی راہ جو اچھی ہے اور سیدھی ہے تم کو بتاؤں گا۔ فقط اتنا ہے کہ تم خداوند سے ڈرو اور اپنے سارے دل اور سچائی سے اس کی عبادت کرو کیونکہ سوچو کہ اس نے تمہارے لئے کیسے بڑے کام کئے ہیں۔"

(سموئیل باب ۱۲: ۲۵-۲۰)

حضرت سموئیلؑ کا انتقال رامہ میں ہوا اور وہیں آپ کے جسم اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔

حکمت

لوگوں نے حضرت سموئیلؑ سے عرض کیا! ہمارے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہمیں ہلاک نہ کرے۔
حضرت سموئیلؑ نے فرمایا!
خوف نہ کرو۔ اللہ کا دربار مایوسی کا دربار نہیں ہے۔ اگر تم سے گناہ ہو گیا ہے تو پھر بھی اللہ کے سامنے جھک جاؤ۔ اس سے کنارہ کشی نہ کرو۔ اللہ ستار العیوب اور غفار الذنوب ہے۔ دل کے یقین کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔ سرکش آدمی جا بھی کہاں سکتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی حاکم نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ معاف کرنے اور مہربانی کرنے سے خوش ہوتا ہے۔
دیکھو! اگر تم نے معافی نہ مانگی اور اللہ سے منہ موڑ لیا تو تم باطل چیزوں کی پیروی کرنے لگو گے۔ شیطان تمہیں اس راستے پر لے آئے گا جس راستے پر دکھ، پریشانی اور عذاب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

این درگہہ نومیدی نیست
صد ہزار بار گر توبہ شکستی باز آ

☆☆☆☆☆

حضرت ہارون علیہ السلام

''اللہ نے پسند کیا کہ آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سارے جہاں سے کہ اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران: ۳۳۔۳۴)

عمران کا تعلق ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے ہے۔ عمران کی زوجہ یوکبد (Jochebed) ایک پاک طنیت اور رفیع الشان خاتون تھیں۔ آپ کے بطن سے دو عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبر حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت ہارونؑ بڑے اور حضرت موسیٰؑ چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے تین برس بڑے تھے۔ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ نہایت منکسر المزاج، حلیم الطبع، بردبار، شیریں گفتار اور فصیح البیان تھے۔

نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ تمام عمر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ رہے۔ حضرت موسیٰؑ کے قدم بہ قدم دین حق کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔ توحید کے راستے میں شرک کے نمائندوں کی طرف سے کھڑی کی گئی رکاوٹوں کو دور کرنے میں بھائی کا ساتھ دیتے تھے۔

مصر میں فرعون کی حکومت تھی۔ فرعون نہایت ظالم اور جابر حکمران تھا اور خود کو خدا کہلواتا تھا۔ اپنی مرضی سے جسے چاہتا سخت سے سخت سزائیں دیتا، جسے چاہتا موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ بنی اسرائیل مصر میں غلاموں سے بدتر زندگی گزارتے تھے۔ مصری ان سے ہر طرح کے کام کرواتے۔ بنی اسرائیل ذلت کی روٹی کھانے پر مجبور تھے۔

حضرت موسیٰؑ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ جب واپس مصر کی طرف روانہ ہوئے تو جبل طور کے قریب راستہ بھول گئے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت پر فائز کیا تھا، معجزات سے نوازا اور ہدایت کی کہ مصر جا کر فرعون کو اس کے ظلم و ستم سے باز آنے

کی تلقین کریں اور اس سے کہو کہ خدائی کا دعویٰ کرنا چھوڑ دے اور بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی۔

''میرے پروردگار! میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ اور میرا بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہے۔ اسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج تاکہ وہ میری تائید کرے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔''

(القصص:۳۳۔۳۴)

بارگاہ رب العالمین میں دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کو منصب نبوت پر فائز کیا اور دین حق کی تبلیغ و ترویج کے سلسلے میں حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کا مددگار منتخب کیا۔

''ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیروکاروں کا ہی ہوگا۔''

(سورۃ القصص:۳۵)

''اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو (موسیٰ کو) ان کا بھائی ہارونؑ پیغمبر عطا کیا۔''

(سورۃ مریم:۵۳)

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور ان کے بھائی ہارونؑ کو وزیر بنا کر ان کے ساتھ کیا۔ ''(سورۃ الفرقان: ۳۵)
حضرت موسیٰ مصر پہنچے اور حضرت ہارونؑ سے ملاقات کی۔ دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور فرعون سے کہا کہ خدائی دعویٰ سے تائب ہو کر اس خدا کی پرستش کرے جس نے آسمان، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ موجود ہے تخلیق کیا ہے اور بنی اسرائیل پر ظلم و ستم بند کر کے انہیں آزاد کر دے۔ فرعون پیغام حق کو ماننے سے یکسر منکر ہو گیا اور کہنے لگا۔ اگر تم نے مجھے خدا نہ مانا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔ اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ فرعون کی باتوں سے مطلق مرعوب نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دہرایا۔ فرعون نے رسالت خداوندی کی نشانیاں طلب کیں۔ حضرت موسیٰ نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ عصا اور ید بیضا کے معجزات دکھائے۔ لیکن سیاہ دل فرعون ان واضح نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا اور کہنے لگا یہ تو محض سحر اور جادو ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ہاتھوں جادو گروں کی شکست کے باوجود فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا۔ اس نے بنی اسرائیل پر اور زیادہ ظلم کرنا شروع کر دیا اور بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دے کر پورے مصر میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ قہر خداوندی حرکت میں آیا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔

تین سال مصر میں قحط سالی رہی بالآخر قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس پہنچی اور معافی طلب کی۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ نے انہیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ دعا قبول ہوئی اور عذاب ختم ہو گیا لیکن فرعون اور اس کی قوم نافرمانی اور منافقت پر قائم رہی۔

''اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں شاید وہ دھیان کریں اور جب برا زمانہ آتا تو موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لئے فال بد ٹھہراتے، حالانکہ در حقیقت ان کی فال بد تو اللہ کے پاس تھی۔ مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔

انہوں نے موسیٰؑ سے کہا! 'جو کچھ تو لائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہر گز تم پر ایمان نہ لائیں گے۔' آخر کار ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈی، سر سریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے اور خون برسایا یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں مگر پھر بھی وہ لوگ تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار۔''

(سورۃ اعراف: ۱۳۰۔۱۳۳)

سرکشی اور عذاب

فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی عذابوں میں مبتلا کیا۔ فرعون کی سرکشی پر حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنا عصا دیتے ہوئے اسے دریائے نیل پر مارنے کی ہدایت کی۔ دریا کا تمام پانی خون بن گیا۔ اس طرح ایک مرتبہ حضرت ہارونؑ نے عصا زمین پر مارا تو سارے ملک میں مینڈکوں کی بارش ہونے لگی۔ مینڈکوں کی اتنی تعداد ہو گئی کہ لوگوں کی زندگی اجیرن بن گئی۔ لیکن ہر بار لوگ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے پاس آتے، معافیاں طلب کرتے اور ہر بار حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ انہیں معاف کر دیتے۔ لیکن قوم پھر نافرمانیوں میں مبتلا ہو جاتی تھی۔

حضرت موسیٰؑ نے حکم الٰہی کے تحت اپنی قوم کو اللہ کا فیصلہ سنایا اور ہجرت کا حکم دیا۔

بنی اسرائیل جس دن مصر چھوڑ کر جا رہے تھے اس دن شہر میں ایک وباء پھوٹ پڑی جس سے قبطیوں (مصریوں) کی تمام پہلوٹی کی اولادیں ہلاک ہو گئیں۔ وہ لوگ پریشانی میں اس قدر مبتلا ہو گئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے جانے کی خبر اس وقت ہوئی جب وہ اس علاقے سے جا چکے تھے۔

بنی اسرائیل کا قافلہ حضرت ہارونؑ کی قیادت میں مصر سے روانہ ہوا۔ حضرت موسیٰؑ قافلے کے گزرنے کے بعد مصر سے روانہ ہوئے۔

دوسرے روز فرعون اپنے لشکر کے ہمراہ قافلے کے تعاقب میں نکلا اور بحر قلزم کے ساحل پر فرعون کا لشکر قافلے کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا سمندر میں مارا۔ سمندر میں صاف اور خشک راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی قیادت میں اس راستے سے گزر گئے۔ فرعون بھی اپنے لشکر کے ہمراہ جب اس راستے سے گزرنے لگا تو بیچ سمندر میں دونوں کنارے آپس میں مل گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کا یہ قافلہ حارہ، ایلیم اور رفیڈیم کے اطراف سے کوہ سینا کی طرف جانے لگا۔ ایک مقام پر انہیں مشرک اور بت پرست لوگ ملے۔ بنی اسرائیل نے جب انہیں باطل خدا کی پرستش کرتے دیکھا تو ان کے اندر کا ''بت'' دوبارہ زندہ ہو گیا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ ایک مرتبہ پھر قوم کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ یہ لوگ جس طریقے کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو برباد ہونے والا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں۔ وہ سراسر باطل ہے۔ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت دی۔''

حضرت موسیٰؑ جب مشاہدہ تجلی ذات کے لئے کوہ طور پر گئے تو آپ نے حضرت ہارونؑ کو اپنا قائم مقام اور نائب مقرر فرمایا۔ حضرت ہارونؑ بنی اسرائیل کے تمام انتظامی امور سر انجام دیتے تبلیغ اور رشد و ہدایت کی ذمہ داریاں پوری فرماتے۔ ''موسیٰ نے چلتے وقت اپنے بھائی ہارون سے کہا! ''میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا۔''

(سورۃ اعراف۔ ۱۴۲)

سامری کی فتنہ انگیزی

بنی اسرائیل کے قافلے میں شامل سامری نے فتنہ انگیزی کو فروغ دیا۔اس نے سونے کے زیورات کو ڈھال کر ایک بچھڑا بنادیا۔اس سونے کے بچھڑے کے بت کے اندر ایک پراسرار گھنٹی نصب کر دی جو خود بخود بجنے لگتی اور بیل کی آواز نکالتی۔ سامری نے بنی اسرائیل کے سامنے سونے کے بچھڑے کو پیش کرتے ہوئے کہا! موسیٰ خدا کو تلاش کرنے پتہ نہیں کہاں گئے ہیں جبکہ تمہارا خدا تو یہ ہے۔لہٰذا بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارونؑ نے انہیں باطل عمل سے روکنے کی کوشش کی۔

آپ نے فرمایا کہ:

''اس سے تمہاری آزمائش مقصود ہے۔ تمہارا پروردگار تو اللہ ہے۔اس ہی کی پرستش کرو۔''

لیکن قوم بجائے اس کے کہ آپ کی بات مانتی آپ کی دشمن بن گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے اور آپ کو بت پرستی کا علم ہوا تو جلال میں آگئے۔ بنی اسرائیل سے بازپرس کرنے لگے۔ لوگوں نے اپنی گمراہی کو سامری پر ڈال دیا۔اور کہا کہ ہمیں سامری نے گمراہ کر دیا تھا۔ حضرت ہارونؑ سے بازپرس کی اور ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر پوچھا کہ تم تو حق آشنا تھے۔اللہ کا عرفان تمہیں حاصل تھا۔ تم نے ایسا کیوں ہونے دیا۔ حضرت ہارونؑ نے تمام صورت حال حضرت موسیٰ پر واضح کی۔ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو کر معافی طلب کی۔

''اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرمااور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر، تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

(سورۃ اعراف۔۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنے ہمراہیوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہو جائیں۔ تو آپ نے قوم کو اللہ کا حکم سناتے ہوئے فلسطین کی طرف روانگی کا مژدہ سنایا۔ فلسطین کی سرحد سے کچھ پہلے بنی اسرائیل کے قافلے نے پڑاؤ ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ افراد پر مشتمل ایک وفد فلسطین کی طرف وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ وفد نے واپس آکر وہاں کے لوگوں کے متعلق بتایا کہ وہ بہت جنگجو اور بہادر ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن وفد کے اراکین میں شامل حضرت یوشع نے قوم کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے کہا کہ اللہ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ ہے۔اس جہاد میں انشاءاللہ ہم فتحیاب ہونگے۔ لیکن بنی اسرائیل نے بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاد سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سزا کے طور پر عرض فلسطین چالیس سال کے لئے حرام کر دی اور فرمایا کہ تم اس عرصے میں دشت صحرا میں بھٹکتے پھروگے۔اس عرصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم کی اصلاح کا کام کرتے رہے اور

انہیں ہدایت کا راستہ دکھاتے رہے۔ صحرانوردی کے دوران بنی اسرائیل کا سامنا اموریوں، ادومیوں، عمالقہ، مدآب اور مدیانیوں سے بھی ہوا۔ ان اقوام سے مقابلوں اور صحرانوردی نے بنی اسرائیل کو تقریباً تباہ و برباد کر دیا۔

اسرائیلی قافلے بھٹکتے ہوئے ادوم کی سرحد کے قریب تہہ کے میدان میں پہاڑ کی اس چوٹی کے قریب پہنچے جو ''ہور'' کے نام سے مشہور تھی تو حضرت ہارونؑ کے انتقال کا وقت آ پہنچا۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ہور طور پر چڑھ گئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اسی حالت میں آپ کی روح مستقل حضوری میں چلی گئی۔ آپ کی عمر ۱۲۳ برس ہوئی۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ دو عالم جوانی میں انتقال کر گئے اور آپ کی وفات کے وقت موجود تھے۔

''اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت قارس سے روانہ ہو کر کوہ ہور پہنچی اور خداوند نے کوہ ہور پر جو ادوم کی سرحد سے ملا ہوا تھا۔ موسیٰ اور ہارون سے کہا، ہارون اپنے لوگوں میں جا ملے گا کیونکہ وہ اس ملک میں جو میں نے بنی اسرائیل کو دیا ہے جا نہیں پائے گا۔''

(توراۃ)

''اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا، ان کو اور ان کی قوم کو کرب عظیم سے نجات دی۔ انہیں نصرت بخشی جس کی وجہ سے وہ غالب رہے، ان کو نہایت واضح کتاب عطا کی انہیں راہ راست دکھائی اور بعد کی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔ سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں، درحقیقت وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔''

(سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۱۴۔۱۲۲)

حکمت

ایمان کی دو صورتیں ہیں۔

*اقرار بالسان

*تصدیق بالقلب

بنی اسرائیل کے واقعے میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ایمان صرف زبانی کلامی ہو تو آدمی کسی وقت بھی بھٹک سکتا ہے۔ لیکن اگر ایمان قلب میں اتر جائے اور اللہ تعالیٰ کا یقین پوری طرح حاصل ہو جائے تو انسان یقین کے راستے کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یقین کا مطلب ہے کہ انسان کے اندر انبیاء کرام کی طرز فکر منتقل ہو جائے اور اس کی روحانی فہم اتنی مضبوط اور مستحکم ہو جائے کہ وہ اللہ کی معرفت سوچنے لگے۔

ہمارے سامنے دو جماعتیں ہیں۔

۱)راسخ فی العلم: اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے لوگ۔ لوگ جن کا ایمان ان کے قلوب میں داخل ہو گیا ہے۔
۲)وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن ایمان ان کے قلوب میں داخل نہیں ہوا۔

جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی شمع فیروزاں نہیں ہوئی وہ تذبذب کا شکار رہے اور صراط مستقیم سے بھٹکے رہے۔اور جن لوگوں کے دل نبیوں کے انوار اور اللہ کی تجلی سے منور ہو گئے ہیں۔ وہ دین مبین پر قائم رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح یافتہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے "احبعام" (Rehoboam) کے دور میں بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ بیت المقدس اور جنوبی فلسطین آل داؤد کے قبضہ میں تھا جبکہ شمالی فلسطین میں اسرائیل کے نام سے الگ ریاست قائم تھی۔ میلا (موجودہ لبنان) کے بت پرست بادشاہ کی بیٹی ایزابل (Iezebel) سے اسرائیل کے بادشاہ اخی اب کی شادی کے بعد ملک میں فسق و فجور اور شرک و بت پرستی کا دور دورہ ہو گیا۔

قدیم زمانے کے سامی اقوام خصوصاً لبنان کی فینقین قوم (Phoenican) کا سب سے بڑا دیوتا بعل بت تھا۔ اس کا قد سو فٹ تھا جو پورے کا پورا سونے کا بنا ہوا تھا۔ بعل کے چار منہ تھے۔ اس قوی ہیکل بت کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے چار سو خدام مامور تھے۔ اس بت کی عشتارات (Ashtoreth) نام کی ایک بیوی بھی تھی۔

اخی اب نے اسرائیل کے صدر مقام سامریہ میں بعل کا مندر اور مذبح تعمیر کیا۔ سامریہ شہر بعلبک کے نام سے مشہور ہوا۔ جس کی وجہ تسمیہ یہی بات ہے۔ بک "بکہ" کا مخفف ہے جس کے معنی شہر کے ہیں اور بعلبک کا مطلب ہے (سامی اور عبرانی زبانوں میں بعل کے معنی مالک، سردار، حاکم اور رب کے آتے ہیں۔ اہل عرب شوہر کو بھی بعل کہتے ہیں) بعل دیوتا کا شہر۔ بعل کی پرستش اور مشرکانہ عقائد کی طرف اخی اب کا رجحان دیکھ کر اسرائیل کے شہروں میں اعلانیہ بعل کے نام پر قربانیاں کی جانے لگیں۔

بنی اسرائیل کی روایتی گمراہی اور بے دینی عروج پر تھی۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرت الیاس علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ آپ جلعاد کے رہنے والے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ بائبل نے حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ "ایلیاہ" کے نام سے کیا ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توحید کا درس دیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ واحد اور یکتا ذات، قادر مطلق ہستی اللہ کو چھوڑ کر بعل کو پکارتے ہو۔ حالانکہ یہ نہ تو تمہاری حاجت روائی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس اللہ کی طرف لوٹ آؤ جو کہ نہ صرف تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے بلکہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے ان کا خالق و مالک ہے۔

قوم گمراہی میں اس قدر مبتلا ہو گئی تھی کہ اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کی پر حکمت اور نور سے منور دعوت توحید پر کان نہ دھرا اور بدستور اپنی روش پر قائم رہی۔ آپؑ نے بادشاہ وقت اخی اب کو دعوت دی اور احساس دلایا کہ وہ گناہوں سے باز آجائے، شرک و بت پرستی اور دیگر قبیح افعال سے توبہ کرلے اور اپنی رعایا کو بھی اس امر سے باز رکھے کیونکہ پوری قوم کا گناہ اس کے سر پر ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا تو اللہ کے عتاب کا نشانہ بنے گا۔ پوری قوم خشک سالی کا شکار ہو جائے گی۔

لیکن اخی اب نے آپ کے پند و نصائح کا ذرہ برابر اثر قبول نہیں کیا اور پیغام حق کو جھٹلاتا رہا۔

اندوہناک صورتحال

تین سال سے زیادہ عرصہ تک اسرائیل میں بارش نہیں ہوئی۔ اتنا شدید قحط پڑا کہ لوگ ایک ایک دانہ کو ترسنے لگے۔ خواتین، بچے، جوان اور بوڑھے سب بھوک سے نڈھال ہو گئے۔ اس اندوہناک صورتحال سے بادشاہ سوچنے پر مجبور ہوا اور اخی اب نے حضرت الیاس علیہ السلام کو تلاش کر کے بلوایا اپنے رویئے کی معافی مانگی اور بارش برسنے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ بادشاہ کے مصاحبوں اور بعل کے پجاریوں نے اسے اپنی شکست سمجھا اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اللہ کے فرستادہ نبی حضرت الیاس علیہ السلام نے تجویز پیش کی کہ تم اپنے معبود بعل کے نام پر قربانی دو میں بھی اللہ رب العزت کے نام کی قربانی دوں گا۔ جس کی قربانی قبول ہو گی۔ اسی معبود سے بارش کے لئے التجا کی جائے گی۔ اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ قربانی کا جانور ذبح کر کے ایک بلند مقام پر رکھ دیا جاتا تھا۔

قربانی قبول ہونے کی نشانی یہ تھی کہ غیب سے آگ نمودار ہو کر قربانی کے جانور کو جلا دیتی تھی۔ جس کی قربانی قبول نہ ہوتی وہ ویسے ہی پڑی رہتی۔ اس طریقہ کے مطابق تقریباً نو سو (۹۰۰) افراد جو بعل دیوتا کے پجاری تھے۔ کوہ کرمل (Carmel) پر جمع ہوئے۔ ایک طرف پیغمبر حق حضرت الیاس علیہ السلام اکیلے کھڑے تھے۔ دوسری طرف باطل کے پیروکاروں کا جم غفیر تھا۔

جانور ذبح کر کے پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دیئے گئے۔ غیبی آگ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی قربانی جلا کر راکھ کر دیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی سچائی اور حقانیت اور خدائے واحد کی وحدانیت کی کھلی نشانی دیکھ کر بادشاہ کے اوپر لرزہ طاری ہو گیا۔اس نے حضرت الیاس علیہ السلام سے معافی مانگی اور پجاریوں کے قتل کا حکم دے دیا۔حضرت الیاس علیہ السلام نے خشوع و خضوع سے اللہ کے حضور بارش کی دعا کی۔دعا قبول ہوئی اور خوب بارش برسی۔سارا ملک اتھل پتھل ہو گیا اور خوش حالی لوٹ آئی۔

جان کی دشمن ملکہ

اخی اب کی بت پرست ملکہ ایزابل نے جب یہ دیکھا کہ اس کے شوہر نے بعل کے پجاریوں کو قتل کروادیا ہے تو وہ حضرت الیاس علیہ السلام کی جان کی دشمن بن گئی۔اس نے تہیہ کر لیا کہ پجاریوں کے قتل کا بدلہ لے گی۔ملکہ ایزابل نے کمال خباثت اور چالاکی سے سازش کی اور اپنی کامیابی کے لئے ماحول سازگار کیا۔اخی اب بھی بیوی کے بنے ہوئے جال میں پھنس کر گمراہ ہو گیا۔بت پرستی پر آمادہ قوم نے ملکہ ایزابل کا ساتھ دیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ملک میں رہنا مشکل ہو گیا۔حضرت الیاس علیہ السلام ملک چھوڑ کر کوہ سینا کے دامن میں پناہ گزین ہو گئے۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا!

’’بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھادیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا۔اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں وہ میری جان لینے کے در پے ہیں۔‘‘

(سلاطین ۱۹:۱۰)

ملکہ ایزابل کی بیٹی کی شادی بیت المقدس کی یہودی ریاست کے فرمانروا یہورام (Jehoram) سے ہوئی تو مشرکانہ عقائد و روایات بیت المقدس میں بھی منتقل ہو گئے۔حضرت الیاس علیہ السلام نے یہورام کو خط لکھ کر تبلیغ کی کہ اپنے باپ دادوں کا راستہ نہ چھوڑے۔اس کا انجام ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

کتاب ۲۔تاریخ (۲:۱۲۔۱۵) میں درج ہے:

’’سو دیکھ خداوند تیرے لوگوں کو تیری بیویوں کو اور تیرے سارے مال کو بڑی آفتوں سے مارے گا۔اور تو انتڑیوں کے شدید مرض میں مبتلا ہو جائے گا تیری انتڑیاں روز بروز گلتی چلی جائیں گی۔‘‘

یہورام نے ہدایت اور نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور بدستور اپنی روش پر قائم رہا۔آخر کار حضرت الیاس علیہ السلام کا کہا پورا ہوا۔

یہورام کی ریاست بیرونی حملہ آوروں نے تاراج کر دی۔اس کی بیویوں کو قید کر کے لئے گئے اور وہ خود انتڑیوں کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام صبر واستقامت کے ساتھ دین حق کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔اسرائیل میں ایزابل کا بیٹا اقتدار میں آیاتواس نے اپنی ماں کے عقائد کو فروغ دیا۔حضرت الیاس علیہ السلام نے اسے بھی صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔

لیکن یہ بھی آپ کے درپے آزار ہو گیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل کسی بھی صورت راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ یہ تیرے بندے ہیں، سخت گمراہی میں پڑے ہوئے، تیرے نبی کی بات نہیں مانتے،اب تیری مرضی ہے کہ تو انہیں ہدایت دے یاان پر عذاب نازل کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا۔ایزابیل کے خاندان کا ہر فرد ہلاک ہو گیا۔

توریت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے مطابق جب حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کیاجارہاتھاتوانہیں آسمانوں پر اٹھالیاگیا۔

قرآن حکیم میں ہے:

''پس جنھوں نے الیاس کو جھٹلایا۔اور وہ بلا شبہ لائے جائیں گے پکڑے ہوئے بجز ان کے جو چن لئے گئے ہیں۔اور ہم نے بعد کے لوگوں میں الیاس کا ذکر باقی رکھا۔الیاس پر سلام ہو۔بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو اسی ہی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔''

(سورۃ الصّٰفّٰت:۱۲۷۔۱۳۲)

☆☆☆☆☆

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام یروشلم کے ایک گاؤں بیت لحم میں رہتے تھے۔ آٹھ بھائیوں میں سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ رنگ انار کی طرح سرخ تھا۔ آنکھیں گول تھیں، چہرے پر ہلکی خشخشی داڑھی تھی۔ قد چھوٹا تھا لیکن نہایت وجیہہ تھے ۔ بہادر اور طاقت ور تھے۔ جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ شیر یا بھیڑیا اگر بکریوں اور بھیڑیوں پر حملہ آور ہوتا تو آپ اسے مار ڈالتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام فلاخن (سنگریزوں سے بھری ہوئی تھیلیاں) چلانے میں ماہر تھے۔ فلاخن اور عصا ہر وقت ہاتھ میں رہتا تھا۔ فلاخن چلانے میں حضرت داؤد علیہ السلام کی مہارت کا چرچا عام تھا۔ فلاخن اتنی طاقت سے پھینکتے کہ جس چیز پر بھی گرتا تھا، ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی۔ گفتگو نہایت شیریں تھی۔ مہذب اور باادب تھے۔ پورے علاقے میں آپ کی قدر و منزلت تھی۔ بانسری اور بربط بجانے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

حضرت طالوتؑ کے دربار تک آپ کی رسائی تھی۔ آپ نے عبرانی موسیقی، مصری اور بابلی مزامیر (بانسریاں، مطربوں کے ہر قسم کے ساز) کو ترقی دے کر نئے نئے آلات ایجاد کئے تھے۔

حضرت سموئیلؑ کو عمر کے آخرے حصے میں وحی کے ذریعے حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت اور بادشاہت کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ حضرت سموئیلؑ بیت لحم تشریف لائے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے ملاقات کر کے انہیں خیر و برکت کی دعا دی۔

پتھروں کی زبان

ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام جنگل میں سے گزر رہے تھے کہ راستے میں پڑے ہوئے ایک پتھر نے مخاطب کر کے کہا:

''میں حجر موسیٰؑ ہوں، مجھے اٹھالیجئے۔ میں وہی پتھر ہوں جس سے حضرت موسیٰؑ نے فلاں دشمن کو ہلاک کیا تھا۔''

آپ نے پتھر اٹھا کر اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک اور پتھر بولا!

''میں حجر ہارونؑ ہوں۔''

آپ نے اسے بھی اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک پتھر اور ملا اس پتھر نے کہا!

''میں حجر داؤدؑ ہوں۔ جو خدا کے نبی ہیں اور میرے ذریعے جالوت کو ماریں گے۔''

قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ تینوں پتھر تھیلے میں جا کر ایک ہو گئے۔

سپہ سالار جالوت

حضرت طالوتؑ اور جالوت کی کثیر التعداد فوج کا جب آمنا سامنا ہوا تو فوج کا سپہ سالار جالوت زرہ اور خَود پہن کر میدان میں اترا اور مبازرت کے لئے للکارا۔ جالوت کا قد چھ ہاتھ (*توراۃ میں ۶ ہاتھ کا مطلب ۹ فٹ ایک بالشت ہے) ایک بالشت تھا۔ جو زرہ پہنی ہوئی تھی اس کا وزن پانچ ہزار مثقال (ایک مثقال برابر ہے ۴۱ء۲ ماشہ۔ جبکہ ایک تولہ میں ۱۲ ماشہ ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ۵۰۰۰ مثقال وزن ۱۸۷۵ تولے یا ۰۵۰۰ء۲۱ کلو گرام کے برابر ہے)۔ ٹانگوں پر پیتل کے ساتھ پوش (*موزے۔ میوزیم میں پرانے زمانے کے بادشاہوں کے جنگی لباس جن میں پیتل کا سینہ بند، لوہے کا خود، چہرے کے سامنے زنجیریں اور پیر سے گھٹنوں تک پیتل کے موزے رکھے ہوئے ہیں۔ اس زمانے کے لوگوں کی قوت کا اندازہ یہ لباس دیکھنے سے ہوتا ہے۔ سیروں وزن کے لباس پہن کر میدان میں داد شجاعت دیتے تھے) اور دونوں شانوں کے درمیان پیتل کی برچھی تھی۔ بھالے لوہے کی شہتیر کی مانند تھے اور نیزے کا پھل چھ سو مثقال لوہے کا تھا جسے ایک سپاہی جالوت کے آگے آگے لے کر چلتا تھا۔

میدان جنگ میں جالوت للکارا۔ آواز اتنی رعب دار تھی کہ میدان میں گونج پیدا ہو گئی۔ جب مد مقابل کوئی نہیں آیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت طالوتؑ سے اجازت طلب کی اور میدان میں آ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں نہ تلوار تھی نہ برچھی۔ ایک ہاتھ میں بکریوں کو سنبھالنے کے لئے لاٹھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں فلاخن اور کندے پر سنگریزوں سے بھرا ہوا تھیلا لٹک رہا تھا۔ نو عمر اور قد و قامت میں کم نوجوان کو دیکھ کر جالوت نے قہقہہ لگایا اور تمسخر سے بولا:

''کیا تو مجھے کتا سمجھ کر ڈنڈے سے بھگانے آیا ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے تھیلے میں سے پتھر نکالا اور فلاخن میں رکھ کر جالوت کی طرف پھینکا۔ فلاخن میں سے نکلا ہوا پتھر ماتھے کی ہڈی کو توڑ کر کھوپڑی میں گھس گیا۔ کبر و نخوت کا پتلا، دیو ہیکل جالوت منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ حضرت داؤد علیہ السلام آگے بڑھے اور اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

فلسطینی فوج اپنے سردار کا کٹا ہوا سر دیکھ کر سراسیمہ ہو گئی۔ بنی اسرائیل کی فوج نے حواس باختہ دشمن پر حملہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اسرائیلیوں کو فاتح قوم بنا دیا۔

اس شجاعت، بہادری اور جوانمردی کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت طالوتؑ نے اپنی بیٹی عینیاہ کی شادی حضرت داؤدؑ سے کر دی۔ اور ہر ایک ہزار فوجی جوانوں کا دستہ آپ کی کمان میں دیدیا۔

''اے داؤد! ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں، سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھ کو بھٹکا دے اللہ کی راہ سے، جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کو سخت عذاب ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔''

(سورۃ ص۔۲۶)

جس وقت حضرت داؤد علیہ السلام سردار مقرر ہوئے اس وقت آپ جزیرہ نما سینا کے جنوبی حصہ میں مقیم تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے وہاں کے امیر نابال کو پیغام بھیجا کہ:

''جس خدا نے تجھے وسائل اور مال و زر سے نوازا ہے اس کی راہ میں، اس کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کر۔'' نابال نے پیغام لانے والوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ بری طرح پیش آیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ بات ناگوار گزری اور آپ چار سو جوانوں کو ساتھ لے کر نابال کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ نابال کی بیوی دانشمند عورت تھی۔ اس نے تحائف اور دعوت کا اہتمام کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام سے ملاقات کر کے اپنے شوہر کی غلطی کی معافی مانگی۔ جب نابال کی بیوی نے اپنے شوہر کو بتایا کہ اس نے حضرت داؤد علیہ السلام سے معافی مانگ لی ہے تو نابال کو سکتہ ہو گیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

حضرت طالوتؑ کی وفات کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام مقام نبوت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان نبیوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہی بھی عطا کی تھی۔

فکر وتدبر اور علم وحکمت

حضرت داؤد علیہ السلام کی شجاعت، علم وحکمت اور فکر وتدبیر سے بنی اسرائیل کا شمار جلد ہی دنیا کی مہذب اقوام میں ہونے لگا۔ بہت سے علاقے بنی اسرائیل کے زیر تسلط آگئے اور ایک عالیشان سلطنت وجود میں آگئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے شرعی حدود جاری کیں۔ کافروں اور بندگان خدا کو نیکی کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال درجے کا فہم وادراک اور عقل ودانش عطا فرمائی تھی۔

''اور ہم نے ان کی سلطنت کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی اور بات کا فیصلہ کرنا سکھایا۔''

(ص۔۲۰)

حضرت داؤد علیہ السلام کے معمولات میں شامل تھا کہ آپ ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز ناغہ کرتے تھے اور تہائی رات میں عبادت کے لئے اٹھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی۔ زبور کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں۔ یہ کتاب تورات کے اصول وقوانین پر مبنی ہے۔

زبور پانچ کتابوں پر مشتمل ہے ہر کتاب میں متعدد ''مرموز'' ہیں۔ ہر مرموز یا حصہ اللہ کریم کی حمد وستائش، عاجزی اور دنیا وآخرت میں بھلائی اور اللہ کی پناہ مانگنے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔

زبور میں حضور ﷺ کی پیشن گوئی

زبور کی بہت سی دعائیں اور آیتیں ایسی ہیں جن میں ایک عظیم ہستی اور ایک نجات دہندہ کی آمد کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔ ان آیتوں میں اس عظیم ہستی کو کہیں صادق، کہیں سچائی، کہیں محمد اور کہیں نور کہا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ ہستی حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔

''کیونکہ تو صادق کو برکت بخشے گا۔''

''خداوند! اسے اپنے کرم سے سپر کی طرح ڈھانک لے گا۔''

(زبور؟۱۲،۵)

''اور وہی صداقت سے جہاں کی عدالت کرے گا وہ راستی سے قوموں کا انصاف کرے گا۔''

(زبور:۹،۸)

''تیرے نور کی بدولت ہم روشنی دیکھیں گے۔''

(زبور:۳۶،۹)

''وہ تیری راست بازی کو نور کی طرح اور تیرے حق کو دوپہر کی طرح روشن کرے گا۔''

(زبور:۳۷،۶)

''صادق زمین کے وارث ہونگے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ صادق کے منہ سے دانائی نکلتی ہے اور اس کی زبان سے انصاف کی باتیں اور اس کی خدا کی شریعت اس کے دل میں ہے وہ اپنی روش پر پھسلے گا نہیں۔''

(زبور:۳۷،۳۱۔۲۹)

''اپنے نور اور اپنی سچائی کو بھیج وہی میری رہبری کریں۔ وہ مجھ کو تیرے کوہ مقدس اور تیرے مسکنوں تک پہنچائیں۔''

(زبور:۴۳،۳)

''تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا۔ اے زبردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت وشوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر اور سچائی اور علم اور صداقت کی خاطر اپنی شان وشوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ لوگوں کی نظروں میں تجھے ذی احتشام کرے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔''

(زبور:۴۰،۵۔۲)

''صحرا کے سوار کے لئے شاہراہ تیار کرو اس کا نام یاہؔ ہے اور تم اس کے حضور شادمان ہو خدا اپنے مقدس مکان میں یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا دادرس ہے خدا تنہا کو خاندان بخشتا ہے وہ قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرتا ہے لیکن سرکش خشک زمین میں رہتے ہیں۔ اے خدا! جب تو اپنے لوگوں کے آگے آگے چلا جب تو بیابان میں سے گذرا۔۔۔''

(زبور۶۸،۷۔۱۱)

''اس کے ایام میں صادق آبرومند ہوں گے اور جب تک چاند قائم ہے خوب امن رہے گا اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے ترسیس کے اور جزیروں کے بادشاہ نذریں گذاریںگے۔ سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیئے لائیں گے بلکہ سب بادشاہ اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے۔

کل قومیں اس کی مطیع ہوں گی کیونکہ محتاج کے لئے جب وہ فریاد کرے گا اور غریب کو جس کا کوئی مددگار نہیں چھڑائے گا وہ غریب اور محتاج پر ترس کھائے گا اور محتاجوں کی جان کو بچائے گا وہ فدیہ دے کر ان کی جان کو ظلم اور جبر سے چھڑائے گا اور ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت ہو گا وہ جیتے رہیں گے اور سبا کا سونا اس کو دیا جائے گا لوگ برابر اس کے حق میں دعا کریں گے وہ دن بھر اسے دعا دیں گے۔ زمین میں پہاڑ کی چوٹیوں پر اناج کی افراط ہو گی ان کا درخت لبنان کے درختوں کی طرح جھومے گا اور شہر والے زمین کی گھاس کی مانند ہرے بھرے ہونگے اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا۔''

(زبور ۷۲،۷۔۱۷)

''مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ سدا تیری تعریف کریں گے۔ مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے۔ جس کے دل میں میون کی شاہراہیں ہیں وہ وادی بکا سے گزر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں سے معمور کر دیتی ہے وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں۔''

(زبور:N۸،۷۔N)

''یہ آئندہ پشت کے لئے لکھا جائے گا اور ایک قوم پیدا ہو گی جو خداوند کی ستائش کرے گی۔''

(زبور:۱۰۲،۱۸)

''اے خدا! میرے محمودؐ! خاموش نہ رہ۔۔۔۔۔۔''

(زبور ۱۰۹،۱)

''راست بازوں کے لئے تاریکی میں نور چمکتا ہے وہ رحیم و کریم اور صادق ہے رحمدل اور قرض دینے والا آدمی سعادت مند ہے۔ وہ اپنا کاروبار راستی سے کرے گا صادق کی یادگار ہمیشہ رہے گی۔

وہ بری خبر سے نہ ڈرے گا خداوند پر توکل کرنے سے اس کا دل قائم ہے اس کا دل برقرار ہے وہ ڈرنے کا نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے مخالفوں کو دیکھے گا اس نے بانٹا اور محتاجوں کو دیا اس کی صداقت ہمیشہ قائم رہے گی۔ اس کا سینگ عزت کے ساتھ بلند کیا جائے گا شریر دیکھے گا اور کڑھے گا وہ دانت پیسے گا اور گھلے گا شریروں کی مراد نابدر ہوگی۔"

(زبور ۱۱۲،۱۰۔N)

حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور چرند پرند حمد پڑھتے تھے

حضرت داؤدؑ بہت خوش الحان تھے۔ جب آپ لحن کے ساتھ زبور کی تلاوت کرتے تھے تو چلتا پانی ٹھہر جاتا تھا۔ اڑتے ہوئے پرندے آپ کے قریب آکر بیٹھ جاتے تھے۔ پہاڑ اور چرند پرند آپ کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح کرتے تھے۔

"ہم نے تابع کئے پہاڑ، اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جاندار جمع ہو کر، سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے۔"

(سورۃ ص:۱۹۔۱۸)

حکمت

آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطے کا ذریعہ اور معلومات کے تبادلے کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت ہم بہت ساری چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھی ہوئی چڑیوں کی چہکار، ہوا کی سائیں سائیں، کوؤں کا کائیں کائیں کرنا، کوئل کی کوک، بلبل کا ترانہ، پنگوڑے میں کھیلتے بچوں کی کلکاریاں، گلی میں پھرنے والے کی صدا، کارخانوں میں متحرک مشینوں کی گڑگڑاہٹ، ہوائی جہازوں کا شور اور لاتعداد دوسری آوازیں ہماری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔

لیکن بہت سی آوازیں ایسی بھی ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ آوازیں ہماری سماعت سے تو ٹکراتی ہیں مگر ہمارے کان انہیں نہیں سنتے ان آوازوں کی ویولینتھ ہماری عام سماعت سے زیادہ یا کم ہوتی ہے۔

پیچیدہ امراض کی تشخیص و علاج، صنعت و حرفت اور تحقیق و تلاش کے لئے الٹرا ساؤنڈ ویوز کا استعمال اب عام ہو گیا ہے۔ صدائے بازگشت کے اصول اور آواز کے ارتعاش کی بنیاد پر یہ لہریں کام کرتی ہیں۔ یہ مختلف حالتوں کے درمیان مادے میں امتیاز کر سکتی ہیں۔

سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ انسان کی سماعت کا دائرہ، بیس ہرٹز (20Hertz) سے بیس ہزار ہرٹز فریکوئنسی تک محدود ہے۔

جبکہ ورائے صوت موجوں کی فریکوئنسی بیس ہزار ہرٹز (Hertz) سے دو کروڑ ہرٹز (Hertz) تک ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم ان آوازوں کو سن نہیں سکتے۔

موجوں کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک وہ جن میں ذرات سکڑتے اور پھیلتے ہوتے آگے بڑھتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو آگے بڑھتے ہوئے اوپر نیچے حرکت کرتی ہے۔ موجوں کی اقسام کی تقسیم فریکوئنسی اور طول موج کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

موج مخصوص فاصلے کو اوپر نیچے حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے۔ یہ اس کا طول موج کہلاتا ہے۔ طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے اور ایک حرکت نیچے کی جانب ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ اوپر اور ایک مرتبہ نیچے دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (Cycle) پورا کرتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں کسی موج کے جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں وہ موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے۔ طول موج زیادہ ہو تو فریکوئنسی کم ہوتی ہے۔ جبکہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے۔

فریکوئنسی اگر بہت بڑھ جائے تو لہریں یا موجیں شعاعیں بن جاتی ہیں۔ جو سیدھی چلتی ہیں۔ کم طول موج اور زیادہ فریکوئنسی ہونے کی وجہ سے ان لہروں کی کسی چیز میں سے گزر جانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز ہماری حمد و ثناء بیان کرتی ہے یعنی کائنات میں موجود ہر شئے بولتی، سنتی اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہے۔

''ساتواں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت بیان کر رہی ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔''

(سورۃ بنی اسرائیل۔ ۴۴)

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ پرندوں اور پہاڑوں کی تسبیح کرنے کی توجیہہ میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قوی ہمت والا نفس جب کسی کیفیت سے بھر جاتا ہے تو اس کے قریب رہنے والے نفوس اور ان کی طبیعت میں بھی اس کی کیفیت سرائیت کرتی ہے اور جب وہ کسی پتھر یا درخت سے وقت کے موافق کوئی معرفت سنتا ہے تو اس کی قوت دوسرے لوگوں میں بھی سرایت کرتی ہے اور پھر وہ بھی اسی طرح سنتے ہیں جس طرح اس نے سنا تھا۔

''اور ہم نے دی داؤد کو اپنی طرف سے بڑائی، اے پہاڑ و پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے پرندو۔ اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا کہ بنائے کشادہ زرہیں اور اندازے سے جوڑ کر کڑیاں، اور کرو تم سب سے کام بھلا میں جو کچھ کرتے ہو دیکھتا ہوں۔''

(سورۃ سبا: ۱۰۔۱۱)

ا۔ علم لدنی کے عالم قلندر بابا اولیاءؒ کتاب تذکرہ تاج الدین بابا میں لکھتے ہیں:

''یہ قانون بہت فکر سے ذہن نشین کرنا چاہئے کہ جس قدر خیالات ہمارے ذہن میں دور کرتے رہتے ہیں ان میں بہت زیادہ ہمارے معاملات سے غیر متعلق ہوتے ہیں ان کا تعلق قریب اور دور کی ایسی مخلوق سے ہوتا ہے جو کائنات میں کہیں نہ کہیں موجود ہیں اس مخلوق کے تصورات لہروں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔

اناکی لہروں کے بارے میں بھی چند باتیں فکر طلب ہیں۔ سائنسدان روشنی کو زیادہ سے زیادہ تیز رفتار قرار دیتے ہیں لیکن وہ اتنی تیز رفتار نہیں کہ زمانی و مکانی، فاصلوں کو منقطع کردے البتہ اناکی لہریں لاتناہیت میں بیک وقت ہر جگہ موجود ہیں زمانی، مکانی فاصلے ان کی گرفت میں رہتے ہیں۔

۲۔انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کا طریقہ رائج رہا ہے۔ آوازوں کی لہریں سننے والوں کو مطلع کرتی رہتی ہیں، دیکھا گیا ہے کہ گونگا آدمی اپنے ہونٹوں کی جنبش سے سب کچھ کہہ دیتا ہے۔ جانور آواز کے بغیر ایک دوسرے کو اپنا حال بتا دیتے ہیں۔ درخت بھی آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ گفتگو صرف آمنے سامنے کے درختوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ دور دراز ایسے درختوں میں بھی ہوتی ہے جو ہزاروں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہی قانون جمادات میں رائج ہے۔ کنکروں، پتھروں، چرند، پرند میں رائج ہے۔ مٹی کے ذرات میں بھی من و عن اس طرح تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ چرند پرند اور پہاڑ اللہ کی حمد بیان کرتے تھے اس میں بھی وہی قانون کارفرما ہے۔

۳۔ ساری کائنات میں ایک ہی شعور کارفرما ہے اس کے غیب و شہود کی ہر لہر دوسری لہر کے معنی سمجھتی ہے چاہے یہ دونوں لہریں کائنات کے دونوں کناروں پر واقع ہوں۔ تفکر اور مسلسل توجہ کے ساتھ ہم پیغمبرانہ طرز فکر حاصل کرکے اپنے سیارے اور دوسرے سیاروں کے احوال سے باخبر ہو سکتے ہیں۔ اناکی لہروں کا علم حاصل کرکے چرند، پرند، اشجار، پہاڑ اور کائنات میں بسنے والی ایک مخلوق یا بے شمار مخلوقات کی زبان سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ کے لئے جدوجہد کرنے اور مستقل مزاجی کے ساتھ مسلسل توجہ دینے سے ''ذہن'' کائناتی لاشعور میں تحلیل ہو جاتا ہے۔

لوہے سے ایجادات کا ظہور

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو لوہے کے استعمال پر قدرت عطا فرمائی تھی اور آپ لوہے کو ہاتھوں کے ذریعے ڈھالنے پر ملکہ رکھتے تھے۔ آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ لوہے کا باقاعدہ استعمال پہلے پہل ۱۰۰۰ ق م سے ۱۲۰۰ ق م میں ہوا اور یہ حضرت داؤدؑ کے دور کا زمانہ ہے۔

آپ کے زمانے میں لوہے کو پگھلانے اور اس سے چیزیں تیار کرنے کے طریقے دریافت ہو چکے تھے لیکن وہ اتنے پیچیدہ تھے کہ ان سے تیار کی جانے والی اشیاء بہت قیمتی تصور کی جاتی تھیں۔ حضرت داؤدؑ نے آہن سازی کے نئے طریقوں کو فروغ دیا جس کی بدولت لوہے کا استعمال عام ہو گیا اور اس تحقیق کی بدولت آپ کی قوم کو جنگوں میں بھی برتری حاصل ہونے لگی۔ کیونکہ اس زمانے میں جنگ کے دوران حفاظت کا سب سے موثر ذریعہ زرہیں اور خود تھے۔ آپ نے آہن سازی کی صنعت کو عروج پر پہنچا دیا۔

موسیقی، ساز اور آواز میں خوبصورت آہنگ ہے۔ نئے سُر اور ساز تخلیق کرنا اس وقت ہی ممکن ہے جبکہ موسیقار ساز و آواز کے قوانین سے واقف اور ان پر عبور بھی رکھتا ہو۔ حضرت داؤدؑ خوش الحان تھے اور آوازوں کے علم کے ماہر تھے۔ ان صلاحیتوں کی بناء پر آپ نے عبرانی موسیقی کو نئے زاویے دیئے اور اس کے اصول مدون کئے۔ ساتھ ہی آپ نے مصری اور بابلی مزامیر پر تجربات کئے اور نئے آلات موسیقی ایجاد کئے۔

حضرت داؤدؑ ذاتی اخراجات کیلئے رقم بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ بلکہ لوہے کی زرہیں بنا کر انہیں فروخت کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ کی فوج میں اوریاہ نامی ایک افسر تھا۔ اس کی بیوی نہایت حسین و جمیل عورت تھی۔ حضرت داؤدؑ نے اوریاء سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اسے طلاق دیدے تاکہ آپ اس سے شادی کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے واقعاتی اور تمثلاتی کردار پیش کر کے آپ کو صحیح فیصلے کی ترغیب دی۔

’’پھر تمہیں کچھ خبر پہنچی ہے ان مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر اس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر خائف ہو گیا۔ انہوں نے کہا، 'ڈریئے نہیں، ہم مقدمہ کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے، بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس نے مجھے گفتگو میں دبالیا۔' داؤد نے جواب دیا۔ 'اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا اور واقعی یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔' (یہ بات کہتے کہتے) داؤد سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔ تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کیا اور یقیناً ہمارے ہاں اس کے لئے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔‘‘

(سورۃ ص: ۲۱۔۲۵)

حضرت داؤدؑ ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ اندر کی آنکھ نے دیکھا کہ بیت المقدس پر ملائکہ اتر رہے ہیں۔ بیت المقدس جالوت نے منہدم کرادیا تھااور اس کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ آپ نے رب کریم کے حضور استدعا کی کہ بیت المقدس کی تعمیر کو ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی بنادے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں لوگوں نے سنیچر کے دن کا احترام ترک کردیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق بنی اسرائیل کو سنیچر کے احترام کی تاکید کی گئی تھی، انہیں حکم تھا کہ ہفتہ کا دن عبادت کے لئے مخصوص ہے اس روز شکار نہ کریں اور دنیاوی مشاغل ترک کردیں۔ شہر ایلہ میں آباد اسرائیلیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جمعہ کے دن دریا کے کنارے بہت سے گڑھے کھود دیتے تھے اور نالیاں بناکر دریا کا پانی گڑھوں میں جمع کردیتے تھے۔ پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی گڑھوں میں پہنچ جاتی تھیں اور وہ اتوار کی صبح مچھلیاں پکڑ لیتے تھے۔ حضرت داؤدؑ نے انہیں اس عمل سے باز رہنے کی ہدایت کی لیکن بنی اسرائیل نے یہ وطیرہ ترک نہیں کیا۔ نافرمانی کی سزا کے طور پر ان کی شکلیں مسخ کرکے بندر بنادیا گیا عقل وحواس تو قائم رہے لیکن قوت گویائی ختم ہوگئی۔ ان کے جسم سے بدبو کے بھبکے اٹھنے لگے اور تین روز تک روتے روتے مرگئے۔ ان کی تعداد تقریباً ستر ہزار بتائی جاتی ہے۔

''اور جان چکے ہو کہ جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں، تو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے ہوئے۔''

(سورۃ البقرہ۔ ۶۵)

شاہ ولی اللہؒ کی تشریح

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے شکلیں مسخ ہونے کی تشریح اس طرح کی ہے کہ :

''مچھلی فاسد المزاج اور بدبودار ہوتی ہے۔ اللہ کے حکم کے خلاف، نافرمانی کرکے جب بنی اسرائیل اس کو کھاتے رہے تو ان میں فساد مزاج سرائیت کرگیا اور ان کے جسم مثالی میں بگاڑ پیدا ہوگیا۔ (اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد غذا حرام ہوگئی) حلال خوراک سے جو انرجی بنتی تھی اس میں تبدیلی آگئی۔ یہ تبدیلی بڑھتے بڑھتے جب تکمیل کو پہنچ گئی تو ان کے جسموں پر بندروں کی طرح بال نکل آئے وہ بندر بن گئے اور ان پر ذلت ورسوائی مسلط ہوگئی۔

لیزر شعاعیں

حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں میں ایسی توانائی تھی کہ ''لوہا'' ان کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ اور وہ بڑی آسانی سے لوہے کو ہاتھوں سے موڑ کر زرہ اور کڑیاں بنالیتے تھے اور کڑیاں جوڑ کر زنجیر بن جاتی تھی۔

موجودہ دور سائنسی دور ہے اور اس دور میں شعور نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات کی تشریح آسان ہو گئی ہے۔ لیزر شعاع اور عام روشنی میں یہ فرق ہے کہ عام روشنی سات مختلف رنگوں سے مل کر بنی ہے لیکن لیزر یک رنگ شعاع ہے۔ عام روشنی کو منشور (Prism) میں سے گزارا جائے تو وہ سات مختلف رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے لیکن لیزر شعاع منشور میں سے گزرنے کے بعد بھی اپنے ایک رنگ میں برقرار رہتی ہے۔ نیز یہ کہ لیزر شعاع کا پھیلاؤ کم ہوتا ہے مثلاً عام روشنی کی بیم ۱۰۰۰ فٹ دور کسی دیوار پر ڈالی جائے تو روشنی تقریباً ۲۰۰ فٹ علاقہ میں پھیل جائے گی اور اس کی طاقت کم ہو جائے گی جبکہ لیزر شعاع کا پھیلاؤ زیادہ سے زیادہ آدھ یا ایک فٹ ہو گا اور اس کی طاقت بھی برقرار رہے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام روشنی میں شامل ہر رنگ کی لہر کا طول موج (Wave Length) مختلف ہوتا ہے۔

جب ایک لہر کا فراز دوسری لہر کے نشیب سے ٹکراتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو رد کر دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ روشنی اپنے منبع سے اخراج کے بعد مختلف سمتوں میں سفر شروع کر دیتی ہے۔ جبکہ لیزر شعاع میں لہروں کے نشیب و فراز یکساں ہوتے ہیں اس لئے یہ ایک دوسرے میں پیوست اور متحد رہتی ہیں اور ایک سیدھ میں طویل فاصلہ طے کر لیتی ہیں اور ہمیشہ یکساں حالت میں رہتی ہیں۔

ہر شئے کے مالیکیول ایک خاص فریکوئنسی سے حرکت کرتے ہیں۔ ان پر بجلی یا حرارت وغیرہ اثر انداز ہو تو ہر ایٹم سے جداگانہ طور پر فوٹون کا اخراج ہوتا ہے اور دوسرے ایٹموں سے خارج ہونے والے فوٹون سے اس اخراج کا کوئی تعلق یا نسبت نہیں ہوتی چنانچہ روشنی کی شعاع جو کہ فوٹون پر مشتمل ہوتی ہے برقی مقناطیسی لہروں کا پیچیدہ آمیزہ بن جاتی ہے۔

لیزر کا اصول یہ ہے کہ فوٹون کا اخراج ہر ایٹم خود نہ کرے بلکہ اسے ایسے اخراج پر مجبور کیا جائے جس میں فوٹون ایک ہی سمت میں خارج ہوں اور ان سب کا فیز (نشیب و فراز) ایک ہی ہو۔ کسی ایٹم کو جب عام حالت میں توانائی فراہم کی جاتی ہے تو وہ بلند سطح پر چلا جاتا ہے۔

اس حالت کو برانگیختہ حالت کہتے ہیں۔ ایٹم دوبارہ اپنی عام حالت میں آنا چاہتا ہے چنانچہ وہ توانائی جو اس نے جذب کی تھی روشنی کے چھوٹے چھوٹے پیکٹوں کی شکل میں خارج کرتا ہے۔ یہی پیکٹ فوٹون کہلاتے ہیں۔ اب اگر کوئی ایسا طریقہ استعمال کیا جائے جس کے ذریعہ یہ فوٹون ایک ہی سمت میں اور ایک ہی فیز میں حرکت کریں تو ہمیں طاقتور شعاع لیزر (Laser) حاصل ہو جائے گی۔

ہر مقناطیسی لہروں پر مشتمل لیزر شعاع اصل میں یک رنگی روشنی (Mono Chromatic Light) کی ایک انتہائی طاقتور صورت ہے جو کہ طیف (Spectrum) کے مرئی (Visible) حصے کے علاوہ بالا بنفشی (Ultra Violet) اور زیریں سرخ (Infra Red) حصہ میں بھی ہوتی ہے۔ مرکری اور سوڈیم سے خارج شدہ روشنی اس کی ایک قریبی مثال ہے۔

ٹھوس اشیاء کو کاٹنے اور ان میں سوراخ کرنے کے لئے جو لیزر استعمال ہوتی ہے وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ لیزر کہلاتی ہے جو کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور نائٹروجن کے باہم ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہایت طاقتور اور شدت کی زیریں سرخ شعاعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ایسی لیزر کسی جسم میں داخل ہو کر اس کی اندرونی توانائی بڑھا دیتی ہے نتیجتاً اس حصے کا درجہ حرارت لیزر کے ٹکراؤ کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے اور وہ بخارات بن کر اڑ جاتا ہے۔

لیزر پر جدید تحقیق اور نت نئے طریقوں سے لیزر شعاع پیدا کرنے سے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں لیزر کا استعمال عام نہ ہو۔

تخلیق روشنی کے تانے بانے پر قائم ہے

تخلیقی پروسیس (Process) کے مطابق ہر فرد روشنی کے جال پر نقش ہے۔ یہ جال مفرد اور مرکب لہروں سے بنا ہوا ہے۔ ہر انسان میں مرکب لہروں کے ساتھ مفرد لہریں بھی موجود ہیں۔ اسمائے الٰہی کے علوم کے تحت مفرد لہروں کو کہیں بھی عارضی طور پر ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت داؤدؑ جب لوہے کی زرہیں، خود اور دوسری اشیاء بناتے تھے تو مفرد لہروں یعنی لیزر شعاعوں کو ہاتھوں میں سے گزار دیتے تھے اور ان کے ہاتھوں میں لوہا مولڈ ہو جاتا تھا اور وہ لوہے کو حسب منشاء موڑ لیتے تھے اور انگلیوں میں لیزر شعاعوں کو جمع کر کے سامان حرب تیار کر لیتے تھے۔ ترکی کے میوزیم توپ کاپی میں حضرت داؤدؑ کے زمانے کی لوہے کی ہنڈیاں رکھی ہوئی ہے۔ جو اس طرح بنائی گئی ہے کہ جیسے کمہار ہاتھ سے مٹی کی ہنڈیا بناتا ہے۔

کائنات کی ساخت دو رخوں پر کی گئی ہے۔ کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں۔ ان مخلوقات میں قابل تذکرہ مخلوقات فرشتے، جنات اور انسان ہیں۔ یہ تینوں مخلوقات ہماری زمین کی طرح ہر عالم اور ہر زمین پر موجود ہیں۔ ہماری زمین پر بے شمار گیسس بھی ہیں۔ ان گیسس کو روشنیاں فیڈ کرتی ہیں۔ روشنی لہروں کی صورت میں سفر کرتی ہے۔ فرشتوں اور جنات کی تخلیق میں مفرد لہریں اور انسان کی تخلیق میں مرکب لہریں کام کرتی ہیں۔ کپڑے کی مثال سے بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

کپڑا تانے بانے سے بنا جاتا ہے۔ تانے اور بانے کو شعاع یا لہر قرار دے دیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ متحرک لکیریں (دھاگے کے تار) اگرچہ ایک دوسرے سے الگ ہیں مگر ایک دوسرے میں پیوست بھی ہیں۔ اسی طرح مرکب لہروں کے بجائے ایک سیدھی لہر (ایک دھاگہ) سے کپڑا بنا جائے اور اس کپڑے کے اوپر اعضاء کے نقوش سے تصویر بنائی جائے تو یہ تصویر فرشتے یا جن کی تصویر ہو گی۔ اور اگر اس کپڑے پر بانے کی طرح ایک دوسری حرکت جو پہلی حرکت کے خلاف سمت میں جاری و ساری ہے آکر پیوست ہو جائے تو اس کپڑے کے اندر بہت سے نقش و نگار بن جائیں گے۔ یعنی تانے بانے یا مرکب لہروں پر نقش و نگار کا نام آدمی ہے اور یہی انسان کی دنیا ہے۔

مفرد لہر اور مرکب لہر

ایک لہر یا حرکت مفرد جنات کی دنیا ہے اور دوہری لہر یا حرکت مرکب انسان کی دنیا ہے۔ مفرد لہر یا نسمہ مفرد کا جسم مادی آنکھ سے نظر نہیں آتا البتہ مرکب لہر سے بنا ہوا مادی جسم نظر آتا ہے۔

مفرد لہر ہر شئے میں سے گزر جاتی ہے۔ اگر انسان کے اوپر مفرد لہر کا غلبہ ہو جائے تو وہ ٹھوس دیوار میں سے گزر جاتا ہے۔ آسمانوں میں پرواز کرتا ہے۔ کسی شئے کی ماہیت قلب کر سکتا ہے۔

فرشتوں کے لئے ہماری ٹھوس دنیا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ ہوا کی طرح موٹی سے موٹی دیوار میں سے گزر جاتے ہیں۔ اسی طرح جنات بھی مادے کے ٹھوس پن سے متاثر نہیں ہوتے۔ جب لوہے کو بھٹی میں ڈال دیتے ہیں تو بھٹی میں آگ کی تیز تپش 1539 ڈگری سینٹی گریڈ لوہے کے نسمہ مرکب کو نسمہ مفرد سے مغلوب کر دیتی ہے۔ نسمہ مرکب مغلوب ہونے سے چونکہ نسمہ مفرد غالب ہو جاتا ہے اس لئے لوہا نرم ہو جاتا ہے۔

حضرت داؤدؑ جب اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے علوم اور تفویض کردہ اختیارات سے ارادہ کرتے تھے تو لوہا ان کے ہاتھوں میں موم ہو جاتا تھا۔ یعنی ان کے ہاتھ میں دور کرنے والی نسمہ مرکب کی لہریں نسمہ مفرد میں منتقل ہو کر 1539 ڈگری سینٹی گریڈ ہو جاتی تھیں۔ اور جب ارادے کی تکمیل ہو جاتی تھی تو ہاتھوں میں دور کرنے والی غالب مفرد لہریں مرکب لہروں سے مغلوب ہو جاتی تھیں اور ان کے ہاتھ معمول کے مطابق کام کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت داؤدؑ لیزر شعاعوں کی Equation سے واقف تھے اس لئے جب وہ لیزر شعاعوں کو استعمال کرتے تھے تو سخت لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ، کڑیاں، زنجیریں اور خود (آہنی ٹوپی) بنا لیتے تھے۔

☆☆☆☆☆

حضرت طالوت علیہ السلام (Saul)

حضرت طالوت علیہ السلام کا تعلق قبیلہ بن یمین سے تھا۔ جو بیت لحم کے قریب ایک وادی زیفام میں آباد تھا۔ نہایت وجیہہ اور قد آور تھے۔ غریب خاندان کے فرد تھے۔ حضرت طالوت علیہ السلام کے والد قیس کے گدھے گم ہوگئے۔ آپ انہیں تلاش کرنے نکلے تو حضرت سموئیلؑ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت سموئیلؑ نے انہیں سینے سے لگایا۔ خوب خاطر مدارات کی۔ سر پر مقدس تیل کی مالش کی، پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا!

''خداوند نے تجھے مسح کیا تاکہ تو اس کی میراث کا پیشوا ہو۔''

حضرت سموئیلؑ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام جیوئیل (Joel) اور دوسرے کا نام ابیاہ (Abiah) تھا۔ دونوں بیٹے قاضی کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے لیکن طمع اور ہوس نے انہیں راہ راست سے دور کر دیا تھا وہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے تھے۔

کتاب سموئیل کے پہلے باب میں ہے:

''اس کے بیٹے اس کی راہ پہ نہ چلے، وہ نفع کے لالچ سے رشوت لیتے تھے اور انصاف کا خون کر دیتے تھے۔''

اس زمانے میں مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم پر آباد عمالقہ میں سے جالوت نامی جابر و ظالم حکمران تھا جس نے آبادیوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو غلام بنا لیا تھا۔ سرداروں اور معزز افراد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا۔ جبکہ باقی مغلوب افراد پر خراج مقرر کر دیا۔

بنی اسرائیل کے سردار جمع ہو کر حضرت سموئیل کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ان کے لئے بادشاہ کا تقرر کیا جائے۔ حضرت سموئیلؑ بنی اسرائیل کی سیماب صفت طبیعت سے واقف تھے۔ آپ نے انہیں منع کیا لیکن جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے حضرت طالوت علیہ السلام کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ حضرت طالوت علیہ السلام نادار اور غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کبھی ان کے پاس جاہ و حشم نہیں رہا۔ ایسے شخص کو سرداری کا منصب نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت سموئیلؑ نے کہا حضرت طالوت علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے اور انہیں علم و حکمت سے نوازا ہے۔ انہیں طاقت عطا کی ہے۔

وعدے سے انحراف

''کیا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے موسیٰؑ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں۔ تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ تم لڑنے سے پہلو تہی کرو، وہ کہنے لگے کہ ہم خدا کی راہ میں کیوں نہ لڑینگے جبکہ ہم وطن اور بال بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں لیکن جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو چند لوگوں کے سوا سب پھر گئے۔ اور خدا ظالموں سے خوب واقف ہے اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ خدا نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے مل سکتا ہے۔ جبکہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اسے مالی فراخی بھی عطا نہیں ہوئی۔ اس نے کہا! اللہ نے اسے تم پر یقیناً فوقیت دی ہے اور اسے علمی اور جسمانی لحاظ سے فراخی عطا کی ہے، اللہ جسے چاہے بادشاہی دے اور اللہ کشائش دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔''

(سورۃ البقرہ: ۲۴۶۔۲۴۷)

''اور کہا ان کو ان کے نبی نے نشان اس سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے موسیٰؑ اور ہارونؑ کی اولاد، اٹھا لاویں اس کو فرشتے۔ اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر یقین رکھتے ہو۔''

(سورۃ البقرہ۔ ۲۴۸)

تابوت سکینہ

تابوت سکینہ (جسے بنی اسرائیل عہد کا صندوق کہتے ہیں) میں توراۃ کا اصل نسخہ محفوظ ہے۔ جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود لکھوایا تھا۔ اس کے علاوہ اس میں پتھر کی وہ تختیاں بھی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سینا میں عطا کی تھیں۔

تبرکات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت ہارون علیہ السلام کا پیرہن اور آسمانی غذا ''من'' محفوظ تھی۔

عہد کا صندوق اشدودلے گئے۔ اشدودی قوم نے صندوق کو اپنے سب سے بڑے بت ''وجون'' کے مندر میں رکھ دیا۔ جب لوگ صبح عبادت کے لئے جمع ہوئے تو دیکھا کہ ''وجون'' دیوتا منہ کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہے۔ یہ واقعہ روزانہ پیش آنے لگا۔

ایک دن پجاریوں نے دیکھا کہ دیوتا کا سر نہیں ہے اور اس کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں ہیں۔ لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔ کچھ دنوں بعد شہر میں طاعون کی وباء پھیل گئی اور لوگ ہلاک ہونے لگے۔ پنڈت صلاح مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ صندوق کو ''وجون دیوتا'' کے مندر سے ''جات'' شہر بھیج دیا جائے۔ وہاں بھی صندوق کے اثرات برقرار رہے۔ جات سے صندوق کو عقرون شہر منتقل کر دیا گیا۔ طاعون وہاں بھی پہنچ گیا۔ ہزاروں افراد مر گئے۔ مذہبی پیشوا جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ صندوق بنی اسرائیل کو واپس کر دینا چاہئے۔

صندوق کو بیل گاڑی میں رکھ کر بیلوں کو بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا۔ گاڑی حضرت یوشع علیہ السلام کے کھیت میں آکر کھڑی ہو گئی۔ سات ماہ دشمنوں کے قبضے میں رہنے کے بعد ''عہد کا صندوق'' بنی اسرائیل کو واپس مل گیا۔

فلسطین کی اشدودی قوم اور عمالقہ نے بنی اسرائیل کو پھر ایک بار تاراج کرنے کی تیاری کی۔ حضرت طالوت علیہ السلام اس حملے کو ناکام بنانے کے لئے اپنی فوجیں لے کر آگے بڑھے۔

بنی اسرائیل طالوت علیہ السلام کو بادشاہ تسلیم کر کے جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور ستر یا اسی ہزار افراد کا لشکر جنگ کے لئے روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہیوں کے ایمان کی پختگی اور اولوالعزمی کی آزمائش کریں۔

حضرت طالوتؑ نے فوج کو ہدایت کی کہ راستے میں موجود دریا پار کرتے ہوئے کوئی شخص چلو بھر پانی سے زیادہ نہیں پیئے۔ شدید تشنگی کے عالم میں بہت کم لوگوں نے اطاعت گزاری کی اور حکم کے مطابق چند گھونٹ پانی پیا۔ زیادہ تر لوگ نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ جن لوگوں نے پانی خوب پیا تھا ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے۔ پیاس اور زیادہ بڑھ گئی جس کی وجہ سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔

مختصر فوج دریا پار جمع ہوئی۔ جنگی تیاری اور حربی سامان دیکھا تو بنی اسرائیل نے تھکاوٹ کا عذر پیش کر کے جہاد سے انکار کر دیا۔

حضرت طالوت علیہ السلام نے لشکر کی ہمت بندھائی اور انہیں آلات حرب اور ساز و سامان کی تعداد کے بجائے اللہ کی قدرت و قوت اور حاکمیت پر یقین رکھنے کی تلقین کی۔

''پھر جب طالوت اپنی فوجوں کو لے کر نکلا تو اس نے کہا یقیناً ایک نہر کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے گا وہ میرا ہے۔ ہاں اگر کوئی چلو بھر پانی پی لے (تو مضائقہ نہیں) پھر چند ایک کے سوا سب نے پانی پی لیا پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو طالوت سے کہنے لگے کہ آج ہم میں

جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، کہنے لگے کہ بہت سی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

(سورۃ البقرہ۔۲۴۹)

حضرت طالوتؑ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی:

"اے رب ہمارے! ہم پر صبر (قوت برداشت) نازل کر اور ہمیں ثابت قدمی عطا کر اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر۔"

(سورۃ البقرہ۔۲۵۰)

جالوت

دشمن فوج کا سپہ سالار جالوت نہایت قد آور مضبوط ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔ جالوت جاہ و جلال کے ساتھ فوج میں سے نکل کر میدان میں آیا اور مبارزت طلب کی۔ اس کے قد و قامت اور جاہ و حشمت سے بنی اسرائیل متاثر ہو گئے۔ مقابلے کے لئے کوئی میدان میں نہ اترا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت طالوتؑ کی فوج میں شامل حضرت داؤدؑ جو ابھی کم عمر نوجوان تھے، مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور بنی اسرائیل کو اللہ نے فتح سے نوازا۔

"پھر شکست دی ان کو اللہ کے حکم سے اور مارا داؤد نے جالوت کو اور دی اللہ نے اس کو سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اس کو جو چاہا۔"

(سورۃ البقرہ۔۲۵۱)

حضرت طالوت علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل نے متعدد فتوحات حاصل کیں اور ایک عظیم اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حضرت طالوتؑ ایک عرصے تک فرمانروا اور پیشوا کی حیثیت سے بنی اسرائیل کی معاشرتی، تہذیبی، تمدنی اور مذہبی اصلاح کرتے رہے اور تعلیمات موسوی کی تبلیغ، ترویج اور شریعت موسوی کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔

تابوت سکینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات تھے جو اشدودی قوم لے گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے عہد کا یہ صندوق بنی اسرائیل کو واپس دلانے کیلئے یہ تدبیر کی کہ ان کے سب سے بڑے بت کا سر ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا اور اس کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ علاقہ میں طاعون پھیل گیا۔ بالآخر اشدودی قوم نے تابوت سکینہ بنی اسرائیل کو واپس کر دیا۔

طاعون کیا ہے؟

طاعون ایک بیماری ہے جو بیکٹیریا Yersinia pestis کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ جراثیم چوہوں میں پایا جاتا ہے۔ ان چوہوں کے جسموں پر رہنے والی جوئیں اس کا باعث بنتی ہیں۔ جو انسان کو کاٹتی ہیں تو انسانی جسم میں جراثیم داخل ہو جاتے ہیں۔ چوہوں کا فضلہ، تھوک وغیرہ کے جراثیم انسانی غذا میں شامل ہونے یا زخم کے ذریعے خون میں شامل ہونے سے بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ طاعون میں شدید بخار، سر میں درد، جسم میں اور جوڑوں میں شدید درد ہوتا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔

طاعون پورے جسم میں تیزی سے پھیلتا ہے۔ گلے، بغل اور چڈوں کے غدود گچھوں کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ غدود بھرے ان گچھوں میں مواد پڑ جاتا ہے اور یہ پھوڑے کی طرح پھٹ جاتے ہیں۔ بلغم، معدے، آنتوں اور پیشاب میں خون آنے لگتا ہے۔ گردن توڑ بخار ہو جاتا ہے اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور آدمی مر جاتا ہے۔

طاعون میں نمونیا ہو جاتا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، ہونٹ اور چہرہ نیلا پڑ جاتا ہے۔ سانس میں شدید گھٹن اور تکلیف ہوتی ہے۔ وریدوں اور شریانوں سے خون رسنے لگتا ہے اور مریض دو یا پانچ دن میں مر جاتا ہے۔

کالے طاعون سے جلد پر سیاہ ابھرے ہوئے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ پھر ان میں مواد پڑ جاتا ہے۔ اس جگہ کی جلد مردہ ہو کر جھڑ جاتی ہے۔

حضرت طالوت علیہ السلام کے قصے میں جن باتوں کا بطور خاص ذکر ہوا ہے وہ یہ ہیں۔ صندوق جس میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی نشانیاں ہیں فرشتے تم تک پہنچا دینگے۔

اشدودی قوم نے صندوق اپنے مندر میں رکھ دیا۔ رات کو وجون، دیوتا منہ کے بل گر گیا۔ انہوں نے بت کو پھر کھڑا کر دیا۔ وجون دیوتا کا سر گردن سے الگ ہو گیا اور اس کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ شہر میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔

حضرت طالوت علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا! مختصر اور چھوٹی جماعت ہونے کی وجہ سے خوف نہ کرو۔ اللہ نے بہت چھوٹی جماعتوں کو بڑی بڑی فوج پر فتح عطا کی ہے۔

حضرت طالوت علیہ السلام نے جو غریب خاندان کے فرد تھے اپنی تدبیر اور علم و حکمت اور اللہ کے فضل سے عظیم اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی اور طویل عرصے تک حکومت کی۔

☆☆☆☆☆

حضرت عزیر علیہ السلام

بنی اسرائیل نے جب حضرت یرمیاہؑ کی تعلیمات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت یرمیاہؑ نے بنی اسرائیل کی غلامی کی پیشن گوئی کی۔ بخت نصر نے ارض مقدس پر حملہ کیا۔ اس حملے میں بیت المقدس کو شدید نقصان پہنچا اور بنی اسرائیل کا مالی اور جانی بہت زیادہ نقصان ہوا۔ توراۃ کے تمام نسخے جلا کر راکھ کر دیئے گئے۔ اسرائیلیوں کو قید کر کے بابل لے جایا گیا۔ ان قیدیوں میں کم سن حضرت عزیرؑ بھی شامل تھے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی ابتدائی تربیت بابل میں ہوئی۔ حالت اسیری میں حضرت دانیالؑ نے تربیت کی۔

بابل شہر

بخت نصر نے اسرائیلی اسیروں میں سے صاحب علم و دانش کو شاہی دربار سے منسلک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی نظر انتخاب چار افراد پر پڑی۔ حضرت دانیالؑ، حنیاہؑ، میسا ایلؑ اور حضرت عزیرؑ۔ ان چاروں افراد کو کلدانی (بابلی زبان) زبان سکھائی گئی۔ شاہی خلعت دی گئی اور شاہی دستر خوان پر کھانے کا انتظام ہوا۔ لیکن شاہی غذا میں غیر شرعی اشیاء بھی شامل تھیں۔ لٰہذا ان لوگوں نے شاہی غذا کھانے سے انکار کر دیا۔ بخت نصر کو جب اس کا علم ہوا تو ان چاروں افراد کو دربار میں طلب کر کے ان سے گفتگو کی۔ حضرت عزیرؑ نے اخلاق و آداب پر تقریر کی۔ بخت نصر حضرت عزیر علیہ السلام کی قابلیت سے بے حد متاثر ہوا اور آپ کو بابل کا گورنر بنا دیا۔

وادی دجلہ و فرات مہذب و متمدن اور مقتدر اقوام کا مرکز رہی ہے۔ ان اقوام میں بابلی قوم بھی شامل ہے۔ بابل سلطنت بابلیہ کا دارالحکومت تھا۔ یہ شہر تمام اشوری شہروں سے زیادہ پر شکوہ اور قدیم تھا۔ شہر کا حدود اربعہ ۵۶ میل تھا۔ دیوار پناہ ۳۲۰ فٹ اونچی اور ۸۰ فٹ چوڑی تھی۔ اس طویل اور چوڑی دیوار میں (۱۰۰) سو دروازے تھے (ان سب دروازوں پر تانبے کی پتریاں چڑھی ہوئی تھیں، دور سے دیکھنے پر گمان ہوتا تھا کہ پورا دروازہ تانبے کا بنا ہوا ہے)۔ دیوار بابل تقریباً ۴۲۰ فٹ لمبی تھی۔ اس سے تقریباً ۳۸ فٹ باہر ۲۵ فٹ موٹی ایک اور دیوار تھی۔ جس کے بعد ۱۲ فٹ چوڑی ایک اور دیوار تھی۔ اندرونی دو دیواروں کی درمیانی جگہ کو ملبہ ڈال کر دیوار کے اوپر چوڑا راستہ بنا دیا گیا تھا۔ جس پر حفاظتی دستے گھوڑوں پر سوار شہر کی حفاظت کے لئے گشت پر رہتے تھے۔

اندرونی دیوار کے ساتھ ہر ۱۶۵ فٹ کے فاصلے پر ۷۲ فٹ اونچا حفاظتی مینار تھا۔ اس طرح کے کل ۳۶۰ مینار تھے۔

شہر کے مرکز سے ایک عظیم الشان شاہراہ شمال سے جنوب کی سمت جاتی تھی۔ یہ شاہراہ ۷۳ فٹ چوڑی تھی۔ اس کے دونوں کناروں پر ۲۳ موٹی موٹی اونچی دیواریں تھیں۔ جو نہایت چمکدار، رنگین اور روغنی اینٹوں سے مزین تھیں۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ ہر ۶۴ فٹ کے فاصلے پر نیلے پس منظر میں پتھر کے سرخ اور زرد ٹائل لگے ہوئے تھے۔ اینٹوں سے بنی ہوئی سڑک پر اسفالٹ بچھایا گیا تھا اور اس پر چونے کے پتھر کی بڑی بڑی سلیں رکھ دی گئی تھیں۔ ہر سل پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

''بخت نصر بن بنو بلیہ بابل کے بادشاہ نے یہ شاہراہ بابل بنائی ہے۔ ستاروں کی سلوں سے، پروردگار عظیم مردوک کے جلوس کے لئے، ہمارا آقا خداوند مردوک۔''

اس شاہراہ پر سے بابل کے بڑے دیوتا مردوک کے پروہتوں کا جلوس گزرتا تھا۔ پروہت کے ساتھ قربانی کے جانور ہوتے تھے۔

ڈھول بجتے تھے، نفیریاں گیت گاتی تھیں اور ہزاروں پجاری پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ یہ شاہراہ دفاعی نقطۂ نظر سے بھی اہمیت کی حامل تھی۔ شاہراہ فصیل شہر سے اندرونی قلعے کی طرف جاتی تھی۔ دشمن جو قلعے پر طوفان بن کر آتے تھے اسے ''راہ مقدس'' سے ہو کر وہاں پہنچنا پڑتا تھا۔ لیکن وہاں دشمن کو سڑک کی لمبائی کے ساتھ ساتھ گزرنے والی اونچی دیواروں کے باعث ایک پٹی کی صورت میں چلنا پڑتا۔ دیواروں کی چوٹیوں پر سے بابلی افواج تیروں کی بوچھاڑ کر کے بہ آسانی حملہ آوروں کو ہلاک کر دیتی تھی۔

راہ مقدس ''باب عشتار'' تک جاتی تھی۔ عشتار اہل بابل کی سب سے بڑی دیوی تھی۔ اس کے نام سے موسوم عظیم الشان دوہرا دروازہ تھا۔ اس دروازے کی آرائش سینکڑوں چمکدار اور رنگین سانڈوں اور دیگر جانوروں کی تصویروں سے کی گئی تھی۔

آب رسانی کا نظام

باب عشتار سے کچھ فاصلے پر معلق باغات تھے۔ جو دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہے۔ یہ باغات معلق نہیں تھے۔ چونکہ یہ محلات کی بہت اونچی چھتوں پر لگائے گئے تھے اس لئے نیچے سے دیکھنے والوں کو معلق نظر آتے تھے۔ بخت نصر نے یہ باغات اپنی نوجوان بیوی کے لئے بنوائے تھے۔

بخت نصر نے محل کی زمین میں منڈیروں کا ایک سلسلہ تعمیر کرایا تھا جو منزل بہ منزل ۳۵۰ فٹ بلندی تک چلا جاتا تھا۔ پمپوں کے ذریعے حیرت انگیز نظام آب رسانی سے ان باغوں کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے پانی لایا جاتا تھا۔

مقدس مینار

شہر بابل میں ایک بہت بڑا، بہت اونچا مینار بھی تھا۔ یہ مینار شہر کا مقدس ترین مقام شمار ہوتا تھا۔ مینار ایک بہت بڑے احاطے میں ایستادہ تھا۔ اس کے پاس چھوٹے چھوٹے معبد تھے۔ مینار ہر سمت میں ۲۸۸ فٹ اونچا تھا۔ اس مینار کی چوٹی پر ۴۸ فٹ اونچی ایک عبادت گاہ تھی جس میں مردوک دیوتا کا ایک بت اور دیگر جواہرات سے بنے ہوئے آرائشی سامان تھے۔ عبادت گاہ کی دیواروں پر سونے کی پتریاں چڑھی تھیں۔ اور نیلے رنگ کی روغنی اینٹوں سے مرصع کیا گیا تھا۔ جب مینار کی چوٹی پر دھوپ پڑتی تھی تو پورا بابل منعکس ہونے والی روشنی سے جگمگا اٹھتا تھا۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے گورنر بنتے ہی بت پرستی کی باطل رسم ختم کرنے کا اعلان کیا۔ بخت نصر کو جب علم ہوا تو آپ کو دربار میں بلا کر باز پرس کی۔ آپ نے فرمایا کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ جواب سن کر بخت نصر غضبناک ہو گیا اور حکم دیا کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ تھی لہٰذا آپ پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور آپ آگ میں سے زندہ سلامت نکل آئے۔ یہ دیکھ کر بخت نصر پکار اٹھا، ''عزیر کا خدا مبارک ہو، جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر رہائی بخشی۔ واقعی اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' حضرت عزیرؑ کو ایک بار پھر بابل کا گورنر بنا دیا گیا۔

بیت المقدس کی تعمیر

حضرت عزیر علیہ السلام نے ارض مقدس پہنچ کر کی تعمیر کا آغاز کیا۔ شاہ فارس نے بیت المقدس کی تعمیر میں ہونے والے اخراجات پورے کئے۔

چونکہ توراۃ کے تمام نسخے تلف کر دیئے گئے تھے۔ اسرائیلی ۷۰ سال کی غلامی سے نجات پانے کے بعد توراۃ کو دوبارہ مدون کرنے کے لئے حضرت عزیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آسمان سے دو ''شہاب'' اترے اور حضرت عزیر علیہ السلام کے سینے میں سما گئے اور آپ نے توراۃ لکھوادی۔ بنی اسرائیل کے دلوں میں حضرت عزیر علیہ السلام کی قدر و منزلت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ رفتہ رفتہ لوگوں کی اس قدر و منزلت نے گمراہی کی شکل اختیار کر لی اور انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

''اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔''

(سورۃ توبہ۔ ۳۰)

حیات و ممات

ایک دفعہ کسی بستی میں سے حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ہوا۔ بستی ویران پڑی تھی۔ اس کی تباہ حالی اور بربادی دیکھ کر آپ کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اس تباہ حال بستی کو کس طرح دوبارہ آباد کریں گے؟ حضرت عزیر علیہ السلام نے گدھے کو ایک درخت سے باندھا۔ کھانا سرہانے رکھا اور درخت کے سائے میں لیٹ گئے۔ نیند آگئی اور سو گئے۔ اس ہی لمحے اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کی روح قبض کر لے۔ حضرت عزیر علیہ السلام سو سال تک سوتے رہے۔ حکم ربی سے آپ کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا:

''اے عزیر! کتنی دیر تک سوتے رہے؟'' آپ نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

''نہیں تم سو سال تک مردہ پڑے رہے ہو اور اپنے گدھے اور کھانے کو دیکھو۔'' کھانا ویسا ہی تازہ تھا جیسا رکھا تھا لیکن گدھا مر چکا تھا اور اس کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام بہت حیران ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ کے گدھے کو دوبارہ زندہ کیا۔ آپ کی نظر جب بستی پر پڑی تو اور زیادہ حیران ہوئے کہ بستی پوری طرح آباد اور پر رونق شہر بن گئی تھی۔ آپ اللہ کی قدرت کاملہ دیکھ کر سجدے میں گر گئے اور کہا: ''یا اللہ! تو قادر مطلق ہے۔''

''اور کیا تم نے اس شخص کا حال نہ دیکھا، جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے اسے اللہ دوبارہ کس طرح زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا۔

پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا، بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو؟ اس نے کہا، ایک دن یا کچھ کم۔ فرمایا! بلکہ تم سو برس اسی حالت میں رہے۔ اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیر نہیں آیا ہے۔ اور پھر اپنے گدھے کو دیکھ (کہ وہ گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے نشانی بنانا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست کس طرح اس پر چڑھاتے ہیں۔ پس جب اس کو ہماری قدرت کا مشاہدہ ہو گیا تو اس نے کہا میں یقین کرتا ہوں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(سورۃ البقرہ۔ ۲۵۹)

حکمت

تقریباً ہر گھر میں ڈیپ فریزر اور فرج موجود ہے۔ ہمیں اس بات کا مسلسل مشاہدہ ہے کہ چیزیں جب ٹھنڈی ہو کر منجمد ہو جاتی ہیں تو سڑتی گلتی نہیں ہیں۔ مخصوص گیسیں انہیں محفوظ رکھتی ہیں۔

جس طرح ہر تخلیق کا ہر فرد روشنی کے مفرد اور مرکب جال کے غلاف میں بند ہے۔اسی طرح گیسوں پر بھی روشنی کے جال کا غلاف ہے۔اور ہر گیس کی ماہیت اور مقدار کا تعین اسی روشنی کے غلاف سے ہوتا ہے۔فرد کی حیات و ممات معین مقداروں پر قائم ہے۔اس سارے نظام پر ایک اللہ حاکم ہے۔زندگی کا ہر لمحہ اس کی حاکمیت کے تابع ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے برگزیدہ بندے حضرت عزیر علیہ السلام پر حیات و ممات کے فلسفے کی حقیقت ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ان گیسوں کو یکجا کر دیا جس کے ذریعہ اشیاء ٹھنڈی ہو کر خراب نہیں ہوتیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ پہلے ایجاد کرنے کا خیال آتا ہے پھر مسلسل ریسرچ کے بعد ایجاد کا مظاہرہ ہوتا ہے ایسا ممکن نہیں کہ کوئی ایجاد خیال آئے بغیر اپنا مظاہرہ کر دے سائنس کی کوئی بھی ایجاد ہو پہلے سے عالم غیب میں موجود ہے۔

قانون یہ ہے کہ جب کسی ایک نقطے پر ذہن مرکوز ہو جاتا ہے تو اس نقطے میں مخفی خدوخال وجود کی شکل میں سامنے آجاتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں کھانے کو دو طریقوں سے محفوظ کیا جاتا ہے۔

۱۔کھانے کو فریز کیا جاتا ہے۔

۲۔اس کو ویکیوم یعنی ہوا کے بغیر پیک کیا جاتا ہے جس سے کھانا گلنے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کھانوں کے سالموں کی حرکت تیز ہو جاتی ہے جبکہ فریزر میں درجہ حرارت کم ہونے کی وجہ سے سالموں کی حرکت کم ہو جاتی ہے مالیکیولز کی حرکت تیز ہونے سے ہوا سے Contact بھی زیادہ ہوتا ہے۔کم درجہ حرارت پر کیمیکل ایکشن کم ہوتا ہے اگر کسی بھی طریقے سے سالموں کی حرکت کم یا بہت کم کر دی جائے جیسا کہ فریزر میں فارن گیس کے ایکشن کی وجہ سے ہوتا ہے تو شئے کے مالیکیولز ایک دوسرے میں جذب ہو کر منجمد ہو جائیں گے اور شئے میں Foreign Bodies داخل نہیں ہونگے۔

سانس کی سائنس

وقت کا تعلق حرکت سے ہے اگر شئے کی حرکت کو اس کی موجودہ حرکت سے سو گنا کم کر دیا جائے تو اس حرکت کی نسبت سے ٹائم گزرنے کی رفتار سو گنا کم ہو جائے گی مثلاً ہم ایک منٹ میں اٹھارہ مرتبہ سانس لیتے ہیں اگر ایک منٹ میں ایک سانس لیا جائے تو اٹھارہ سانس لینے کیلئے اٹھارہ منٹ درکار ہونگے لہٰذا ایک منٹ میں اٹھارہ مرتبہ سانس لینے میں وقت اٹھارہ گنا کم ہو جائے گا۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے ایک سو سال میں اندازاً اتنے سانس لئے جتنے ایک دن میں لئے جاتے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنا عرصہ سوئے تو انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے کم۔

مثال: ایک دن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں چوبیس گھنٹوں میں ایک آدمی چوبیس زہار نو سو بیس سانسیں لیتا ہے اس حساب سے اس نے سو سال سونے میں تقریباً نو ارب سانس لئے یعنی ٹائم کی رفتار نو ارب گنا زیادہ ہو گئی۔ اس طرح کھانے کے مالیکیولز کی حرکت بھی اتنی کم ہو گئی کہ وقت ٹھہر گیا اور کھانا خراب نہیں ہوا۔ رہا گدھے کا معاملہ تو اس کے لئے وقت ایسے ہی گزرا جیسا کہ اور چیزوں کیلئے گزرتا ہے اور وہ سو سال میں مر کھپ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

ٹائم اسپیس کا قانون

ہمارے خیال میں اہرام یا Pyramids میں بھی وقت ٹھہر جاتا ہے یا یوں کہیں کہ وہاں بھی مالیکیولز کی حرکت تقریباً صفر ہو جاتی ہے اور ہزاروں سال تک اس میں رکھی ہوئی چیزیں خراب نہیں ہوتیں اور اس کی فضاء میں مراقبہ کرنے والے لوگ ٹائم اور اسپیس سے آزاد ہو کر لاشعور سے قریب ہو جاتے ہیں۔ وقت کی رفتار سے متعلق ایک اور مثال یہ ہے کہ ہم ٹی وی میں کرکٹ کا میچ دیکھتے ہیں۔ فرض کریں بالر جب گیند پھینکتا ہے تو بیٹس مین تک یہ گیند ایک سیکنڈ میں پہنچتی ہے۔ ٹی وی والے جب اس کاری پلے سلو موشن میں دکھاتے ہیں تو گیند کی حرکت کا دورانیہ پانچ سیکنڈ ہو جاتا ہے یعنی حرکت کم ہونے سے وقت میں اضافہ ہو گیا اسی طرح اگر ری پلے کو فاسٹ موشن کر دیا جائے تو وقت ایک سیکنڈ کے بجائے آدھا سیکنڈ یا اس سے بھی کم ہو جائے گا مختصراً یہ کہ وقت کی اکائی کا تعلق رفتار سے ہے۔

مائیکرو ویو فریکوئنسی

دوسری مثال مائیکرو ویو اوون کی ہے۔ مائیکرو ویو اوون میں جب فریز کیا ہوا کھانا رکھا جاتا ہے تو کھانے کے مالیکیولز یا سالمے مائیکرو ویو فریکوئنسی پر حرکت کرتے ہیں۔ یہ حرکت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ جو کھانا چولہے پر پانچ منٹ میں گرم ہوتا ہے مائیکرو ویو اوون میں ایک منٹ میں گرم ہو جاتا ہے۔ یعنی رفتار تیز ہونے سے پانچ منٹ کا وقفہ ایک منٹ میں تبدیل ہو گیا۔

سوال یہ ہے:

۱) حضرت عزیر علیہ السلام سو گئے اور سو سال تک سوتے رہے جب کہ اپنے احساس میں وہ ایک دن یا اس سے کچھ کم سوئے۔

۲) حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا مر گیا اور اس کے جسم پر وہ تمام تاثرات قائم ہو گئے جو کسی مردہ جسم پر ہوتے ہیں۔

۳) ناشتے دان میں کھانا سو سال تک محفوظ رہا۔ نہ وہ سڑا اور نہ وہ گلا؟

یہ تینوں واقعات ایک قطعہ زمین اور ایک ہی فضا میں پیش آئے۔ یہ سب کس طرح ہوا؟

آکسیجن زندگی نہیں ہے!

زندگی کا دارومدار جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے آکسیجن پر نہیں ہے۔اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گھر میں خاندان کے دس افراد ہیں۔ گھر کا صحن، گھر کا برآمدہ گھر کی فضا اور Open Sky Area بھی ایک ہے۔ان دس آدمیوں میں سے ایک آدمی مر جاتا ہے۔ کیوں مر جاتا ہے؟ بتایا جاتا ہے کہ اس لئے مر جاتا ہے کہ آکسیجن ختم ہو گئی۔اگر آکسیجن ختم ہو گئی تو باقی نو آدمی کیوں نہیں مرے؟ ایک آدمی کے لئے آکسیجن کے غبارے میں آکسیجن کیوں ختم ہو گئی؟ غبارے سے مراد گھر اور گھر میں صحن وغیرہ ہے۔

زندگی کا دارومدار آکسیجن جلنے پر ہے اور آکسیجن کا جلنا تابع ہے کاربن کے۔آکسیجن جب ناک یا حلق کی نالیوں کے ذریعے پھیپھڑوں میں جاتی ہے تب پھیپھڑوں کے اندر اسفنجی نظام میں موجود کاربن آکسیجن کو جلاتا ہے اور نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی بن جاتا ہے یعنی آکسیجن پر زندگی قائم نہیں ہے۔آکسیجن زندگی کے لئے ایندھن بن رہی ہے۔

تمام آسمانی کتابوں کے مطابق کائنات کا ہر ذرہ شعور رکھتا ہے۔ شعور سے مراد یہ ہے کہ کائنات کے ہر ذرے میں عقل و فہم موجود ہے۔ وہ اپنی زندگی کی حفاظت کرتا ہے اور دوسروں کی زندگی میں جو اس کی ڈیوٹی ہے وہ پوری کرتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ انسان ہو یا جانور ہو، درخت ہو، پودا ہو، کوئی ستارہ ہو یا کوئی سیارہ ہو وہ کاربن کا ہی بنا ہوا ہے۔یعنی زندگی ہزاروں لاکھوں تہوں (پرت) سے بنی ہوئی ہے۔آکسیجن کا کام زندگی کا ایندھن بننا ہے اور کاربن کا کام آکسیجن کو جلانا ہے۔

ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کھانا بغیر فرج اور ڈیپ فریزر کے بھی خراب نہیں ہوتا۔ مثلاً سرد علاقہ آئس لینڈ کی کھلی فضا میں بھی کھانا خراب نہیں ہوتا۔ کیوں خراب نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ کھانے کے مالیکیولز یا سالموں کی حرکت کم ہو جاتی ہے۔ گرم علاقوں میں فرج اور ڈیپ فریزر حرکت کو کم کرنے کا مصنوعی طریقہ ہے۔آدمی جب سو جاتا ہے اور ۱۲ گھنٹے تک سوتا رہتا ہے تو بیدار ہونے کے بعد اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ ۱۲ گھنٹے تک سویا ہے۔آدمی Coma میں چلا جاتا ہے۔ تین سال تک کوما میں پڑا رہتا ہے۔

جب اس کے حواس بحال ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں چند گھنٹے سویا ہوں۔

''قرآن''شعور اور لاشعور

قانون یہ ہے کہ آدمی شعور اور لاشعور میں ردوبدل ہو رہا ہے۔ جب وہ شعور میں ہوتا ہے تو اپنے اوپر زمان و مکان کی گرفت محسوس کرتا ہے اور جب وہ شعور سے نکل کر لاشعور میں ہوتا ہے تو ٹائم اور اسپیس کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (آزاد نہیں ہوتا آزاد محسوس کرتا ہے)۔

''تو ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران۔۳)

''وہ رات کو دن سے ڈھانک دیتا ہے۔ دن جلد جلد رات کو ڈھونڈتا ہے۔''

(سورۃ الاعراف۔۵۴)

''رات کو دن سے ڈھانپتا ہے۔ دھیان کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔''

(سورۃ رعد۔۳)

''یہ مدد اس لئے ہے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔''

(سورۃ الحج۔۶۱)

''اللہ رات اور دن کو پھراتا رہتا ہے۔''

(سورۃ النور۔۴۴)

''اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو اوڑھنا اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو منتشر ہونے کا وقت مقرر کیا۔''

(سورۃ فرقان۔۶۲)

''کیا تو نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ دن میں رات اور رات میں دن داخل کرتا ہے۔''

(سورۃ لقمان۔۲۹)

''اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس سے (کھال کی طرح) دن کھینچتے ہیں۔ پھر ناگاہ وہ تاریکی میں آجاتے ہیں۔''

(سورۃ یٰسین۔۳۷)

''رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔''

(سورۃ الزمر۔۵)

''رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب وہ روشن ہو۔''

(سورۃ مدثر۔۳۳)

''اور دن کی جب اس کو روشن کرے۔ اور رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔''

(سورۃ شمس۔۳)

انسان اور کائنات کی ہر مخلوق دو حالتوں میں رد و بدل ہو رہی ہے۔ یعنی ہر مخلوق حیات و ممات دو رخوں پر قائم ہے۔ ایک رات (آزاد حواس)۔ دوسرا رخ دن (مقید حواس)۔ زندگی کے یہ دو رخ ہمہ وقت متحرک رہتے ہیں۔ البتہ حواس کے وقفوں کے ساتھ آدمی Space میں تبدیلی محسوس کرتا ہے مثلاً ایک آدمی بیدار ہے اُس کی زندگی Spaces سے گزر رہی ہے وہ الگ ہے۔ Space سے مراد یہ ہے کہ انسان جب دیکھتا ہے وہ بھی اسپیس ہے جب سنتا ہے وہ بھی اسپیس ہے۔ جب چلتا ہے وہ بھی اسپیس ہے، جب سوچتا ہے وہ بھی اسپیس ہے۔ یعنی کسی بھی طرح اسپیس کے دائرہ کار سے کوئی مخلوق باہر نہیں آسکتی۔ اسپیس پر زندگی کے لمحات گزرنا ٹائم ہے۔ مثلاً ایک آدمی زمین پر پیدل چلتا ہے۔ چلنے سے پہلے وہ زمین پر کھڑا ہے۔ دونوں پیر برابر ہیں۔ جب وہ چلنا شروع کرتا ہے تو ایک پیر اٹھاتا ہے اور جیسے ہی زمین پر رکھتا ہے دوسرا پیر اٹھاتا ہے۔ ایک قدم اٹھانے کے بعد اس نے جب زمین پر پیر رکھا تو دونوں قدم کے درمیان کا فاصلہ جس کو بظاہر خلا کہا جاتا ہے وہ ٹائم ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ ایک آدمی زمین پر دس قدم چلا۔ ایک قدم کا فاصلہ ایک سیکنڈ ہوا یعنی چلنے والے نے دس قدم اسپیس طے کیا اور دس قدم اسپیس طے کرنے میں دس سیکنڈ کا ٹائم لگا دیا۔

سویا ہوا آدمی زمانیت میں سفر کرتا ہے

جب آدمی سوتا ہے تو چونکہ اس کا مادی وجود زمین پر حرکت نہیں کر رہا ہے اس لئے اس کی زندگی ٹائم میں گزر رہی ہے۔ چونکہ، ایک، دو، چار، دس قدم اٹھے ہی نہیں ہیں اس لئے زمانیت (Time) کی پیائش نہیں ہو سکتی۔ جب آدمی سوتا ہے تو زمانیت میں سفر کرتا ہے جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو اسپیس میں سفر کرتا ہے۔ زمانیت اس کے ساتھ سفر کرتی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام جب سو گئے تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ان کے حواس زمانیت میں پیوست ہو گئے۔

چونکہ مادی وجود یعنی فزیکل باڈی میں کوئی چلت پھرت نہیں ہوئی اس لئے انہوں نے کہا کہ میں ایک دن سویا ہوں۔

گدھے کا معاملہ یہ ہے کہ عام حالات کے مطابق گدھے کے اندر آکسیجن جب گئی تو کاربن نے اس کو جلایا نہیں۔ نتیجے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ کھانا خراب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کھانے کے مالیکیولز اور سالموں کو محفوظ کرنے کے لئے وہ جگہ جہاں کھانا رکھا ہوا تھا، ٹھنڈی لہروں کا علاقہ بن گیا۔ جیسے ایک بہت بڑے کمرے میں ایک چھوٹا سا فرج رکھ دیا جائے۔

اس عاجز بندے نے پیغمبران کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کی جو حکمت بیان کی ہے وہ مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا علمی تصرف ہے۔اور سچی بات یہ ہے کہ حقائق کا علم اللہ ہی جانتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے مربی اور سرپرست ہیں، بیت المقدس کی دیکھ بھال اور وہاں ہونے والی تقریبات کے انتظام وانصرام کے لئے بنی اسرائیل کے قبیلوں میں سے متقی اور راست باز شخصیات کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام زہد و تقویٰ کی بنا پر معزز اور جلیل القدر بزرگ شخص تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے فرستادہ نبی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب نیکوکاروں میں سے ہیں۔''

(سورۃ انعام۔۸)

کارپینٹر

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی معاش کے لئے بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ والدہ مریم (حنہ) کے یہاں جب بیٹی پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنی منت کے مطابق مریمؑ کو ہیکل کی نذر کر دیا۔ اس مقدس لڑکی کی کفالت لینے کے لئے قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا اور حضرت زکریا علیہ السلام مقدس لڑکی مریمؑ کے کفیل بن گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی الیشع اور حضرت مریمؑ کی والدہ حنہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں اس رشتے سے حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر کم و بیش ایک سو بیس (۱۲۰) سال (*حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر میں اختلاف بیان کیا جاتا ہے ستر، نوے اور ایک سو بیس سال عمر بتائی گئی ہے جبکہ ان کی زوجہ محترمہ کی عمر اٹھانوے (۹۸) سال بتائی جاتی ہے) ہو چکی تھی، لاولد تھے کیونکہ ان کی زوجہ بانجھ تھیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بی بی مریمؑ کے حجرے میں بے موسم پھل دیکھے اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ مریمؑ پر خدا کا یہ فضل وانعام ہے تو ان کے دل میں شوق ہوا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی:

''اے اللہ! مجھے پاک باطن اولاد عطا فرما تو حاجت مندوں کی دعا ضرور سنتا ہے۔''

ہر باپ کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ میرے بعد کوئی میری وراثت کا حق پورا کرے اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے تبلیغ کرے، آپ کی دعا قبول ہوئی، ایک روز آپ ہیکل میں عبادت کر رہے تھے کہ ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور بشارت دی:

''تمہارے بیٹے پیدا ہو گا اور تم اس کا نام یحییٰ رکھنا۔''

یہ سن کر حضرت زکریاؑ بہت خوش ہوئے اور تعجب کے ساتھ فرشتے سے پوچھا:

''یہ بشارت کس طرح پوری ہو گی؟''

فرشتے نے جواب دیا:

''میں یہی بتا سکتا ہوں کہ اللہ آپ کو اولاد نرینہ عطا کرے گا حالات کچھ بھی پیش آئیں اللہ کے لئے ہر کام آسان ہے، وہ قادر مطلق ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے دربار الٰہی میں عرض کیا:

''اے اللہ! ایسا کوئی نشان عطا کر جس سے معلوم ہو کہ بشارت پوری ہو گئی ہے۔''

تین روز کا روزہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''نشانی یہ ہے جب تم تین روز تک بات نہ کر سکو اور صرف اشاروں سے ہی اپنا مطلب ادا کر سکو تو سمجھ لینا کہ بشارت پوری ہو گئی ہے لیکن تم ان دنوں میں اللہ کی تسبیح پڑھتے رہنا۔''

چنانچہ جب وہ وقت آپہنچا تو زکریا علیہ السلام خدا کی یاد میں اور زیادہ مشغول ہو گئے۔ حضرت زکریاؑ نے اپنی امت کو بھی اشاروں سے یہ حکم دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کریں یہ بشارت بنی اسرائیل کے لئے خوشی کا باعث تھی کیونکہ علم و حکمت اور نبوت کے امین حضرت زکریا علیہ السلام کے جانشین اور وارث کا دنیا میں ظہور ہونے والا تھا۔

''کاف، ہا، یا، عین، صاد (اے پیغمبر) تیرے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی یہ اس کا بیان ہے جب ایسا ہوا تھا کہ زکریا نے چپکے چپکے اپنے پروردگار کو پکارا اس نے عرض کیا پروردگار! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے، میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل

سفید ہو گئے، خدایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو اور محروم رہا ہوں، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوب کا بھی اور پروردگار! اسے ایسا کر دیجو کہ پسندیدہ ہو (اس پر حکم ہوا) اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ رکھا جائے اس سے پہلے ہم نے یہ نام کسی کا نہیں ٹھہرایا ہے۔ (زکریا نے متعجب ہو کر کہا) پروردگار! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہو گا میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے اور میرا بڑھاپا دور تک پہنچ چکا اللہ نے فرمایا ایسا ہی ہو گا تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے مشکل نہیں میں نے اس سے پہلے خود تجھے پیدا کیا حالانکہ تیری ہستی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس پر زکریا نے عرض کیا: اے اللہ! آپ ایک نشانی ٹھہرا دیں۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ صحیح و تندرست ہونے کے باوجود تین دن، رات لوگوں سے بات نہ کرے گا۔ پھر وہ حجرے سے نکلا اور لوگوں میں آیا اور اس نے ان سے اشارے سے کہا ''صبح شام خدا کی پاکی و جلال کی صدائیں بلند کرتے رہو۔''

(سورۃ مریم۔۲۱۱)

''اور اسی طرح زکریا کا جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔ خدایا! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی بہتر وارث ہے۔ تو دیکھ ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کیلئے تندرست کر دیا، یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے امید لگائے ہوئے اور ڈرے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے۔''

(سورۃ الانبیاء:۸۹۔۹۰)

حجرے میں فرشتے کی آواز

''اسی وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی، کہا اے میرے پروردگار! مجھے اپنے فضل سے پاکیزہ اولاد عطا کر بلاشبہ تو دعا سننے والا ہے، پھر جب زکریا حجرے کے اندر نماز قائم کئے ہوئے تھے۔ فرشتوں نے اس کو آواز دی کہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو شہادت دے گا اللہ کے ایک کلمہ کی اور صاحب مرتبہ ہو گا اور عورت کے پاس تک نہ جائے گا اور نیکو کاروں سے نبی ہو گا (زکریا نے کہا) پروردگار! میرا لڑکا کس طرح ہو گا، جب کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا اللہ جو چاہے اسی طرح کرتا ہے، زکریا نے کہا۔ پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔ فرمایا یہ نشانی ہے کہ تو تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہ کرے گا اور اپنے رب کی یاد میں بہت زیادہ اور صبح و شام تسبیح کر۔''

(سورۃ آل عمران:۳۸۔۴۱)

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق اپنی قوم بنی اسرائیل کو راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتے رہے، آپ ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے اور درست اور راست اعمال بتاتے لیکن بنی اسرائیل اپنی بداعمالیوں میں حد سے تجاوز کر گئے تھے اور ان پر پند و نصائح کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے برعکس وہ حضرت زکریاؑ کی جان کے درپے ہو گئے۔ حضرت زکریاؑ کو ہلاک کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ بادشاہ یہودا یوآس نے حکم دیا کہ آپ کو سنگسار کر دیا جائے، ایک دن جب آپ بیت المقدس میں تھے، قربان گاہ کے نزدیک بنی اسرائیل نے آپ کو گھیر لیا اور سنگسار کر دیا۔

''وہ وقت قریب ہے جب تم پر ان کا وبال پڑنے والا ہے جن کو تم نے زکریا کے زمانے تک قتل کیا اور جب زکریا کو ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔''

(انجیل برناباس)

حکمت

بانجھ پن ایک مرض ہے جو مرد و خواتین دونوں میں پایا جاتا ہے، بانجھ پن کی دو اقسام ہیں:

۱۔ پرائمری بانجھ پن

۲۔ سیکنڈری بانجھ پن

پرائمری بانجھ پن پیدائشی ہوتا ہے یعنی تمام تولیدی اعضا موجود ہوں مگر بلوغت نہ ہو، تولیدی اعضاء کا مکمل نہ ہونے کا مطلب بچہ دانی میں کروموسومز داخل ہونے کا راستہ نہ ہو یا ٹیوب بند ہو۔

سکینڈری بانجھ پن Tubes کے رحم میں کسی قسم کا انفیکشن (ورم، تیزابیت، درد کے ساتھ بے قاعدگی، ایام نہ ہونا، زنانہ ہارمونز ایسٹروجن، پروجسٹرون معمول کے مطابق نہ بننا، ذہنی ہیجان، OVA انڈوں کا نہ بننا، سنیاس (عمر رسیدہ ہو جانا) ہارمونز نہ بننے کی وجہ سے تمام تولیدی اعضاء سکڑ جاتے ہیں اور تولید کے قابل نہیں رہتے۔

حضرت زکریاؑ کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''دیکھو ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے (ایک فرزند) یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے تندرست کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کر کے حضرت زکریاؑ کی زوجہ کے بانجھ پن کا علاج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جیسا چاہے کر دیتا ہے۔

تصرف کا قانون

تصرف کا قانون یہ ہے کہ جب ایک ہی خیال پر توجہ مرکوز ہو جائے اور یقین کی تکمیل ہو جائے تو ''چاہنا'' یا ''ارادہ'' مظاہری صورت میں جلوہ گر ہو جاتا ہے فرد میں اگر شک کی بجائے یقین کا رخ غالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتا ہے۔

انبیاء کرام کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر ہر حال اور قال میں یقین رکھتے ہیں۔ حضرت زکریاؑ نے جب اپنے وارث کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کی بشارت دی اور فرمایا:

''اس کی نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہونے کے باوجود تین دن تک بول نہیں سکے گا اور تو اللہ کی زیادہ سے زیادہ تسبیح کر۔''

جب یہ نشان ظاہر ہوا تو حضرت زکریاؑ نے اور زیادہ عبادت شروع کر دی اور اپنے حواریوں سے بھی فرمایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی پاکی بیان کریں اور دعائیں مانگیں۔

چار ہزار تین سو بیس منٹ

تین دن، رات یعنی چار ہزار تین سو بیس منٹ تک خاموشی میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذہن اس طرف متوجہ رہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کریں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار ہزار تین سو منٹ تک ان کا ذہن یقین کے ساتھ یہ بات دہراتا رہا کہ میں باپ بننے والا ہوں اس خیال کی تکرار اور عبادت سے آپ کے بوڑھے جسم میں حرارت پیدا ہو گئی اور معطل تولیدی نظام بحال ہو گیا۔

ہم جب کوئی کام تسلسل کے ساتھ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں کامیابی اس لئے ہوتی ہے کہ یقین بجائے خود ایک بہت بڑی توانائی ہے۔ ہر انسان کے اندر روح کام کرتی ہے روح نہ ہو تو جسم کی کوئی حیثیت برقرار نہیں رہتی۔ روح اللہ کا امر رب ہے یقین کی تکمیل کے ساتھ جب ذہن ایک نقطہ پر قائم ہو جاتا ہے تو بندے کے اندر امر رب حرکت کرتا ہے اور بندے کے ارادے میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے قانون کے مطابق اس پر عمل درآمد ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔

''اے زکریا! ہم بے شک تم کو بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی اس کا نام یحییٰ ہو گا کہ اس سے قبل ہم نے کسی کے لئے یہ نام نہیں ٹھہرایا۔''

(سورۃ مریم۔۷)

بشارت

حضرت یحییٰ علیہ السلام زہد و عبادت میں بے مثال تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی علم و حکمت سے نواز دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد کی بشارت دیں اور رشد و ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا تعارف کرائیں۔

''پس زکریا جس وقت حجرے میں نماز ادا کر رہا تھا تو فرشتے نے اس کو پکارا۔ اے زکریا! اللہ تعالیٰ تجھ کو (ایک فرزند) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے حکم سے (عیسیٰ) کی بشارت دے گا اور وہ اللہ کے اور اس کے بندوں کی نظر میں برگزیدہ اور گناہوں سے بے لوث اور نیکوکاروں میں سے نبی ہو گا۔''

(آل عمران۔۳۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کو حکم دیا کہ وہ تورات کے قنون پر مضبوطی سے عمل کریں اور اسی کے مطابق لوگوں کو ہدایت دیں، آپؑ کا بچپن عام بچوں سے الگ تھا جب بچے ان سے کھیلنے پر اصرار کرتے تو آپؑ فرماتے:

"اللہ نے مجھ کو لہو و لعب کے لئے نہیں پیدا کیا۔" (البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۲۔ ص ۵۰)

*حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰؑ سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام رشتہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماموں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلاکی والدہ اپنی بھانجی حضرت بی بی مریمؑ سے ملیں تو انہوں نے کہا کہ میں حاملہ ہوں۔ حضرت بی بی مریمؑ نے بتایا کہ میں بھی امید سے ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا: "اے مریم! مجھے لگتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تیرے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے۔"

"اے یحییٰ! (خداوند کا حکم ہو کیونکہ وہ خوشخبری کے مطابق پیدا ہوا اور بڑھا) کتاب الٰہی (تورات) کے پیچھے مضبوطی کے ساتھ لگ جا۔ چنانچہ وہ ابھی لڑکا ہی تھا کہ ہم نے اسے علم و فضیلت بخش دی۔ نیز اپنے خاص فضل سے دل کی نرمی اور نفس کی پاکی عطا فرمائی۔ وہ پرہیز گار اور ماں باپ کا خدمت گزار تھا۔ سخت گیر اور نافرمان نہ تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرا اور جس دن پھر زندہ کیا جائے گا۔" (سورہ مریم۔ ۱۵۔۱۲)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریاؑ کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی تلقین کریں۔"

اللہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت یحییٰ سے کچھ تاخیر ہو گئی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے بھائی! اگر تم مناسب سمجھو تو میں بنی اسرائیل کو دین حق کی تبلیغ کروں جن کے لئے تم کسی وجہ سے تاخیر کر رہے ہو۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا۔ بھائی! میں اگر تم کو اجازت دے دوں اور خود تعمیل نہ کروں تو مجھے خوف ہے کہ مجھ پر کوئی عذاب نہ آجائے اس لئے میں اللہ کا پیغام دینے کے لئے بڑھتا ہوں۔

پانچ احکام

حضرت یحییٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب مسجد بھر گئی تو وعظ فرمایا، لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ وہ پانچ احکام یہ ہیں:

۱۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپیہ سے خریدا مگر غلام نے یہ وطیرہ بنالیا کہ جو کچھ کماتا وہ مالک کے بجائے دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ جب اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے تو وہی تم کو رزق دیتا ہے تم بھی صرف اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ تم خشوع و خضوع اور یکسوئی کے ساتھ نماز قائم کرو۔ کیونکہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جانب متوجہ رہے گا۔

۳۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو۔ کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو۔ چنانچہ مشک اس کو اور اس کے رفقاء کو اپنی خوشبو سے مست کرتا رہے۔

۴۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ مال میں سے صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی طرف لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں؟ اور اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے سب دھن دولت قربان کر دے۔

۵۔ اور پانچواں حکم یہ ہے کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے۔ بلاشبہ انسان کے ازلی دشمن شیطان کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جانا مستحکم قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی کا بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا وہ جنگلوں میں گوشہ نشین رہتے تھے جنگل میں ہی اللہ کا کلام ان پر نازل ہوا اور دریائے یردن کے نواح میں دین الٰہی کی تبلیغ شروع کر دی اور لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔

''اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے (یوحنا) یحییٰ پر اترا اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔''

(لوقا کی انجیل۔ جلد ۲۔ ص ۵۲)

گریہ وزاری

حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی خشیت اس درجہ تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے، زیادہ رونے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان بن گئے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کو تلاش کرتے ہوئے جنگل میں پہنچ گئے۔ بیٹے سے کہا!

''بیٹا! ہم تیری یاد میں مضطرب ہو کر تجھے تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ و گریہ میں مشغول ہے۔''

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

''ابا جان! آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق ودق میدان ہے جو اللہ کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔''

دمشق کے بادشاہ ہداد بن حدار نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد اس نے چاہا کہ رجوع کرلے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فتویٰ طلب کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''اب یہ تجھ پر حرام ہے۔''

ملکہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوگئی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جب مسجد حبرون میں نماز میں مشغول تھے تو ان کو قتل کروادیا گیا اور چینی کے طشت میں ان کا سر مبارک عورت کے سامنے لایا گیا۔ مگر سر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ تو بادشاہ کے لئے حلال نہیں ہے۔

اسی حالت میں اللہ کا عذاب آیا اور اس عورت کو زمین نے نگل لیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون فوارے کی طرح جسم مبارک سے برابر نکلتا رہا یہاں تک کہ بخت نصر نے دمشق کو فتح کرکے اس پر ستر ہزار اسرائیلیوں کا خون نہ بہادیا۔

''جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور جو لوگ ان کو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں تو ان کو دردناک عذاب کی وعید دے دو۔''

(آل عمران۔۲۱)

☆☆☆☆☆

حضرت یوشع علیہ السلام

قرآن میں حضرت یوشع علیہ السلام کا نام مذکور نہیں ہے البتہ قرآن پاک میں دو جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک نوجوان رفیق سفر کا تذکرہ موجود ہے۔ حدیث شریف کے مطابق حضرت ابی بن کعب سے منقول ہے کہ اس نوجوان رفیق سفر کا نام ''یوشع'' ہے۔ اہل کتاب کا ان کے نبی ہونے پر اتفاق ہے، حضرت یوشع علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل میں سے تھے، قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اہم ترین خدمات ان کے سپرد کردی تھیں، کنعان میں ظلم و ستم روا رکھنے والے جابر، سفاک اور مشرک اقوام کے حالات معلوم کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سرداروں کو بھیجا تو حضرت یوشع علیہ السلام اور ان کے ساتھی حضرت کالب اس وفد کے رکن تھے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مشرکوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے خوف زدہ ہو کر انکار کر دیا، حضرت یوشع علیہ السلام نے اس وقت بنی اسرائیل کو ہمت دلائی اور جرأت و جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاد کرنے کی تلقین کی۔

''کہا دو مردوں نے! ڈرنے والوں میں سے، خدا کی نوازش تھی ان دو پر داخل ہو جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازے میں اور جب تم اس میں داخل ہو گئے تو تم غالب اور فتح مند ہو گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر یقین رکھتے ہو۔''

سورۃ مائدہ۔ ۲۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے ملاقات کے لئے جب مجمع البحرین تشریف لے گئے تھے اس وقت بھی حضرت یوشع علیہ السلام ان کے ساتھ تھے۔ قرآن حکیم میں اس سفر کا احوال تفصیلاً بیان ہوا ہے۔

''اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرنوں، پھر جب پہنچے دونوں دو دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ لی دریا میں سرنگ بنا کر پھر جب آگے چلے کہا۔ موسیٰ نے اپنے جوان کو، لا ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے پائی ہے اپنے اس سفر میں تکلیف۔ بولا، وہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس، سو میں بھول گیا مچھلی اور مجھ کو بھلایا شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر ہو اور وہ کر گئی اپنی راہ دریا میں، عجب طرح کہا یہی ہے جو ہم

چاہتے تھے، پھر وہ الٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جس کو دی تھی ہم نے مہر اپنے پاس سے اور سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم۔ علم لدنی۔‘‘

(سورۃ کہف: ۶۰۔۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہدایت و راہنمائی کے لئے حضرت یوشع علیہ السلام کا انتخاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوشع علیہ السلام کی نبوت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ کتاب گیتی باب ۲۷ میں ہے:

’’خداوند نے موسیٰ سے کہا! یوشع پر اپنا ہاتھ رکھ کیونکہ اس شخص میں روح ہے اور الیعزر کاہن (حضرت ہارون کے فرزند) اور ساری جماعت کے آگے کھڑا کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے اسے وصیت کر اور اپنے رعب و داب سے اسے بہرہ ور کر دے تاکہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی فرمانبرداری کرے۔‘‘

عمالقہ کی شکست

جب بنی اسرائیل سینا کے بیابان میں مقیم تھے اور عمالقہ کے طاقت ور اور زور آور لوگوں سے پہلی بار مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰ نے آپ ہی کو بنی اسرائیل کا سردار اور سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا اور خود حضرت ہارونؑ کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر اپنا عصا ہاتھ میں اٹھا کر کھڑے ہو گئے تھے، اس جنگ میں حضرت یوشع علیہ السلام نے عمالقہ کو شکست سے دوچار کر دیا، وفات سے کچھ عرصہ پیشتر حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے ہمراہ خیمہ اجتماع میں آ جائیں اس وقت تجلی الٰہی نمودار ہوئی اور بنی اسرائیل کے مستقبل کی پیشن گوئی کی گئی اور تعلیمات موسوی کی آخری ہدایات دی گئیں۔ تورات کے مطابق ہدایت کے آخر میں حضرت یوشع علیہ السلام سے براہ راست خطاب ہوا۔

’’نون کے بیٹے یوشع کو ہدایت کی اور کہا تو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو بنی اسرائیل کو اس ملک میں لے جائے گا جس کی قسم میں نے ان سے کھائی تھی اور میں تیرے ساتھ رہوں گا۔‘‘

(استثناء، باب ۳۱)

یہ وہ دور تھا جب مشرک اور ظالم سفاک قومیں ارض مقدس کو پامال کرتی رہتی تھیں اب بنی اسرائیل کی سزا کی مدت گزر چکی تھی۔

مشیت الٰہی تھی کہ بنی اسرائیل کی جلاوطنی ختم کرکے ارض مقدس میں انہیں داخل کر دیا جائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا لشکر تیار کیا مگر جنگ سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا، حضرت یوشع علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔

''میرا بندہ موسیٰ مر گیا سو اب تو اٹھ اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر اس یرون کے پار اس ملک میں جا جسے میں بنی اسرائیل کو دیتا ہوں۔''

(کتاب یشوع۔ باب ۱۰)

حضرت یوشع علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خدا کا پیغام سنایا اور بنی اسرائیل کا لشکر سینا سے نکل کر ارض مقدس کی طرف بڑھا۔ کنعان اور بیت المقدس فتح کر لیا۔

''عہد کا صندوق''تابوت سکینہ اس جنگ میں بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔

''اور کہا ان کو ان کے نبی نے، نشان اس کی سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے۔ موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں اس کو فرشتے اس میں نشانی پوری ہے تم کو، اگر یقین رکھتے ہو۔''

(البقرہ۔۲۴۸)

یہ صندوق کیکر کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کی لمبائی ڈھائی ہاتھ اور چوڑائی و اونچائی ڈیڑھ ڈیڑھ ہاتھ تھی، اس کے اندر اور باہر سونے کے پترے لگے ہوئے تھے اور صندوق اٹھانے کے لئے سونے کے چار کنڈے لگے ہوئے تھے، صندق میں زریں جزدان میں لپٹی ہوئی تورات رکھی ہوئی تھی، بنی اسرائیل پر جب من و سلویٰ نازل ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یادگار کے لئے ایک مرتبان میں من بھروا کر اس صندوق میں رکھوا دیا تھا۔ حضرت ہارونؑ کی وفات کے بعد ان کا پیرہن اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا عصا اور چند دوسرے تبرکات اس صندوق میں رکھ دیئے گئے تھے۔

آواز کی فریکوئنسی

حضرت یوشع علیہ السلام کو حکم ہوا کہ سات دن تک اس عہد کے صندوق کے ساتھ فصیل کے گرد روزانہ چکر لگائیں اور گشت کے دوران مینڈھے کے سینگوں کے ساتھ نرسنگھے بجائے جائیں ساتویں روز جب گشت مکمل ہونے پر نرسنگھے بجائے گئے اور لشکر نے با آواز بلند نعرہ لگایا تو فصیل گر گئی اور لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔

فتح سے قبل بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ شہر میں توبہ استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں مگر انہوں نے روگردانی کی اور فاتحانہ نعروں اور متکبرانہ آوازیں نکالتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ کے قانون نے انہیں پکڑ لیا اور عذاب نازل ہوا۔

(تورات کتاب خروج باب ۲۵)

''اور جب انہیں حکم ہوا کہ بسواس شہر میں اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو کہ ہم گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے تو بخشیں ہم تمہاری تقصیریں آگے اور بہت دینگے نیکی والوں کو سو بدل لیا بے انصافوں نے ان میں سے اور لفظ سوا اس کے جو کہہ دیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمانوں سے بدلہ ان کے ظلم کا۔''

(سورۃ اعراف: ۱۶۱۔۱۶۲)

پتھروں کی بارش

بنی اسرائیل مسلسل فتوحات حاصل کرتے ہوئے جب جبعون کی ریاست میں داخل ہوئے تو یروشلم کے حکمران نے چار دوسری ریاستوں کے ساتھ مل کر متحدہ فوج تشکیل دی اور جبعون کا محاصرہ کر لیا تا کہ بنی اسرائیل کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کا قلع قمع کیا جا سکے شدید خون ریزی کے بعد متحدہ فوج کو شکست ہوئی، شکست خوردہ فوج جب میدان چھوڑ کر بھاگی تو آسمان سے اولوں اور پتھروں کی بارش ہوئی جس سے باقی ماندہ فوج بھی ہلاک ہو گئی۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا:

''اے سورج! تو جبعون پر، اور اے چاند! وادی ایالون میں جا ٹھہر اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھم گیا یہاں تک کہ انتقام پورا ہو گیا۔''

(تورات کتاب باب۔۱۰)

کفر والحاد کی فوجوں سے برسرپیکار رہتے ہوئے حضرت یوشع علیہ السلام نے اکتیس (۳۱) حکمرانوں کو شکست دی، حکم الٰہی کے تحت حضرت یوشع علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے قبائل میں فلسطین کی علاقائی تقسیم کی اور انتظامی امور کے لئے ہزار ہزار سو اور دس دس پر ایک ایک سردار اور منصب دار مقرر کیا اور بنی اسرائیل کے مقدمات کے فیصلوں اور اختلافات کے حل کے لئے قاضیوں کو مقرر کیا۔

خطبہ

وفات سے قبل آپ نے سکم (Shechem) کے مقام پر بنی اسرائیل کو جمع کیا اور آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

''قدیم ایام میں تمہارے آباؤاجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام، مخور اور تارح دریائے فرات کے پار کیدیوں کے دور میں دور دراز ملک میں رہتے تھے، جہاں شرک اور بت پرستی عام تھی، اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رہبری کی ان کو کنعان کے ملک میں لایا اور ان کی نسل پھولی، پھلی پھر جب بنی اسرائیل مصر میں غلامی کی ذلت آمیز زندگی بسر کر رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام مبعوث ہوئے اور تمہیں غلامی سے نجات ملی، فلسطین کے حکمرانوں سے تمہارا مقابلہ ہوا اور اللہ نے تمہیں طاقتور قوموں پر فتح عنایت کی اور وہ ملک جس پر تم نے محنت نہیں کی وہ شہر جن کو تم نے بنایا نہیں تم کو عنایت کئے تم ان میں بستے ہو اور ان کے باغوں کے پھل کھاتے ہو جن کو تم نے نہیں لگایا پس اب تم نیک نیتی اور صداقت سے اللہ کی پرستش کرو اور ان باطل دیوتاؤں کو رد کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ، دادا دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور اپنے دلوں کو پیغمبرانہ طرز فکر کے مطابق اللہ کی عبادت میں مشغول رکھو۔''

لوگوں نے حضرت یوشع علیہ السلام سے اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کا وعدہ کیا اور حضرت یوشع علیہ السلام نے ان کیلئے سکم میں آئین اور قانون بنایا۔ حضرت یوشع علیہ السلام ایک سو دس برس (۱۱۰) اس دنیا میں رہے۔

(اناللہ وانا الیہ راجعون)

حکمت

الٰہی حکم کے مطابق جب حضرت یوشع نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھ دن تک عہد کے صندوق کے ساتھ فصیل کے گرد چکر لگائے اور مینڈھے کے سینگ کے نرسنگھے بجائے اور لشکر نے بلند آواز سے نعرہ لگایا تو فصیل گر گئی۔

عہد کے صندوق میں جزدان میں تورات رکھی ہوئی تھی، ایک مرتبان میں من بھرا ہوا تھا، حضرت ہارون علیہ السلام کا کرتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا رکھا ہوا تھا، عہد قدیم سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ بزرگوں کا لباس، بزرگوں کی چیزیں، لاٹھی، عصا، جانماز اور ٹوپی وغیرہ گھروں میں محفوظ کر لیتے تھے تاکہ ان چیزوں کی برکت حاصل ہوتی رہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے استعمال میں رہ چکی ہیں، ان قدسی نفس حضرات کے نسمہ کی روشنیاں بھی ان کے اندر جذب ہوتی ہیں جب ان چیزوں پر ذہن مرکوز کیا جاتا ہے تو ذہن میں ان کا تاثر قائم ہوتا ہے اور اس تاثر کی وجہ سے دماغ میں یقین کا پیٹرن بن جاتا ہے۔ یقین ایسی قوت یا توانائی ہے جس سے یقین میں موجود شے مظہر بن جاتی ہے۔

سائنسی تجربات

سائنسی تحقیق اور تجربات و مشاہدات یہ ہیں۔

اسکول کی گھنٹی بجتی ہے اور اس آواز کو سن کر بچے اسمبلی کی طرف چل پڑتے ہیں، پیتل کے (گھنٹے) پر لکڑی کا ہتھوڑا مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے جب لکڑی کا ہتھوڑا گھنٹہ پر پڑتا ہے تو گھنٹے میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ یہ ارتعاش گھنٹے کے پاس والی ہوا میں ایک دباؤ کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ ارتعاش کے کم اور زیادہ ہونے سے ہوا کا دباؤ بھی کم زیادہ ہوتا ہے یا ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں جیسے کہ تالاب میں کنکر مارنے سے پانی میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ ہوا کے دباؤ کی لہریں جب ہمارے کان کے پردے سے ٹکراتی ہیں تو اس میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے جس کو ہم سنتے ہیں۔

آوازیں کئی قسم کی ہوتی ہیں میوزک انسان میں سرور کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے، شعور کی آوازیں کدورت اور ناپسندیدگی کا احساس پیدا کرتی ہیں، ہم بات کرتے ہیں تو وہ بھی با معنی کیفیت رکھتی ہیں اور ہم اس سے مخاطب کا مدعا سمجھ سکتے ہیں آواز یا ارتعاش مختلف فریکوئنسیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

آج کل آواز کی لہروں سے مختلف قسم کے کام لئے جا رہے ہیں جیسے پہلے X-rays کے ذریعے انسانی جسم میں مختلف قسم کی بیماریوں کا کھوج لگایا جاتا تھا۔ اب چونکہ یہ معلوم ہو گیا ہے کہ X-rays ہمارے لئے نقصان دہ ہیں اس لئے اب وہی کام الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے کیا جاتا ہے، حاملہ عورتوں کے رحم میں بچوں کی نشوونما کا اندازہ بھی الٹرا ساؤنڈ سے ہی لگایا جاتا ہے، الٹرا ساؤنڈ سے اب آپریشن بھی ہونے لگے ہیں، جیسے موتیا کا آپریشن، گردوں میں پتھری کو توڑنے کے لئے بھی الٹرا ساؤنڈ کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیزر شعاعوں سے بہت سے آپریشن بھی کئے جاتے ہیں الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے کھیتوں میں سے پرندوں کو دور بھگایا جا سکتا ہے، غلہ کے گوداموں میں سے چوہوں کو بھگایا جا سکتا ہے۔ آج کل بازار میں ایسے آلات بھی دستیاب ہیں جو مچھروں کو آپ سے دور رکھتے ہیں۔

عام حالات میں آواز بہت دور تک سفر نہیں کر سکتی ہے، اس لئے اس کو دور تک پہنچانے کے لئے ٹیلی فون، ریڈیو، ٹی وی اور اس قسم کے دوسرے آلات استعمال کئے جاتے ہیں اب تو آواز کو ریکارڈ کرنے کا بھی بندوبست ہو گیا ہے آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی آواز کو ریکارڈ کر کے کسی عزیز کو پیغام پہنچا سکتے ہیں، دنیا بھر میں ایسی آبزرویٹریاں قائم ہو چکی ہیں جو دور دراز کہکشاؤں میں ہونے والے دھماکوں کو سن سکتی ہیں، نئے ستاروں کو وجود میں آتے ہوئے دیکھ سکتی ہیں یا ستاروں کی تباہی کا مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ سائنسدانوں نے ایسے تجربات بھی کئے ہیں جن سے پتہ چلا ہے کہ بعض قسم کی موسیقی سے گائیں زیادہ دودھ دینے لگتی ہیں، فصلیں بہتر ہو جاتی ہیں، بعض تجربات سے ثابت ہوا کہ درخت بھی موسیقی کو پسند اور ناپسند کرتے ہیں، مچھلی کا شکار کرنے میں الٹرا ساؤنڈ لہروں کا استعمال کیا جا رہا ہے، زیر زمین تیل کی تلاش کے لئے بھی الٹرا ساؤنڈ استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے زمین کی سطح پر ایک جگہ دھماکہ کیا جاتا ہے اور مختلف آلات لگا کر اس کی بازگشت ریکارڈ کی جاتی ہے اس سے زمین کے اندر تیل کے ذخائر کے اوپر Shell کی شکل اور فاصلہ معلوم ہو جاتا ہے، اگر تیل کے ذخائر کے شیل کی موجودگی کا پتہ لگ جاتا ہے تو اس کے لئے Drilling کی جاتی ہے،

سمندر کی اندرونی سطح کے نقشے بنانے، آب دوزوں کا پتہ لگانے اور مچھلیوں کی موجودگی کا پتہ چلانے کے لئے الٹرا ساؤنڈ لہروں کو استعمال کیا جارہا ہے۔

آج کل ایسے بم بنائے جارہے ہیں کہ ان سے نکلنے والی لہروں کی آواز کی شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے آس پاس رہنے والے تمام جاندار بشمول انسان ہلاک ہو جاتے ہیں، توپوں کی آواز کی لہروں سے دشمن کی سمت اور فاصلہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم کے دھماکے کی آواز اتنی شدید تھی کہ لاکھوں افراد اسی آن میں ہلاک ہو گئے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پہاڑ کا کچھ حصہ دھویں میں تبدیل ہو گیا، عمارتیں دھماکہ کی شدت سے تباہ ہو گئیں اور پل ٹوٹ گئے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کے لشکر نے چھ دن تک سات نرسنگھے بیک آواز بجائے اور ''عہد کے صندوق'' کے ساتھ فصیل کے گرد چھ دن تک چکر لگاتے رہے اور اس کے بعد اجتماعی طور پر نعرہ لگایا تو اس اجتماعی آواز کی وائبریشن ایٹم بم کے برابر ہو گئی چونکہ عہد کے صندوق میں تبرکات محفوظ تھے ان تبرکات میں ذخیرہ شدہ روشنیوں کی توانائی نے بھی لشکر کی طاقت میں اضافہ کیا، جس کے نتیجے میں فصیل گر گئی۔

☆☆☆☆☆

حضرت الیسع علیہ السلام

دو سو بیس سال میں تیس بادشاہ

مصر ہجرت کر کے اسرائیلی قبائل جب فلسطین میں آباد ہوئے۔ توان کی سلطنتیں قائم ہوتی چلی گئیں۔ جغرافیائی اعتبار سے فلسطین دو عظیم الشان سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا۔ جنوبی سلطنت یہوداہ اور شمالی سلنطت اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسرائیلی حکومت ۲۲۰ سال تک قائم رہی۔ ۲۲۰ سال میں ۳۰ بادشاہوں نے حکومت کی۔ احاب کے دور میں حضرت الیسع رشد و ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔

حضرت الیسع علیہ السلام کی شخصیت انتہائی پر کشش، پر وقار اور بارعب تھی۔ اعلیٰ لباس زیب تن کرتے تھے۔ بال کٹے ہوئے اور سنورے ہوئے رہتے تھے۔ ہاتھ میں عموماً عصا ہوتا تھا۔ طبیعت میں سادگی اور بے نیازی تھی۔ ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ دن بھر کھیتوں میں ہل چلاتے اور راتوں کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

جبل حوراب

حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاسؑ کے خلیفہ تھے اور حضرت الیاسؑ وصال کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت الیاسؑ جبل حوراب کے ایک غار میں عبادت کرنے کے بعد دمشق واپس جارہے تھے کہ ابیل محولہ کے ایک کھیت میں حضرت الیسع کو ہل چلاتے دیکھا۔ آپ حضرت الیسع کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی چادر حضرت الیسع علیہ السلام کے کندھوں پر ڈال دی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام گھر بار، کھیتی باڑی اور بستی چھوڑ کر حضرت الیاسؑ کے ساتھ رہنے لگے۔ حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاسؑ کی تربیت میں سات سال رہے۔ سات سال کے بعد واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے اور خدمت خلق اور تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں میں وحدانیت کا پرچار کرتے تھے۔ دین حق کی تبلیغ و ترویج کے سلسلے میں قریہ قریہ گاؤں گاؤں، شہر شہر پھرتے رہتے تھے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

''اور اسماعیل اور الیسع اور لوط اور ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔''

(سورۃ انعام:۸٦)

''اور ذکر کرو اسماعیلؑ اور الیسع اور ذوالکفل کا، ان میں سے ہر ایک اخیار (نیک انسانوں) میں سے تھے۔''

(سورۃ ص:۴۸)

معجزات

حضرت الیسع علیہ السلام کی ذات سے صادر ہونے والے بے شمار معجزات ہیں۔ توراۃ کتاب سلاطین ۲ میں آپ کے معجزات اور آپ کی پیشنگوئیاں اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

ایک روز اہل اریحا نے حضرت الیسع علیہ السلام سے چشمے کے کھارے پانی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک نئے پیالے میں نمک ڈال کر لے آؤ۔ لوگ پیالے میں نمک ڈال کر لے آئے۔ آپ نے کھارے پانی کے چشمے میں پانی ڈال دیا اور دعا فرمائی۔ چشمے کا پانی شیریں ہو گیا۔

ایک دفعہ ایک عورت حضرت الیسع علیہ السلام کی خدمت میں گریہ وزاری کرتی ہوئی آئی۔ اس نے بتایا کہ شوہر کے انتقال کے بعد قرض خواہ قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں میرے دونوں بیٹوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا! ''گھر میں کچھ ہے؟''

عورت نے کہا! ''ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔''

آپ نے فرمایا! ''پڑوسیوں سے خالی برتن ادھار لے کر ان برتنوں میں تیل انڈیلنا شروع کر دو۔ جب تمام برتن بھر جائیں تو انہیں بیچ کر قرض ادا کر دو اور جو باقی بچے اس سے گزر اوقات کرو۔''

عورت نے حسب ارشاد عمل کیا۔ تیل میں اتنی برکت ہوئی کہ پڑوس کے تمام برتن بھر گئے اور اس نے قرض ادا کر دیا۔

حضرت الیسع علیہ السلام جب شونیم (Shunem) پر مقیم تھے تو ایک دولت مند خاتون روزانہ آپ کی دعوت کرتی۔ اس نے آپ کے آرام کی خاطر اپنے گھر سے متصل ایک کمرہ بھی بنوا دیا۔ حضرت الیسع علیہ السلام جب بھی شونیم آتے اس کے گھر میں قیام

فرماتے۔ ایک روز حضرت الیسع علیہ السلام نے اپنے خادم جیحازی کے ذریعے اس عورت کو بلوایا اور فرمایا!

''اس خدمت کا کیا صلہ چاہتی ہو؟''

عورت نے کہا! ''میرے پاس سب کچھ موجود ہے لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا:

''آئندہ موسم بہار میں تیری گود بھر جائے گی۔''

حضرت الیسع علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے اس عورت کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ وہ بچہ جب لڑکپن میں داخل ہوا تو ایک روز باپ کے ساتھ کھیت پر کام کرنے گیا۔ کام کرتے ہوئے اچانک اس کے سر میں شدید درد ہوا۔ درد اس قدر شدید تھا کہ اس کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ ماں مردہ بچے کو حضرت الیسع علیہ السلام کے کمرے میں لٹا کر آپ کی تلاش میں نکل گئی۔ آپ اس وقت کوہ کرمل پر مقیم تھے۔ قدموں میں گر کر خاتون دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور بیٹے کے انتقال کی خبر سنائی۔ آپ نے اپنے دوست کو اپنا عصا دیا اور کہا یہ عصا لے جاؤ اور مردہ لڑکے کے منہ پر رکھ دے۔

دوست نے حسب ہدایت عمل کیا۔ لیکن مردہ جسم میں جنبش نہیں ہوئی۔ حضرت الیسع علیہ السلام خود لڑکے کے پاس تشریف لے گئے۔ کمرہ بند کر کے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ لڑکے کے جسم میں حرکت ہوئی اور اسے سات چھینکیں آئیں اور وہ زندہ ہو کر بیٹھ گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام شونیم (Shunem) سے جلجال (Gilgol) تشریف لے گئے۔ جلجال ان دنوں قحط میں تھا۔ آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ اہل جلجال کے لئے لپسی (موٹے آٹے کا پتلا حلوہ) پکاؤ۔ کچھ لوگ کھیت سے سبزیاں توڑ لائے۔ ان میں اندرائن (خربوزے کی شکل کا ایک پھل جو دیکھنے میں خوبصورت اور ذائقے میں انتہائی تلخ اور زہریلا ہوتا ہے)

بھی شامل تھی۔ جو کسی نے غلطی سے کھانے میں شامل کر دیا تھا۔ جب لوگ کھانا کھانے بیٹھے تو انہیں کھانا زہریلا ہونے کا احساس ہوا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے تھوڑا سا آٹا منگوایا اور اسے دیگ میں ڈال دیا۔ کھانے کی کڑواہٹ اور زہریلا پن ختم ہو گیا اور لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ بعل سلیسہ سے ایک شخص آپ کی خدمت میں جو کی روٹیاں اور کچھ اناج لے کر آیا۔ آپ نے دوست سے فرمایا کہ اسے لوگوں میں تقسیم کر دے۔ چونکہ لوگ زیادہ تھے اور روٹیاں اور اناج کم تھا اس نے پوچھا! ''کیا اتنی کم روٹیاں اور اناج سو آدمیوں کے سامنے رکھ دوں؟''

آپ نے فرمایا! ''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس تھوڑے سے اناج سے سو آدمی کھائیں گے اور پھر بھی باقی بچے گا۔'' آپ کے ارشاد کے مطابق اس میں اتنی برکت ہوئی کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

شاہِ ارام (بادشاہ دمشق) کے لشکر کا سردار نعمان ایک عرصے سے برص کے مرض میں مبتلا تھا۔ نعمان کی کنیز نے حضرت الیسع علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ اس زمانے میں حضرت الیسع علیہ السلام سامرید میں تھے۔ نعمان چند لوگوں کے ہمراہ حضرت الیسع علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ ''اس سے کہو کہ وہ دریائے یردن میں سات مرتبہ غوطہ لگائے۔'' نعمان کو آپ کی باتوں کا یقین نہیں آیا اور وہ ناراض ہو کر واپس جانے لگا۔ لیکن اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کر کے دیکھ لینا چاہیے۔ نعمان نے دریائے یردن میں سات بار غوطہ لگایا۔ جب وہ باہر آیا تو برص (سفید داغ) کا مرض ختم ہو گیا تھا۔ نعمان آپ کی خدمت میں بیش بہا تحائف لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے تحائف قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جیجازی نے لالچ کی بنا پر آپ کی اجازت کے بغیر تحائف قبول کر لئے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کے استفسار پر جیجازی نے جھوٹ بولا۔ جس پر آپ نے اس کو اور اس کی نسل کو برص کی بددعا دی۔ جیجازی اسی وقت برص میں مبتلا ہو گیا۔

ایک دفعہ کچھ لوگوں نے حضرت الیسع علیہ السلام سے رہائشی پریشانی کی وجہ سے یردن جانے کی اجازت مانگی، آپ نے اجازت دے دی۔ لوگ آپ کو بھی ساتھ لے جانے پر مصر ہوئے۔ لہٰذا آپ بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئے، یردن پہنچ کر مکان کی تعمیر کے سلسلے میں کچھ لوگ لکڑیاں کاٹنے جنگل کی طرف چلے گئے۔ لکڑیاں کاٹتے ہوئے ایک شخص کی کلہاڑی دریا میں گر گئی۔ وہ التجا کرتا ہوا حضرت الیسع علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، ''کلہاڑی کس جگہ گری ہے؟'' اس شخص نے جگہ کی نشاندہی کی آپ نے درخت کی ایک ٹہنی کاٹ کر ڈال دی۔ کلہاڑی تہہ آب سے سطح آب پر آ گئی۔

فرشتوں کی فوج

حضرت الیسع نے بارہا بادشاہ اسرائیل کی معجزات سے مدد کی۔

دمشق اور اسرائیل کی جنگ میں آپ شاہ اسرائیل کو شاہِ ارام (دمشق) کے عسکری منصوبہ بندی سے آگاہ کرتے تھے۔ اسرائیلی افواج آپ کی ہدایت اور رہنمائی سے فتحیاب ہو جاتی تھیں۔ جب ایسا متعدد بار ہونے لگا تو شاہِ ارام کے دل میں خدشہ لاحق ہوا کہ اس کی فوج میں شاہ اسرائیل کا جاسوس موجود ہے۔ اس نے امراء اور عمائدین کو بلا کر اپنے خدشے کا اظہار کیا۔ ان میں سے کسی نے کہا! ''نہیں میرے مالک! اے بادشاہ! بلکہ الیسع جو اسرائیل میں نبی ہے تیری ان باتوں کو جو تو اپنی خلوت گاہ میں کہتا ہے شاہ اسرائیل کو بتا دیتا ہے۔''

شاہ ارام نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ایک عظیم الشان لشکر اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے روانہ کیا۔ لشکر نے راتوں رات شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت الیسع علیہ السلام کا دوست جب صبح اٹھ کر باہر نکلا تو شہر کے اطراف ارامی لشکر کو دیکھ کر پریشانی کے عالم میں حضرت الیسع علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا!

"خوف نہ کر کیونکہ ہمارے ساتھ والے ان کے ساتھ والوں سے زیادہ ہیں۔"

(۲۔ سلاطین)

یہ کہہ کر آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی!

"اے خداوند اس کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ دیکھ سکے۔"

(۲۔ سلاطین)

دعا قبول ہوئی اور دوست کی باطنی نظر کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام کے ارد گرد فرشتوں کی فوج گھوڑوں اور رتھوں میں سوار ہے۔ ارامی لشکر جب حضرت الیسع علیہ السلام کی طرف بڑھا تو آپ نے فرمایا! "اندھے ہو جاؤ۔" ارامی فوج اندھی ہو گئی۔ آپ اندھی فوج کو لئے سامریہ چلے آئے اور وہاں دعا کی اور ارامی فوج کی بینائی واپس آ گئی۔ شاہ اسرائیل نے حضرت الیسع علیہ السلام سے ارامی فوج پر حملے کی اجازت چاہی۔ لیکن آپ نے کمال مہربانی اور شفقت سے اس کو منع کر دیا اور فرمایا! "توان کو نہ مار۔ توان کو مار دیتا ہے جو تیرے اسیر ہو جاتے ہیں؟ توان کے آگے روٹی اور پانی رکھ تاکہ وہ کھائیں پیئیں اور اپنے آقا کے پاس واپس جائیں۔"

(۲۔ سلاطین)

شاہ اسرائیل نے حسب ارشاد عمل کیا اور ارامی فوج کو کھلا پلا کر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بادشاہ بن ہدد (شاہ ارام) نے اپنی تمام تر عسکری قوت مجتمع کر کے سامریہ کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ اس قدر طویل اور سخت تھا کہ سامریہ میں قحط پڑ گیا۔

چاندی کے اسی سکے

توراۃ کے مطابق قحط کے اس دور میں گدھے کا سر چاندی کے اسی سکوں میں بکنے لگا۔ یہاں تک کہ بھوک کی شدت نے لوگوں کو آدم خوری پر مجبور کر دیا۔ کتاب ۲۔ سلاطین باب ۶ میں قحط کے اس دور کا ایک واقعہ مذکور ہے۔

''اور جب شاہ اسرائیل دیوار پر جارہا تھا تو ایک عورت نے اس کی دہائی دی اور کہا کہ اے میرے مالک! اے بادشاہ مدد کر۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر خداوند ہی تیری مدد نہ کرے تو میں کہاں سے تیری مدد کروں؟''

پھر بادشاہ نے اس سے کہا تجھے کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا۔ اس عورت نے مجھ سے کہا کہ اپنا بیٹا دے دے تاکہ ہم آج کے دن اسے کھائیں اور جو میرا بیٹا ہے اسے ہم کل کھائیں گے۔ سو میرے بیٹے کو اس نے پکایا اور اسے کھالیا اور دوسرے دن میں نے اس سے کہا اپنا بیٹا لا تاکہ ہم اسے کھائیں لیکن اس نے اپنا بیٹا چھپا دیا۔

بادشاہ نے عورت کی دلدوز باتیں سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔ اس نے یہ سوچ کر ایک نبی کے ہوتے ہوئے لوگ آدم خوری پر مجبور ہو جائیں شدت دیوانگی میں کہا!

''اگر آج ساقط کے بیٹے الیسع کا سر اس کے تن پر رہ جائے تو خدا مجھ سے ایسا یا اس سے زیادہ کرے۔''

(۲۔ سلاطین)

بادشاہ نے ایک قاصد حضرت الیسع علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔ آپ اس وقت اپنے گھر میں چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ قاصد آپ کے پاس آتا آپ نے لوگوں سے فرمایا!

''تم دیکھتے ہو کہ اس قاتل زادہ نے میرا سر اڑا دینے کو ایک آدمی بھیجا ہے؟ سو دیکھو جب وہ قاصد آئے تو دروازہ بند کر لینا اور مضبوطی سے دروازے کو اس کے مقابل پکڑے رہنا۔ کیا اس کے پیچھے پیچھے اس کے آقا کے پاؤں کی آہٹ نہیں؟''

ابھی وہ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ قاصد آپ کے پاس آپہنچا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''تم خداوند کی بات سنو۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ کل اسی وقت سامریہ کے پھاٹک پر ایک مثقال میں ایک پیمانہ میدہ اور ایک ہی مثقال میں دو پیمانے جو (Barley) بکے گا۔''

قاصد کو آپ کی باتوں پر یقین نہیں آیا اور اس نے بے یقینی سے کہا!

''اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں بھی لگادے تو بھی یہ بات پوری نہیں ہوسکتی۔''

آپ نے فرمایا!

''سن! تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے کچھ کھانے نہ پائے گا۔''

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ارامی لشکر کو غیب سے ایک بڑی فوج کی آواز سنوائی۔ ارامی لشکر یہ سمجھے کہ شاہ اسرائیل کی مدد کے لئے حتی اور مصری فوج آگئی ہے لہٰذا ارامی لشکر جیسے تیسے کر کے چھاؤنی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میدان جنگ کی طرف سے چار کوڑھیوں کا گزر ہوا تو وہ اندر گھس گئے اور خوب کھایا پیا۔ کھانے پینے کے بعد انہیں خیال آیا کہ اس کی اطلاع بادشاہ کو دینی چاہئے۔ انہوں نے بادشاہ تک یہ خبر پہنچادی۔ بادشاہ نے تصدیق کے لئے ہرکارے بھیجے۔ انہوں نے واپس آکر تصدیق کی۔ بادشاہ نے اسی قاصد کو جسے حضرت الیسع علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا شہر کے پھاٹک پر مقرر کیا اور ہدایت کی کہ لوگوں کو ارامی لشکرگاہ کی طرف قطار بنا کر جانے دیا جائے۔ لیکن ایک عرصے سے بھوک اور افلاس میں مبتلا لوگ قطار توڑ کر لشکر گاہ کی طرف چڑھ دوڑے۔ اس دھکم پیل میں قاصد زمین پر گر گیا اور لوگوں کے پیروں تلے کچل کر مر گیا۔ حضرت الیسع علیہ السلام کی پیشن گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور اس قاصد نے ایک مثقال میں ایک پیمانہ میدہ اور ایک مثقال میں دو پیمانے جو بکتے ہوئے دیکھا لیکن وہ کچھ نہ کھا سکا اور بھوک سے مر گیا۔

دعا کی درخواست

اسرائیلی بادشاہ یوآس (جیہوش) نے آپ سے اپنی حکومت کی سلامتی اور دشمنوں (ارامیوں) پر فتح اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے یوآس کو ہدایت کی کہ وہ مشرق کی سمت تیر چلائے۔ یوآس نے حسب حکم عمل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تیر، ارام پر فتح پانے کا ہے۔ پھر آپ نے یوآس کو حکم دیا کہ تیروں کو زمین پر مار۔ یوآس تین بار زمین پر تیر مار کر رک گیا آپ نے یوآس سے فرمایا!

''تجھے پانچ یا چھ بار مارنا چاہئے تھا۔ تب تو ارامیوں کو اتنا مارتا کہ ان کو نابود کر دیتا لیکن اب تو ارامیوں کو تین بار شکست دے گا۔''

توحید کے پرچار کے سلسلے میں حضرت الیسع مسلسل کوشش و محنت کے باوجود اور حضرت الیسع علیہ السلام کی ذات سے صادر ہونے والے بے شمار معجزات کے مشاہدے کے بعد بھی جب آپ کی قوم راہ راست پر نہ آئی اور نافرمانی اور سرکشی پر بضد رہی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں استدعا کی کہ میں اب اس قوم کے درمیان رہنا نہیں چاہتا۔ اے اللہ! مجھے دائمی حضوری فرما۔ دعا قبول ہوئی اور آپ عالم بقا میں تشریف لے گئے۔ حضرت الیسع علیہ السلام اپنے آبائی گاؤں ابیل محولہ میں مدفون ہیں۔

آپ کے وصال کے کچھ عرصے بعد لوگوں نے ایک مردہ آپؑ کی قبر میں دفن کرنا چاہا۔ جب اس مردے کا جسم آپؑ کے جسدِ اطہر سے مس ہوا تو وہ زندہ ہو کر بیٹھ گیا۔

حکمت

شیطان آدمی کے خون کے ساتھ دوڑتا ہے۔ آدمی اگر نہ چاہے اور اللہ کا باغی بن جائے تو اللہ ایسے لوگوں کے قلوب پر مہر لگا دیتا ہے اور کانوں کو سیل کر دیتا ہے اور آنکھوں پر دبیز پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بھی وحدہ لا شریک کی وحدانیت پر ایمان نہیں لائے۔ حضرت الیسع علیہ السلام نبی کی ذات سے بے شمار معجزات کا ظہور ہوا لیکن اس کے باوجود قوم سرکشی اور نافرمانی کرتی رہی اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتی رہی۔ قوم نے اتنا زیادہ خود کو مبتلائے عصیان کر لیا تھا کہ محب و مشفق نبی کو اللہ سے دعا کرنی پڑی کہ اب وہ اس قوم میں رہنا نہیں چاہتے۔ قوم نے سعادت ازلی کو شقاوت میں تبدیل کر لیا تھا۔

☆☆☆☆☆

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

ذوالکفل کا لفظی ترجمہ ''صاحب نصیب'' ہے۔ قرآن کی دو سورتوں ''ص'' اور ''انبیاء'' میں حضرت ذوالکفل کا ذکر آیا ہے۔

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل سب صبر کرنے والے تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا۔ یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے۔''

(سورۃ الانبیاء۔ ۸۵)

''اور یاد کرو اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کے واقعات اور یہ سب نیکوکار میں سے تھے۔''

(سورۃ ص۔ ۴۸)

مفسرین کی رائے مین حضرت ذوالکفلؑ حضرت الیسعؑ کے جانشین تھے۔ حضرت ذوالکفلؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت الیسعؑ بہت بوڑھے ہو گئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں اس شخص کو مقرر کروں گا جو مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے گا۔ اول یہ کہ دن بھر روزہ رکھے گا، دوم شب بیداری کرے گا اور خدا کی عبادت کرے گا، سوم کبھی بھی غصہ نہیں کرے گا۔

آپ کی تینوں شرائط سننے کے بعد مجمع میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میں حاضر ہوں اس کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام نے محفل برخاست کر دی۔ دوسرے دن آپ نے پھر لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی تینوں شرائط دہرائیں اس دن بھی وہی شخص کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ اچھی طرح سوچ لو کہ تم شرائط کی پابندی کر سکو گے یا نہیں۔ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے

اس روز بھی محفل برخاست کر دی اور تیسرے روز پھر لوگوں کو جمع کیا اور تیسری بار بھی وہی شخص کھڑا ہوا۔ تب آپ نے اسے اپنے جانشین کے طور پر منتخب کر لیا۔ وہ شخص حضرت ذوالکفل علیہ السلام تھے۔

مفلوک الحال شیطان

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا معمول تھا کہ دن رات میں صرف تھوڑی دیر کے لئے دوپہر میں سوتے تھے۔ غصہ سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شیطان ہر وقت آپ کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ ایک دن وہ مفلوک الحال بوڑھے کی صورت میں دروازے پر پہنچ گیا۔ یہ آپ کے سونے کا وقت تھا۔ شیطان نے دستک دی تو آپ باہر تشریف لے آئے۔ ابلیس نے آپ سے کہا کہ میری قوم نے مجھ پر ظلم کر رکھا ہے اور داستان ظلم کو اتنا طویل کر دیا کہ سونے کا وقت ختم ہو گیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اب تم جاؤ شام کو آنا لیکن ابلیس شام کو تو آیا نہیں بلکہ دوسرے دن عین قیلولہ کے وقت آ گیا۔ اور آپ کو باتوں میں الجھا لیا اس روز بھی سونے کا وقت ختم ہو گیا۔ آپ نے اسے پھر شام کے وقت بلوایا۔ مگر وہ تیسرے روز بھی قیلولہ کے وقت آ گیا۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام نے اپنی اہل خانہ سے کہا کہ آج کوئی بھی آئے تو انہیں بیدار نہ کیا جائے۔ چنانچہ جب ابلیس نے دستک دی تو اہل خانہ نے منع کر دیا۔ ابلیس نے مکاری سے کام لیا اور کہا کہ مجھے حضرت نے وقت دیا ہے اور ایک نہایت ضروری بات کرنی ہے۔ لیکن آپ کی اہل خانہ نے منع کر دیا۔ جب بات نہ بنی تو شیطان اپنی ابلیسی قوتوں سے حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے کمرے میں آ گیا۔ آپ بیدار ہو گئے اور اس کو کمرے میں دیکھ کر حقیقت جان جائیں گے آپ نے پوچھا تو ابلیس ہی ہے نا۔ ابلیس نے کہا، ہاں میں اور میری ذریت آپ پر قابو نہ پا سکی۔ میں نے چاہا کہ آپ کو طیش دلا دوں اور اس عہد میں ناکام بنا دوں جو آپ نے حضرت الیسع علیہ السلام سے کیا تھا لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں ناکام رہا۔

اس واقعہ کی بنا پر آپؑ کو "ذوالکفل" کا لقب ملا۔

حکمت

اس واقعہ میں یہ سبق ملتا ہے کہ شیطان ہمارا ہر حال میں دشمن ہے۔ وہ نبیوں کے تعاقب میں بھی رہتا ہے اور انہیں بھی بہکانے کی تدبیریں کرتا ہے۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام تھوڑی سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ شیطان نے سوچا کہ اگر ان کی نیند خراب کر دی جائے تو ان کے اعصاب میں اضمحلال پیدا ہو جائیگا اور وہ اپنے عہد کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے اور جب اس کا بس نہ چلا تو اسے نے ابلیسی قوت کو آزمایا اور ان کے کمرے میں گھس گیا۔ کیونکہ اس طرح کسی بوڑھے آدمی یا جوان آدمی کا کمرے میں آنا جانا ممکن نہیں تھا اس لئے حضرت ذوالکفلؑ نے اسے پہچان لیا اور پوچھا کہ تو شیطان ہی ہے۔ اور شیطان کی تدبیر اور اس کا مکر خود اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کی حفاظت فرمائی۔

تین شرائط پر تفکر کرنے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ:

۱)اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔روزہ کی جزا میں خود ہوں یعنی روزہ رکھنے والے کے حواس اتنے نفیس اور لطیف ہو جاتے ہیں کہ وہ بحکم الٰہی تجلی ذات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

۲)شب بیدار بندے قرب الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل شریف میں اللہ کی طرف رجوع کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کا حکم دیا ہے۔

’’اے کپڑے میں لپٹنے والے قیام کر رات کو مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر دے تھوڑا یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔‘‘

(سورۃ مزمل ۱۔۳)

۳)رب کائنات کا ارشاد ہے

جو لوگ غصہ نہیں کرتے اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اللہ ایسے احسان کرنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غصہ کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

یاجوج ماجوج

''اور اے محمد ﷺ! یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔ ہم نے اسے زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے، اس نے پہلے (مغرب کی طرف ایک مہم کا) سروسامان کیا، حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور وہاں اسے ایک قوم ملی ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تجھے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ تو ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے۔ اس نے کہا جو ان میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لئے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے۔ پھر اس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی یہاں تک کہ طلوع آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لئے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے یہ حال تھا ان کا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اسے ہم جانتے تھے پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ان کے اور ہمارے درمیان ایک بند تعمیر کر دے۔ اس نے کہا جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنا دیتا ہوں مجھے لوہے کی چادریں لا دو آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان وادی کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا (یہ بند ایسا تھا کہ) یاجوج ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آ سکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب

کی رحمت ہے مگر جب میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ بر حق ہے۔ اور اس روز ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گھتم گتھا ہونگے اور صور پھونکا جائے گا اور ہم ان سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے اور وہ دن ہو گا جب ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے، ان کافروں کے سامنے جو میری نصیحت کی طرف سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کچھ سننے کیلئے تیار ہی نہ تھے تو کیا یہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں۔ ہم نے ایسے کافروں کی ضیافت کے لئے جہنم تیار رکھی ہے۔

اے محمد ﷺ! ان سے کہو کہ ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال سے سب سے زیادہ ناکام اور نامراد لوگ کون ہیں۔ وہ کہ جن کی دنیا کی زندگی کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن (تول) نہ دیں گے ان کی جزا جہنم ہے اس کے بدلے جو انہوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے تھے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے ان کی میزبانی کیلئے فردوس کے باغ ہونگے جن میں وہ ہمیشہ رہینگے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا۔ اے محمد ﷺ! کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے گا مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کم پڑ جائے۔

اے محمد ﷺ! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا اللہ بس ایک ہی اللہ ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔"

(سورۃ کہف: ۸۳۔۱۱۰)

ذوالقرنین مفسرین کی نظر میں

بائبل میں حضرت دانیالؑ کا خواب بیان کیا گیا ہے۔ اس میں وہ میڈیا اور فارس کی متحدہ سلطنت کو مینڈھے کی شکل میں دیکھتے ہیں جس کے دو سینگ تھے۔ ذوالقرنین کے لفظی معنی ہیں "دو سینگوں والا" مفسرین ذوالقرنین کے نام کی کئی طرح تشریح کرتے ہیں۔

ا۔ذوالقرنین اس لئے کہا گیا کہ وہ دو مملکتوں روم اور فارس کا حکمران تھا اور ''قرن''،جس کے معنی ''سینگ'' کے ہیں بطور استعارہ کے طاقت و حکومت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔وہ فتوحات کرتا ہوا اقصائے مشرق و مغرب تک پہنچا اور دونوں خطوں پر بہت سے ممالک پر قابض و مسلط ہوا۔(امام زہری)

۳۔اس کے سر میں دونوں جانب سینگ کے مشابہ تانبے کے سے غدود ابھرے ہوئے تھے۔(وہب بن منبہ)

۴۔اس کی زلفیں دراز تھیں اور وہ بالوں کو دو حصے کرتا اور ان کی چوٹیاں گوندھ کر دونوں کاندھوں پر ڈالے رکھتا تھا ان دونوں کو "قرن" سے تشبیہ دے کر اس کو یہ لقب دیا گیا۔(حسن بصری)

۵۔اس نے ایک جابر بادشاہ اور اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی بادشاہ نے غضب ناک ہو کر اس کے سر کے ایک جانب سخت چوٹ لگائی جس سے وہ مر گیا اس کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تبلیغ کا فرض انجام دیا پھر قوم نے دوسری طرف چوٹ مار کر شہید کر دیا اس ضرب کی وجہ سے اس کے سر پر دو نشان بن گئے جس کی وجہ سے ذوالقرنین کا لقب دیا گیا۔(حضرت علیؓ)

۶۔وہ نجیب الطرفین تھا اس لئے والدین کی نجابت کو قرنین کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

۷۔اس نے اس قدر طویل عمر پائی کہ انسانی دنیا کے دو قرن (صدیوں) تک زندہ رہا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نبوت کا اعلان کیا تو یہودیوں نے آپ کو آزمانے کیلئے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تین سوالات بھیجے یہودی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اگر حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں تو ''امی'' ہونے کے باوجود وحی الٰہی کے ذریعے اس شخص کے واقعات بتا دیں گے۔

ذوالقرنین نے بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات دلائی اور ان کے مقدس مقام یروشلم (بیت المقدس) کو دوبارہ آباد کیا ان امور کی بناء پر یہودی ذوالقرنین کو نجات دہندہ، مسیح اللہ اور ''خدا کا چرواہا'' کہتے ہیں۔یہود نے کہا ہم کو اس نبی کا حال بتایئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تورات میں صرف ایک ہی جگہ کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا ''وہ کون ہے؟'' یہود نے جواب دیا ''ذوالقرنین''۔

قرآن کریم میں ہے:

''اور اے محمد ﷺ یہ لوگ تم سے ''ذوالقرنین'' کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو کہ میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔ ہم نے اسے زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے، اس نے پہلے (مغرب کی طرف ایک مہم کا) سر و سامان کیا، حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا۔''

(سورہ کہف: ۸۳۔۸۶)

خورس (ذوالقرنین) اگرچہ ایشیا کو چک فتح کرتا چلا گیا لیکن عوام پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہی ان کو وطن بدر کیا۔ خورس کے حسن سلوک اور عدل و انصاف کی وجہ سے لوگوں کو یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ یہاں کوئی انقلاب آیا ہے۔

خورس نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ دشمن کی فوج کے سوا اور کسی انسان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور دشمن کی فوج میں سے جو کوئی نیزہ جھکا دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ اور کرڈیس اگر تلوار بھی چلائے تب بھی اس کو کوئی گزند نہ پہنچائی جائے۔

(انسائیکلوپیڈیا، برٹانیکا۔ مضمون "سائرس") حکومت کے مطابق اس کا عقیدہ وہی تھا جو ایک صالح بادشاہ کا ہونا چاہئے۔ مورخ لکھتا ہے۔

عوام کی فلاح و بہبود

سائرس کا عقیدہ تھا کہ ''زر و جواہرات'' بادشاہوں کے ذاتی عیش و آرام کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ خزانے اس لئے ہیں کہ بادشاہ رفاہ عام کے کام کرے اور ماتحت ساتھیوں کو فائدہ پہنچائے۔ مشرق بعید کی ریاست باختر (بیکٹریا) میں وحشی اور صحرا نشین قبائل آباد تھے، یہ قوم اخلاقی اقدار سے بے بہرہ اور متمدن زندگی سے غیر مانوس تھی، طلوع آفتاب کے ساتھ جوں جوں دھوپ پھیلتی وحشی قوم میں توانائی آ جاتی تھی اور آفتاب کے ڈھلنے کے ساتھ وہ کمزور اور لاغر ہو جاتے تھے، سورج غروب ہو جانے کے بعد ایسا لگتا تھا کہ ان کے جسم کی جان نکل گئی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''پھر اس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی یہاں تک کہ طلوع آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کیلئے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے یہ حال تھا ان کا۔''

(سورہ کہف۔ ۹۰)

یاجوج، ماجوج کے بارے میں طرح طرح کی عجیب کہانیاں مشہور ہیں جو پڑھ کر لگتا ہے کہ یہ سب قیاسی باتیں ہیں۔ایک روایت یہ ہے کہ جہاں زمین کی حد ختم ہوتی ہے وہاں پہاڑوں کی ایک جانب یاجوج، ماجوج کی قوم آباد ہے اور دوسری جانب ایک عابد وزاہد قوم آباد ہے اس قوم میں بڑے دانا اور حکیم بھی موجود ہیں، یہ پہاڑ اتنے بلند تھے کہ ان کو عبور کرنا مشکل تھا۔

پہاڑیوں کے درمیان کچھ حصہ میدانی تھا اس راستے سے یاجوج، ماجوج آکر نیک لوگوں پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے اور لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ سکندر ذوالقرنین نے بستی کے نیک لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں اللہ کے احکامات سنائے، ان لوگوں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یاجوج، ماجوج کے ظلم و ستم کی شکایت کی اور بادشاہ سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ بادشاہ نے یاجوج، ماجوج کے بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا ایک پہاڑ پر یاجوج اور اس کی اولاد، دوسرے پہاڑ پر ماجوج اور اس کی اولاد رہتے ہیں۔ان دونوں کی اولادیں اس کثرت سے ہوئیں کہ ایک بڑی قوم بن گئیں۔ یاجوج، ماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں یہ دونوں اور ان کے اہل خانہ طوفان نوح کے بعد بچ گئے تھے۔ یاجوج، ماجوج کے بارے میں من گھڑت باتوں میں ایک ناقابل قبول بات یہ ہے کہ اس قوم کے بعض افراد دراز قد ہیں، بعض افراد کے قد تین فٹ اور بعض افراد کے قد ایک بالشت (بالشتیئے) کے برابر ہیں بعض افراد کے کان اتنے بڑے ہیں کہ زمین پر لٹکے رہتے ہیں، جب سوتے ہیں تو یہ اپنا ایک کان زمین پر بچھا لیتے ہیں اور دوسرا کان اوڑھ لیتے ہیں۔ یہ قوم تہذیب و تمدن اور اخلاقی اقدار سے نا آشنا ہے، رہن سہن جانوروں کی طرح ہے۔ان کے کھیتوں میں صرف تل کی کاشت ہوتی ہے دوسری کوئی چیز نہیں اُگتی تل ہی ان کی غذا ہے وہ لوگ Uncivilized ہیں، خدا کو نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ یاجوج، ماجوج کے بارے میں ظلم و ستم کی داستان سن کر سکندر ذوالقرنین نے ان دو پہاڑوں کے درمیان دیوار بنانے کے احکامات جاری کر دیئے چنانچہ لوہے کی بڑی بڑی شیٹیں جوڑ کر ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر انہیں دونوں پہاڑوں کی Valley میں رکھ دیا گیا اور لوہے کی چادروں کو تیز آگ سے سرخ کر کے ان پر سیسہ پگھلا کر ڈال دیا یوں ایک عظیم الشان دیوار جسے سد سکندری کا نام دیا گیا تیار ہو گئی۔

''پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ان کے اور ہمارے درمیان ایک بند تعمیر کر دے۔اس نے کہا جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنا دیتا ہوں، مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان وادی (ویلی) کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا، لاؤ اب میں پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔''

(سورہ کہف: ۹۲۔۹۶)

بخت نصر

سکندر ذوالقرنین سے پچاس برس قبل بابل میں بخت نصر حکومت کرتا تھا۔ بابلی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی، بخت نصر کو سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا اس لیے اس کا اسے حق تھا کہ وہ جس حکومت کو چاہے قہر و غضب کا شکار بنا کر اس کے باشندوں کو عذاب میں مبتلا کر دے۔ بخت نصر نے اپنے دور حکومت میں یروشلم پر تین مرتبہ حملہ کیا اور فلسطین کو تباہ و برباد کر کے رعایا کو مویشیوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا۔

یہودی مورخ جوزیفس کہتا ہے کہ کوئی سخت بے رحم قصائی بھی اس وحشت و خونخواری کے ساتھ بھیڑوں کو مذبح خانہ میں نہیں لے جاتا جس طرح بنی اسرائیل کو نصر ہنکا کر لے گیا۔

بابل کی حکومت آشوری حکومت کی تباہی کے بعد اور بھی زیادہ مضبوط سلطنت ہو گئی، قرب و جوار کی طاقتوں میں کسی کو بھی یہ جرأت نہیں تھی کہ وہ اس جابر حکومت کے قہر و جبر کا مقابلہ کر سکے۔ بیت المقدس فتح ہونے کے کچھ عرصہ بعد بخت نصر مر گیا۔ نا یونی دس، بخت نصر کا جانشین مقرر ہوا لیکن اس نے ایک شخص بیل شاہ زار کو امور سلطنت سونپ دیئے۔ بیل شاہ زار ایک عیاش اور ظالم آدمی تھا، بخت نصر کی طرح بہادر اور جری نہیں تھا۔ بنی اسرائیل کے قیدیوں میں سے حضرت دانیالؑ نے اپنی حکیمانہ فراست سے بابلی دربار کو اس درجہ مسخر کر لیا تھا کہ وہ حکومت کے مشیر خاص سمجھے جاتے تھے۔ حضرت دانیالؑ نے بیل شاہ زار کو بار بار اس کے مظالم اور پر عیش زندگی کے خلاف تنبیہ کی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا آخر کار انہوں نے حکومت کے معاملات سے کنارہ کشی کر لی۔

توری کے بیان کے مطابق بیل شاہ زار نے اپنی ملکہ کے اکسانے پر حکم دیا کہ یروشلم سے جو ہیکل کے مقدس ظروف بنو کدزار لوٹ کر لایا تھا وہ لائے جائیں اور ان میں شراب پلائی جائے، یہ جشن جاری تھا کہ کسی غیبی ہاتھ نے بادشاہ کے سامنے دیوار پر ایک نوشتہ لکھ دیا۔

یکایک کسی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہوئیں اور انہوں نے شمع دان کے مقابل شاہی محل کی دیوار پر لکھا اور بادشاہ نے دیکھا تو بادشاہ کا چہرہ متغیر ہو گیا فکر نے اسے غم زدہ کر دیا۔ دیوار پر لکھا گیا نوشتہ یہ تھا ”منے منے ثقیل اوفیر سین“ بادشاہ نے نجومیوں کو بلا کر اس تحریر کا مطلب پوچھا لیکن کوئی مطلب نہ بتا سکا، ملکہ کے مشورہ سے حضرت دانیالؑ کو بلوایا گیا۔ حضرت دانیالؑ نے نوشتہ کا مطلب بتایا کہ

''خدا نے تیری مملکت کا حساب پورا کیا اور اسے ختم کر دیا، تو ترازو میں تولا گیا اور کم نکلا، تیری مملکت پارہ پارہ ہوئی اور ماویوں اور فارسیوں کو دے دی گئی۔''

اہل بابل عرصہ سے بیل شاہ زار کے مظالم سے چھٹکارا پانے کی تجویزیں سوچ رہے تھے، بعض سرداروں نے مشورہ کیا کہ قریب کی زبردست طاقت ایران سے مدد حاصل کی جائے اور ایران کے عادل فرماں روا سے یہ عرض کیا جائے کہ وہ ہم کو بیل زار کے مظالم سے نجات دلائے اور اس کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ اہل بابل ہر طرح اس کی مدد کریں گے۔ مشرقی مہم میں مصروف خورس کے پاس بابلی سرداروں کا ایک وفد پہنچا خورس نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو اطمینان دلایا کہ وہ اپنی اس مہم سے فارغ ہو کر بابل ضرور آئے گا اور ان کو بیل شاہ زار کے مظالم سے نجات دلائے گا۔ خورس جب اپنی مہم سے فارغ ہو گیا تو حسب وعدہ اس نے بابل پر حملہ کر دیا۔

اس عہد میں بابل سے زیادہ نا قابل تسخیر کوئی مقام نہیں تھا۔ شہر پناہ اس درجہ تہہ در تہہ موٹی اور مضبوط تھی کہ کوئی فاتح اس کی تسخیر کی جرأت نہیں کرتا تھا لیکن بابل کی رعایا خورس کی گرویدہ تھی جب خورس بابل میں داخل ہوا تو بابل کا گورنر گوب ریاس اس کے ہمراہ تھا، گوب ریاس نے دریا میں نہر کاٹ کر اس کا بہاؤ دوسری جانب کر دیا اور دریا کی جانب سے فوج شہر میں داخل ہو گئی اور خورس کے وہاں پہنچتے ہی شہر فتح ہو گیا اور بیل شاہ زار مارا گیا۔

دارا

سکندر کے جانشین دارا نے اپنے دور حکومت میں اہم تاریخی کام یہ کیا کہ پہاڑوں کی مضبوط چٹانوں پر کتبے نقش کرا دیئے جو اس کے اور خورس کے عہد زریں کو ظاہر کرتے ہیں ان کتبوں پر ایسی تفصیلات دی گئی ہیں جن سے دارا کے مذہب وعقیدہ اور طریق حکومت پر روشنی پڑتی ہے۔

''خدائے برتر اہورر موزدہ ہے۔ اسی نے زمین پیدا کی، اسی نے آسمان بنایا، اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا حکمراں اور آئین ساز بنایا۔''

''اے انسان! ہورر موزدہ کا تیرے لئے حکم ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر، صراط مستقیم کو نہ چھوڑ، گناہ سے بچتا رہ۔''

ان تاریخی کتبوں سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ دارا اور اس کے پیشتر و خورس کا مذہب ایران کے قدیم مذہب 'موگوش' (مجوسی مذہب) سے جدا اور مختلف تھا دارا جس ہستی کو اہورموزدہ کہہ کر پکارتا ہے اور جو اس کے اوصاف بیان کرتا ہے اس سے واضح ہو جاتا

ہے کہ دارا اور اس کا پیشرو (ذوالقرنین) ''دین حق'' پر تھے۔ حضرت علیؓ کی اس روایت میں ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔

''ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ فرشتہ وہ ایک انسان تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

''ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو پسند فرمایا اور اپنی کتاب میں اس کی تعریف فرمائی وہ فاتح اور کامیاب بادشاہ تھا۔''

حکمت

سکندر ذوالقرنین ایک عظیم فاتح تھا۔ توحید اور آخرت پر ایمان رکھتا تھا۔ عدل و انصاف کرنے والا فیاض حکمران تھا۔ ذوالقرنین ایرانی فرماں روا تھا اس کا عروج ۵۴۹ قبل مسیح کے قریب شروع ہوا۔ اس نے چند سالوں میں میڈیا (لجبال) اور لیڈیا (ایشیائے کوچک) کی سلطنتوں کو فتح کرنے کے بعد ۵۳۹ ق م میں بابل کو بھی فتح کر لیا جس کے بعد کوئی طاقت اس کے راستے میں مزاحم نہیں رہی اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور صغد (موجودہ ترکستان) سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور دوسری طرف تھریس اور مقدونیہ تک وسیع ہو گیا اور شمال میں اس کی سلطنت قفقاز (کاکیشیا) اور خوارزم تک پھیل گئی۔ اس وقت کی پوری مہذب دنیا پر اس کے تابع فرمان تھی۔

ذوالقرنین کی فتوحات مغرب میں ایشیائے کوچک اور شام کے تمام ساحل اور مشرق میں باختر (بلخ) تک وسیع ہوئیں۔ یاجوج، ماجوج کاکیشیا کے پہاڑی علاقوں کے قبائل ہیں، کاکیشیا بحر خزر (کیسپئن) اور بحر اسود کے درمیان واقع ہے۔

سکندر ذوالقرنین مختلف ممالک فتح کرتا ہوا مشرق کی جانب ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں مہذب دنیا کی سرحد ختم ہو گئی تھی اور آگے ایسی وحشی قوموں کا علاقہ تھا جو عمارت بنانا تو درکنار خیمے بنانا بھی نہیں جانتی تھی، سخت وحشی ہونے کے سبب نہ کوئی ان کی زبان سمجھتا تھا اور نہ وہ کسی اور کی زبان سے واقف تھے۔

ذوالقرنین کے عدل کی تعریف اس کے دشمنوں نے بھی کی۔ بائبل اس بات پر شاہد ہے کہ وہ ایک خدا پرست اور خدا ترس بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل کو ان کی خدا پرستی ہی کی بناء پر بابل کی اسیری سے رہا کروایا اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کے لئے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمان کی تعمیر کا حکم دیا

جب لوگوں نے کہا:

"اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین پر فسادُ حیلاتے ہیں تو ہم تجھے اجرت دیں تو کیا تو ہمارے لئے بند بنادے گا؟۔"

ذوالقرنین نے کہا!

"مجھے اللہ نے بادشاہی عطا کی ہے اور اس نے مجھے بے شمار وسائل عطا کئے ہیں فرماں رواں کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں اپنی رعایا کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان خدمت کروں اس کام کے لئے تم پر الگ سے ٹیکس لگان میرے لئے جائز نہیں، جو خزانہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اس کام کے لئے بہت کافی ہے۔البتہ تمہیں میرے ساتھ جواں مردی سے کام کرنا ہوگا۔"

دیوار تعمیر ہونے کے بعد ذوالقرنین نے کہا!

''اگرچہ میں نے اپنی بساط کے مطابق دیوار کو نہایت مضبوط بنادیا ہے مگر یہ لازوال نہیں ہے جب تک اللہ چاہے گا یہ قائم رہے گی اور جب اس کی عمر ختم ہوجائے گی تو اس کو پارہ پارہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔اللہ کے علاوہ ہر چیز کے لئے فنا ہے۔''

اس واقعہ میں بھی بتایا گیا ہے کہ ذوالقرنین جس کی عظمت کا حال سنایا گیا ہے محض ایک فاتح نہیں تھا بلکہ توحید اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔عدل وانصاف اور فیاضی کے اصولوں کا حامل تھا،ذوالقرنین اپنی رعایا کا ہمدرد اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا بادشاہ تھا اس میں دوسرے بادشاہوں کی طرح کبر ونخوت اور غرور نہیں تھا۔

حضرات!

اہل تکوین قوموں کو عروج بخشنے کیلئے اور ذلت ورسوائی سے بچنے کے لئے اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے ترغیبی پروگرام بناتے ہیں۔یہ پروگرام ملائکہ ارضی انسپائر کرتے رہتے ہیں۔

جنوری ۱۹۶۰ء میں ایک مجلس میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا:

''چینی قوم کے لئے فرشتے ایک لاکھ ترغیبی پروگرام انسپائر کرتے ہیں یہ ایک ایسی محب الوطن قوم ہے کہ ایک پروگرام بھی رد نہیں کرتی سب کا سب انسپائریشن قبول کرلیتی ہے۔''

چین کے قبائل یاجوج، ماجوج کی ذریت ہیں ایک وقت آئے گا کہ چین پوری دنیا پر حکمراں ہو جائے گا اور ساری دنیا پر اس کا اقتدار قائم ہو جائے گا، اقتدار کا مطلب یہ بھی ہے کہ دنیا پر اس قوم کا تصرف قائم ہو جائے گا یعنی یہ قوم اتنی زیادہ اقتصادی ترقی کر لے گی کہ ساری دنیا پر حکمراں ہو جائے گی۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں سرنگوں رہیں گی۔

☆☆☆☆☆

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤدؑ نے اپنا پایہ تخت جبرون سے منتقل کر کے یروشلم کو دارالخلافہ بنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام یروشلم میں پیدا ہوئے۔

''اور داؤد کو ہم نے سلیمان جیسا بیٹا عطا کیا۔ بہترین بندہ، کثرت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا''

(ص۔۳۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''حضرت سلیمانؑ کی والدہ نے آپ کو یہ نصیحت فرمائی، بیٹا! رات بھر سوتے نہ رہا کرو اس لئے کہ رات کے اکثر حصے کو نیند میں گزارنا انسان کو قیامت کے دن اعمال خیر سے محتاج بنا دیتا ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔

''اور ہم نے اس کو بخشے اسحاق اور یعقوب، ہم نے ہر ایک کو ہدایت دی اس سے پہلے اور اس ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد سلیمان کو ہدایت دی۔''

(سورۃ انعام۔۹۵)

پرندوں کی بولیاں

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بعض خصوصیات اور امتیازات سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو یہ خصوصیت دی تھی کہ وہ چرند پرند کی بولیاں جانتے تھے۔

''اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا اور ان دونوں نے کہا! حمد تو اللہ ہی کے لئے زیبا ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم کو فضیلت دی اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیوں والا علم دیا گیا ہے اور ہم کو ہر چیز بخشی گئی ہے، بے شک یہ کھلا ہوا فضل ہے۔''

(سورۃ نمل۔۱۵)

حضرت داؤدؑ کے اور بھی بیٹے تھے جو اقتدار کے خواہش مند تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک بھائی ابو سلوم نے جس کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا جوڑ توڑ کر کے باپ کے خلاف بغاوت کر دی، بغاوت اس زور و شور کی تھی کہ حضرت داؤدؑ کو یروشلم چھوڑنا پڑا، باپ بیٹے کی فوجیں آمنے سامنے آ گئیں گھمسان کا رن پڑا، کشتوں کے پشتے لگ گئے، لاشوں کا ڈھیر لگ گیا اور باپ بیٹے کی اس جنگ میں ابو سلوم مارا گیا، بغاوت ختم ہونے کے بعد حضرت داؤدؑ دوبارہ یروشلم واپس آ گئے۔ حضرت داؤدؑ کی عمر کے آخری حصے میں دوسرے بیٹے ادوبیر نے تخت شاہی حاصل کرنے کیلئے فوج کشی کر دی، ان دو بغاوتوں کے بعد حضرت داؤدؑ نے وزیر اعظم اور اراکین سلطنت کے مشورہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ حکمران ہونے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔

وراثت

علم و حکمت، ہدایت و نبوت اور سلطنت و بادشاہت حضرت سلیمان علیہ السلام کو وراثت میں ملی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فہم و دانش، علم و حکمت، اصابت رائے اور قوت فیصلہ کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ قرآن حکیم میں آپ کے لڑکپن کا ایک واقعہ مذکور ہے۔

''اور اسی نعمت سے ہم نے داؤد و سلیمان کو سرفراز کیا، یاد کرو وہ وقت جب دونوں ایک کھیت کے مقدمے کا فیصلہ کر رہے تھے، جس میں رات کو دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے، اس وقت ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ Inspire کیا، حالانکہ حکمت اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔''

(سورۃ انبیاء: ۷۷۔۷۹)

عدالت

ایک شخص کی بکریوں نے کھیت میں کھڑی فصل کو چر لیا اور حضرت داؤدؑ کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا، کھیت کے مالک نے بکریوں کے مالک پر تاوان کی ادائیگی کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت داؤدؑ نے فیصلہ سنایا کہ فصل کی مالیت چونکہ بکریوں کی قیمت کے برابر ہے اس لئے بکریاں بطور تاوان کھیت کے مالک کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے والد محترم سے عرض کیا:

''اباجی اس فیصلے پر عمل درآمد کرنے سے ایک فریق کا فائدہ ہوگا اور دوسرا فریق اپنی عمر بھر کی پونجی سے محروم ہو جائے گا، مناسب یہ ہے کہ بکریوں کا مالک کھیت میں ہل چلائے، گوڈی کرے، پانی دے، دیکھ بھال کرے اور جب کھیتی پک کر تیار ہو جائے تو پوری فصل کھیت کے مالک کو دے دی جائے اس دوران بکریاں کھیت کے مالک کے پاس رہیں وہی بکریوں کا دودھ استعمال کرے، اون کو اپنے کام میں لائے یعنی بکریوں پر اسے ہر قسم کا تصرف حاصل ہو اور جب بکریوں کا مالک فصل دے دے تو اسے بکریاں واپس کر دی جائیں۔''

نومولود بچہ

دو عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئیں، مقدمہ یہ تھا کہ دونوں عورتیں ایک نومولود بچے کی دعویدار تھیں۔

ایک نے بتایا کہ چند دن کے وقفے سے ہم دونوں کے بطن سے لڑکے پیدا ہوئے۔ دوسری عورت کے بچے کو بھیڑیا لے گیا۔ اس عورت نے ایک منصوبہ کے تحت میرے بچے کو اٹھا لیا اور مشہور کر دیا کہ بھیڑیا میرے بچے کو لے گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دونوں عورتوں کا موقف سننے کے بعد جلاد کو حکم دیا کہ تلوار سے بچے کے دو ٹکڑے کر دے اور بچہ دونوں عورتوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے۔ یہ عجیب و غریب فیصلہ سننے کے بعد بچے کی اصل ماں تڑپ اٹھی، بے قراری کے عالم میں اس نے رو کر کہا، ''نہیں نہیں! یہ بچہ اسی عورت کا ہے اسے دے دیا جائے۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے ممتا کے جذبے سے سرشار اصلی ماں کو اس کا بچہ دلا دیا۔

حضرت داؤدؑ کے انتقال کے بعد عنان حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنبھال لی اور دانش و حکمت، عدل و انصاف اور رعایا کی خیر خواہی اور قانون کی بالادستی کے ساتھ چالیس سال حکومت کی۔ چالس سالوں میں تین سال سازشوں اور شورشوں کو ختم کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حسن تدبیر، بہترین حکمت عملی اللہ کی مخلوق کی خدمت کے جذبے اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے عملی اقدامات کی بدولت لوگ آسودہ حال ہو گئے۔ ملک میں خوشحالی آگئی، لوگوں کا معیار زندگی بڑھ گیا، اندھیرے گھر روشن ہو گئے، بھوکے پیٹ شکم سیر ہو گئے۔

مصر سے فرات تک

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت مصر سے فرات تک پھیلی۔ یہ دور درخشاں دور تسلیم کیا جاتا ہے۔اس دور میں قوم کو جو عروج واستحکام، وسعت، جاہ و جلال حاصل ہوا اس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کے خصوصی امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا۔

''اور مسخر کر دیا سلیمان کے لئے تیز و تند ہوا کو کہ اس کے حکم سے زمین پر چلتی تھی، جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شئے کے جاننے والے ہیں۔''

(سورۃ انبیاء:۸۱)

''اور سلیمان کے لئے مسخر کر دیا ہوا کو صبح کو ایک مہینے کی مسافت (طے کراتی) اور شام کو ایک مہینے کی مسافت۔''

(سورۃ سباء:۱۲)

''اور مسخر کر دیا ہم نے اس (سلیمان) کے لئے ہوا کہ چلتی ہے وہ اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچنا چاہے۔''

(سورۃ ص:۳۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت کے برابر سفر کرتے تھے۔

سمندری بیڑہ

حضرت سلیمان علیہ السلام سمندر میں بحری بیڑے کے لئے راستے مقرر کرنے والے پہلے انسان ہیں۔ تجارتی ذرائع نقل و حمل کے لئے بحری بیڑہ اس زمانے میں سب سے مضبوط اور طاقت ور نظام تھا، جہازوں کو بہترین انجینئر چلاتے تھے، ایک Fleet کا نام ''ترسیسی بیڑہ'' تھا، ترسیسی بیڑہ بحر روم کی بندرگاہ سے مغربی ممالک کی طرف جاتا تھا اور اس کا ایک سفر تین سال میں پورا ہوتا تھا۔ اس میں سونا، چاندی، ہاتھی دانت، مویشی، بھیڑ، بکریاں اور دوسرے قسم کا سامان ہوتا تھا۔

ہوا کی تسخیر

قرآن حکیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ''ہوا'' کو مسخر کر دیا تھا۔

۲۔ ’’ہوا‘‘ ان کے تابع فرمان تھی۔ شدید اور تیز تند طوفان بھی ان کے حکم سے رک جاتے تھے۔

۳۔ سبک خرام ہوا کہ جب حکم دیا جاتا تھا تو وہ تیز رفتار ہو جاتی تھی، سفر کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی رفتار صبح یا شام اتنی ہوتی تھی کہ جتنا سفر دو مہینوں میں پورا ہوتا ہے۔ وہ ایک صبح یا ایک شام میں طے ہو جاتا تھا۔

تانبہ کی کانیں

کم و بیش پچاس میل کے رقبے میں تانبے کی کانیں تھیں، تانبہ پگھلانے کے لئے ہزاروں بھٹیاں تھیں، لاکھوں مزدور کام کرتے تھے، تانبے کو پگھلانے کے بعد مزید صاف کرنے کے لئے فیکٹریاں بنائی گئی تھیں، ان کارخانوں میں خام تانبا اور خام لوہا آتا تھا جہاں Raw Material بنتا تھا، بیس میٹر گہرائی کے ڈیڑھ سو سے زیادہ پانی کے تالاب اور کنویں تھے، ملک کا سب سے بڑا ایکسپورٹ آئٹم تانبہ اور لوہا تھا، زرمبادلہ میں ملک خود کفیل تھا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔‘‘

(سورۃ سبا۔ ۱۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں جنات، انسان، چرند و پرند سب کے الگ الگ دستے تھے۔ ہر جاندار شئے شجر و حجر اور ہوا آپ کے تابع تھی، سمندروں کی تہہ سے موتی اور مونگا جنات نکالتے تھے، عظیم الشان عمارتیں بنانے پر جنات کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی، جنات اور انسان تانبے کے بے مثل ظروف بناتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس طرح چاہتے ان سے کام لیتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل سونے، چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا، دیواروں پر سونے چاندی کی پچی کاری تھی، چھتیں زمرد اور یاقوت سے مزین تھیں، تخت شاہی زمرد، سچے موتی، لعل اور فیروزہ سے مرصع تھا، تخت کے چاروں کونوں پر ایسے درخت تراشے گئے تھے جن کی شاخیں ٹرانسپیرنٹ Transparent تھیں، شاخوں میں رنگ برنگ بجلیاں دوڑتی تھیں، ہر شاخ پر گھونسلے بنائے گئے تھے اور گھونسلوں میں پرندے تھے، دربار میں عود کی لکڑیاں سلگتی رہتی تھیں (اسوقت عود کی لکڑی پانچ لاکھ ساٹھ ہزار روپے کلو ہے) مشک و عنبر Air Freshner کے طور پر استعمال ہوتے تھے، شاہی تخت اونچائی پر تھا، تخت کے نیچے دائیں بائیں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر انسان اور جنات میں سے اکابرین مملکت اور ان کے معاونین بیٹھتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تاج شاہی سر پر رکھ کر جلوہ افروز ہوتے تھے تو درختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے پرندے اپنے پر کھول دیتے تھے اور ان کے پروں میں سے مشک و عنبر کی مہک آتی تھی، زر و جواہرات سے مرصع رنگوں سے آراستہ مور رقص کرتے تھے۔ یروشلم کی شہر پناہ آپ کے دور حکومت میں بنائی گئی تھی۔ چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں تھیں اور بہت سارے نئے شہر بسائے گئے تھے۔

مسجد اقصیٰ

حضرت داؤدؑ کی وصیت کی تھی کہ مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر مکمل کی جائے وہ جنگی اور سیاسی حالات کی بنا پر اسے پورا نہیں کر سکے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ مسجد کے چہار جانب ایک عظیم الشان شہر آباد کیا جائے اور مسجد کی تعمیر بھی از سر نو کی جائے، ان کی خواہش تھی کہ مسجد اور شہر کو بیش قیمت پتھروں سے بنوائیں، انہوں نے دور دراز علاقوں سے حسین اور بڑے بڑے پتھر منگوائے اور یہ خدمت انہوں نے جنات سے لی چنانچہ جنات دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کر کے لاتے تھے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام کرتے تھے۔ بیس بیس ہاتھ لمبا چوڑا اور اونچا چبوترہ بنا کر اس پر عہد صندوق رکھا گیا تھا، پوری عمارت ساڑھے سات سال میں مکمل ہوئی۔

''اس کے لئے بنائے جو وہ چاہتا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور دیگیں اے آل داؤد! شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔''

(سورۃ سبا ۱۳)

لنگر کے حوض جتنے بڑے کڑھاؤ تھے، جن میں کھانا پکتا تھا۔

جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بیت المقدس کے علاوہ اور بھی تعمیرات کیں اور بعض ایسی چیزیں بھی بنائیں جو اس زمانے کے لحاظ سے عجیب و غریب سمجھی جاتی تھیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ :

''اور تابع کئے شیطان کتنے جو اس کے لئے سمندر میں غوطہ لگاتے تھے (یعنی سمندر سے بیش قیمت چیزیں نکالتے تھے) اور اس کے علاوہ بہت سے کام انجام دیئے اور ہم ان کیلئے نگراں اور مہربان تھے۔''

(سورۃ انبیاء۔ ۸۲)

''اور جنات میں سے وہ تھے جو اس کے سامنے خدمت انجام دیتے تھے اس کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کے خلاف کجروی کرے ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے، وہ اس کیلئے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا تھا، قلعوں کی تعمیر، ہتھیار اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔ اے آل داؤد! شکر گزاری کے کام کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔''

(سورۃ سبا: ۱۱۔۱۲)

''اور اکٹھے ہو گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنات میں سے، انسانوں میں سے، جانوروں میں سے اور وہ درجہ بہ درجہ کھڑے کئے جاتے ہیں۔''

(سورۃ نمل۔۱۷)

تیس ہزار مزدور

مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں تیس ہزار مزدوروں نے کام کیا۔ برآمدے، بارہ دریاں، دیواریں، صنوبر کی لکڑی سے بنائی گئیں۔ چندن کی لکڑی سے طولاً عرضاً بیس بیس ہاتھ لمبا، چوڑا اور اونچا چبوترا بنا کر اس پر عہد صندوق رکھا گیا، ہزاروں افراد پہاڑوں سے پتھر کاٹنے پر معمور تھے ایک لاکھ سنگ تراش پتھروں کو خوبصورت ڈیزائنوں میں تراشتے تھے، ہزاروں ہاتھی اور اونٹ پتھر ڈھونے میں استعمال ہوئے لعل و یاقوت، زبرجد، فیروزہ اور دیگر قیمتی پتھر اور موتی سمندروں کی تہہ سے نکال کر لانے کے لئے بہت سارے جنات کی ڈیوٹی تھی، سات سو چوراسی گز طویل اور چار سو پچپن گز عریض مسجد میں چھ سو چوراسی مرصع ستون بنائے گئے تھے، چار ہزار قندیلیں روشن کی جاتی تھیں۔ سات سو فراش صفائی کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولی کا فہم عطا فرمایا گیا تھا۔ آپ ایک مرتبہ جن و انس اور حیوانات کے عظیم الشان لشکر کے جلوس میں کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ بے شمار مخلوق کے باوجود لشکر میں کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنے درجے اور مرتبے کے خلاف آگے پیچھے ہو کر بے ترتیبی کا مرتکب ہو سکے، لشکر کے سب فرمانبردار افراد حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت اور ہیبت سے اپنے اپنے قرینہ سے فوج در فوج چل رہے تھے۔

ملکہ چیونٹی کی ذہانت

لشکر ایسی وادی میں پہنچا جو چیونٹیوں کا مسکن تھا، چیونٹیوں کی ملکہ شاہ مور نے کثیر اور عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر اپنی رعایا چیونٹیوں کو حکم دیا کہ:

''تم فوراً اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ سلیمان اوران کے لشکر کو کیا معلوم کہ تم اس کثرت سے وادی کی زمین پر رینگ رہی ہو، نہیں معلوم ان کے گھوڑوں اور لشکر کے قدموں کے نیچے آ کر تم میں سے کتنی چیونٹیاں بے خبری میں روندی جائیں۔''

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور ان دونوں نے کہا تعریف ہے اللہ کیلئے جس نے ہم کو بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا، اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہمارے لئے ہر شئے مہیا کر دی گئی ہے۔ بے شک یہ کھلا ہوا فضل ہے اور جمع ہوا لشکر سلیمان کے لئے جن وانس، پرندوں کا اور وہ درجہ بہ درجہ ایک نظم وضبط کے ساتھ آگے پیچھے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ وادی نمل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیوں! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں روند ڈالیں، چیونٹی کی یہ بات سن کر سلیمان ہنس پڑے اور کہا، اے پروردگار! مجھے توفیق دے میں تیرا شکر ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہے اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

(سورہ النمل: ۱۶۔۱۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور پوچھا:

''بتا تیری سلطنت بڑی اور وسیع ہے یا میری سلطنت بڑی ہے؟''

چیونٹی نے کہا:

''کس کی سلطنت پر عظمت ہے یہ اللہ کو معلوم ہے مگر اس وقت میرا تخت سلیمان کا ہاتھ ہے۔''

ہدہد پرندہ

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار پورے جاہ وحشم کے ساتھ منعقد تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو غیر حاضر دیکھ کر فرمایا:

''میں ہدہد کو موجود نہیں پاتا کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ اگر اس کی غیر حاضری بے وجہ ہے تو میں اس کو سخت سزا دونگا یا ذبح کر ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے۔''

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ہدہد حاضر ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی باز پرس پر اس نے کہا:

''میں ایک ایسی خبر لایاہوں جس کی اطلاع آپ کو نہیں ہے وہ یہ ہے کہ یمن کے علاقہ میں سبا کی ملکہ رہتی ہے اور خدا نے اسے سب کچھ دے رکھا ہے اس کی تخت سلطنت اپنی فوجوں کے اعتبار سے عظیم الشان ہے، ملکہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہیں، شیطان نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور وہ اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش نہیں کرتے۔''

سبا کا دارالخلافہ قارب تھا اس علاقہ کے لوگ چشموں پر بند باندھ کر آب پاشی کیلئے استعمال کرتے تھے، دارالحکومت میں سب سے بڑا بند ''سد قارب'' کے نام سے مشہور تھا، جس کے دونوں طرف پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے سرسبز و شاداب باغات تھے۔ اہل سبا کی نافرمانیاں جب بڑھ گئیں تو ان پر عذاب آیا سد قارب ٹوٹ گیا، بستیاں اجڑ گئیں باغات ویران ہو گئے اور اہل سبا منتشر ہو گئے، سبا کی قوم تجارت پیشہ اور مالدار قوم تھی، سبا والے مشرک اور بت پرست تھے، سورج کو سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔

ہدہد نے اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:

''تیرے سچ اور جھوٹ کا امتحان ابھی ہو جائے گا، اگر تو سچا ہے تو میرا یہ خط لے جا اور اس کو سبا والوں تک پہنچا دے اور انتظار کر کہ وہ اس کے متعلق کیا گفتگو کرتے ہیں۔''

ہدہد جب خط لے کر پہنچا تو ملکہ سبا آفتاب پرستی کے لئے جا رہی تھی۔ ہدہد نے راستہ ہی میں یہ خط ملکہ سبا کے سامنے ڈال دیا، ملکہ نے اٹھا کر خط پڑھا اور درباریوں سے کہا ابھی میرے پاس ایک مکتوب آیا ہے جس میں درج ہے:

''یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے تم کو ہم سے سرکشی اور سربلندی کا اظہار نہ کرنا چاہئے اور تم میرے پاس اللہ کی فرمانبردار بن کر آؤ۔''

ملکہ سبا نے خط کی عبارت پڑھ کر کہا:

''اے میرا اراکین سلطنت! تم جانتے ہو کہ میں سلطنت کے اہم امور میں تمہارے مشورہ کے بغیر اقدام نہیں کرتی اس لئے اب تم مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟''

اراکین حکومت نے عرض کیا۔

''جہاں تک مرعوب ہونے کا تعلق ہے اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم زبردست طاقت اور جنگی قوت کے مالک ہیں، رہا مشورہ کا معاملہ تو آپ جو چاہیں فیصلہ کریں ہم آپ کے فرمانبردار ہیں۔''

ملکہ سبا نے کہا:

''جس عجیب طریقہ سے سلیمان کا پیغام ہم تک پہنچا ہے وہ ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ سلیمان کے معاملے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے، میرا ارادہ ہے کہ چند قاصد روانہ کر دوں اور سلیمان کے لئے عمدہ اور بیش قیمت تحائف لے جائیں۔''

ملکہ سبا کے قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

''تم اپنے تحائف واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہو کہ اگر اس نے میرے پیغام کو قبول نہیں کیا تو میں عظیم الشان لشکر کے ساتھ سبا والوں تک پہنچوں گا اور تم اس کی مدافعت اور مقابلہ سے عاجز ہو گے۔''

قاصد نے واپس آ کر ملکہ سبا کے سامنے صورتحال بیان کر دی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت و شوکت کا جو منظر دیکھا تھا حرف بہ حرف کہہ سنایا اور بتایا کہ ان کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ جنات اور حیوانات بھی ان کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔ ملکہ نے احوال سن کے طے کر لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے فرمانبردار بن کر حاضر ہو، چنانچہ وہ سفر پر روانہ ہو گئی۔

ٹائم اسپیس فارمولا

حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ملکہ سبا حاضر خدمت ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ ملکہ سبا کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا شاہی تخت اس دربار میں موجود ہو۔''

ایک عفریت نے جو جنات میں سے تھا کہا،

''اس سے پہلے کہ آپ دربار برخاست کریں میں تخت لا سکتا ہوں۔ جن کا دعویٰ سن کر ایک انسان (تاریخ میں اس صاحب علم الکتاب کا نام آصف بن برخیا بتایا گیا ہے) نے کہا:

''اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے میں ملکہ کا شاہی تخت آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں میرے پاس اللہ کی کتاب کا علم ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کی پلک جھپکی تو دیکھا کہ دربار میں ملکہ سبا کا تخت موجود ہے، شاہی دربار میں رکھے ہوئے تخت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تبدیلی کرنے کا حکم صادر فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ:

''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ملکہ سبا یہ دیکھ کر حقیقت کی راہ پاتی ہے یا نہیں۔''

جب ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں باریاب ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ ملکہ سبا نے جواب دیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہی ہے، ملکہ سبا نے اس کے ساتھ ہی کہا:

''مجھ کو آپ کی بے نظیر اور عدیم المثال قوت کا پہلے سے علم ہو چکا ہے اس لئے میں مطیع اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوئی ہوں اور اب تخت کا یہ محیر العقول معاملہ تو آپ کی لاثانی طاقت کا مظاہرہ ہے اور ہماری اطاعت کے لئے تازیانہ اس لئے ہم آپ سے فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہیں۔''

جنات انجینئر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات اور انسان انجینئروں سے ایک عالیشان محل تعمیر کروایا جو آبگینوں کی چمک، رنگوں کی دمک، قطر کی رفعت اور عجیب و غریب دستکاری کی وجہ سے بے مثال تھا۔ اس میں داخل ہونے کے لئے صحن سے گزرنا پڑتا تھا، صحن کی جگہ ایک بڑا حوض کھدوا کر پانی سے لبریز کر دیا گیا، حوض میں پانی شفاف آبگینوں اور بلوروں کے ٹکڑوں سے ایسا نفیس فرش بنوایا کہ دیکھنے والے کی نگاہ دھوکہ کھا کر یقین کر لیتی تھی کہ صحن میں شفاف پانی بہہ رہا ہے۔

ملکہ سبا قصر شاہی میں قیام کے لئے گئی محل کے سامنے پہنچی تو دیکھا شفاف پانی بہہ رہا ہے، پانی میں اترنے کے لئے کپڑوں کو پنڈلی سے اوپر اٹھایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ پانی نہیں ہے سارا محل اور اس کا خوبصورت صحن چمکتے ہوئے آبگینوں سے بنایا گیا ہے۔''

شرم سے ملکہ کی آنکھیں جھک گئیں اس کے لاشعور میں چھپی ہوئی نخوت اور بڑائی نے ندامت سے سر جھکا لیا، ملکہ نے نادم اور شرمسار ہو کر بارگاہ الٰہی میں اقرار کیا:

''اے پروردگار! ماسوائے اللہ کی پرستش کر کے میں نے اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کیا مگر اب سلیمان کے ساتھ ہو کر صرف ایک خدا پر ایمان لاتی ہوں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام عظیم الشان بادشاہ اور جلیل القدر پیغمبر تھے، پیغمبرانہ اوصاف کی جھلک ہر عمل میں مایاں تھی، کسی شئے اور اپنے درمیان کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ہر شئے کو اللہ کی معرفت جانتے تھے۔

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا کیسا اچھا بندہ تھا بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا جب اس کے سامنے شام کے وقت تیز رو گھوڑے حاضر کیے گئے تو کہا میں نے مال کی محبت کو یادالٰہی سے عزیز سمجھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا ان کو میرے پاس لوٹا لاؤ پس پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار) پھیرنے لگا۔(ص۔۳۰-۳۳)

اسم اعظم

حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے باوجود کہ جلیل القدر نبی اور عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو متعدد آزمائشوں سے گزارا۔ایک مرتبہ آپ قضائے حاجت کے لئے باہر گیا اور اپنی انگوٹھی جس میں ''اسم اعظم'' کندہ تھا۔کنیز کے حوالے کر گئے اس دوران دیوؤں کا بادشاہ حمود لیس وہاں آگیا اور کنیز سے انگوٹھی چھین کر تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔انگوٹھی امور سلطنت کے لئے مہر تھی جو احکامات پر لگائی جاتی تھی۔حضرت سلیمان علیہ السلام سے سب کچھ چھن گیا اور آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھوک کی شدت محسوس کرتے ہوئے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی،گھر سے خاتون کی آواز آئی کون ہے؟حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا،میں ہوں جس کی دعوت کرنا لازمی ہے۔خاتون نے کہا،میں اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں کسی غیر محرم مرد کی دعوت نہیں کر سکتی۔البتہ میرے باغ میں چلے جاؤ۔حضرت سلیمان علیہ السلام ایک باغ میں چلے گئے اور ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ایک ناگ ان کے قریب آکر پہرا دینے لگا۔خاتون کا شوہر جب باغ میں آیا تو یہ منظر دیکھ کر پریشان ہو گیا،اس نے بیوی سے دریافت کیا یہ شخص کون ہے؟اور یہاں کیوں سو رہا ہے؟بیوی نے کہا یہ کوئی مسافر ہے گھر پر دستک دی تھی میں نے کہا میرا شوہر گھر پر نہیں ہے تم باغ میں چلے جاؤ۔حضرت سلیمان علیہ السلام سو کر اٹھے تو ناگ وہاں سے چلا گیا۔خاتون کا شوہر حضرت سلیمان علیہ السلام سے بہت متاثر ہوا،آپ کی خوب خاطر مدارات کیں اور اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی پیش کش کی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس شخص کی پیش کش کو قبول کر لیا،تین روز قیام کرنے کے بعد وہاں سے کہیں اور روانہ ہو گئے۔

حمود لیس قوم جنات میں سے تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل و صورت اختیار کر کے تخت پر قابض تھا۔اس کی حرکتوں سے لوگوں کو شک گزرا کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں،شک دور کرنے کے لئے معاون حکومت نے بادشاہ سے تورات پڑھ کر سنانے کو کہا،حمود لیس تورات نہ پڑھ سکا،لوگوں نے تورات پڑھنا شروع کر دی،حمود لیس کلام الٰہی سن کر وہاں سے غائب ہو گیا اور انگوٹھی دریا میں پھینک دی۔

مچھلی میں انگوٹھی

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریا کے کنارے کچھ لوگوں کو مچھلی پکڑتے دیکھا۔ آپ بھی ایک شخص کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے لگے۔ ایک مچھلی ان کے جال میں بھی آگئی گھر آکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیوی سے مچھلی پکانے کے لئے کہا، مچھلی کا شکم چاک کیا گیا تو اس میں سے انگوٹھی نکل آئی اس طرح چھینا ہوا تخت آپ کو واپس مل گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان نہایت وسیع تھا۔ آپ کے لنگر خانے میں ہر وقت خلقت کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ مخلوق کو کھانا کھلا کر بہت خوش ہوتے تھے، ایک روز آپ کو خیال آیا کہ، اللہ کی مخلوق کی دعوت کرنی چاہئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی:

"اے رب العالمین! میں تیری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔"

اللہ نے کہا:

"اے سلیمان! روزی دینا میرا کام ہے تم ایک وقت بھی مخلوق کو نہیں کھلا سکو گے۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:

"خداوند جو کچھ میرے پاس ہے وہ بھی تو تیرا عطا کردہ ہے اور اسی میں سے میں تیری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو قبول فرمالیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے زمین کے وسیع و عریض رقبہ پر اس دعوت کا اہتمام کیا اور جنات کو جنگل میں نہایت صاف اور شفاف فرش بچھانے اور مشرق سے مغرب تک اشیائے خورد و نوش لا کر جمع کرنے کے احکامات دیئے، ہوا کو حکم دیا کہ وہ فرش زمین کو اٹھا کر ہوا میں معلق کر دے تاکہ ہر مخلوق اس دعوت میں شریک ہو سکے۔

سات لاکھ دیگیں

بتایا جاتا ہے کہ سات لاکھ وسیع و عریض دیگوں میں کھانا تیار ہو گیا تو ایک مچھلی نے دریا سے سر باہر نکال کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا:

"مجھے آج حکم ہوا ہے کہ آپ کی دعوت بعام میں شرکت کروں، مجھے کھانا کھلائیے۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:

''کھانا حاضر ہے۔''

سات لاکھ دیگوں میں پکایا ہوا کھانا ایک مچھلی کھا گئی، کھانا کھانے کے بعد مچھلی بولی:

''میرا پیٹ ابھی نہیں بھرا، میں نے ایک لقمہ کھایا ہے اللہ تعالیٰ مجھے ایسے تین لقمے روزانہ کھلاتا ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سر بسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

''بلاشبہ تمام مخلوق کو روزی دینا صرف اللہ ہی کا کام ہے۔''

سورہ ''ص'' میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش اور اس کے بعد آپ کی دعا کا تذکرہ ہے۔

''اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا اور دعا کی کہ اے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما کہ میرے بعد ایسی بادشاہت کسی کی نہ ہو بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔''

(ص۔۳۵)

مفسرین نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا ہے:

''حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ سخت علیل ہو گئے اور ان کی حالت میں اس درجہ نازک ہو گئی کہ جب تخت پر لٹایا گیا تو لگتا تھا کہ جسم میں روح نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمائی جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے مغفرت طلب کی اور اپنی بے چارگی کا اظہار کیا اور دعا کی کہ:

''اے اللہ! مجھے لاثانی حکومت عطا فرما۔''

اس آزمائش کا مقصد یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عین الیقین کے درجہ سے سمجھ لیں کہ شان و شوکت، اقتدار اور موت و حیات سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک اولوالعزم رسول کی طرح اللہ کے سامنے جھک جائیں اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ سے مغفرت طلب کریں۔

دیمک

قرآن پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات ایک عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آ پہنچا مگر اجنہ کو ان کی موت کی خبر نہ ہوئی اور وہ اپنے کاموں میں مصروف رہے، دیمک نے ان کی لاٹھی کو چاٹ کر اس توازن کو خراب کر دیا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام ٹیک لگائے کھڑے تھے اور لاٹھی ٹوٹنے سے حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے اس وقت جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے کہنے لگے کہ افسوس ہم نہ معلوم کر سکے کاش کہ ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس محنت و مشقت میں نہ پڑے رہتے جس میں حضرت سلیمانؑ کے خوف سے مبتلا رہے۔

''اور جب ہم نے اس (سلیمان) کی موت کا فیصلہ کر دیا تو ان (جنوں) کو اس کی صورت کی کسی نے اطلاع نہیں دی مگر دیمک نے کہ جو سلیمان کی لاٹھی چاٹ رہی تھی اور جب سلیمان لاٹھی کے توازن خراب ہونے کی وجہ سے گر پڑا تو جنات پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہوتے تو اس سخت مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔''

(سورۃ سبا۔ ۱۴)

ہاروت و ماروت

بنی اسرائیل نے اپنی الہامی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور اپنی دنیاوی اغراض کی خاطر اس میں ہر طرح کا رد و بدل کر دیا تھا چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاملہ میں اس قدر جسارت اختیار کی کہ ان کی نبوت و رسالت سے بھی انکار کر کے ان پر طرح طرح کے الزامات اور بیہودہ بہتان لگائے۔ ان میں سے ایک الزام حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ بھی لگایا گیا کہ وہ جادو کے حامل اور اسی کے زور پر بادشاہ تھے اور جادو کے ذریعے جن و انس، طیور اور ہوا کو مسخر کئے ہوئے تھے۔

یہ بھی مشہور تھا کہ جنات غیب کا علم جانتے ہیں چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے شیاطین کے ان تمام نوشتوں کو حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تا کہ جن و انس کسی کی بھی وہاں تک رسائی نہ ہو اور یہ فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص سحر کرے گا یا جنوں کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھے گا تو اس کی سزا گردن زنی ہے۔

مدفون نوشتے

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو شیاطین نے ان مدفون نوشتوں کو نکال لیا اور بنی اسرائیل میں یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ جادو کا یہ علم حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور وہ اسی قوت سے جن وانس، وحوش وطیور اور ہوا پر حکومت کرتے تھے اور اس طرح جادو پھر بنی اسرائیل میں رائج ہو گیا:

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول آیا جو تصدیق کر رہا تھا، ان الہامی کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں تو جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے انہوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور آپ کے متعلق ایسے ہو گئے گو یا وہ جانتے ہی نہیں اور انہوں نے سلیمان کے زمانے میں اس چیز کی پیروی اختیار کر لی تھی جو شیاطین پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا لیکن شیاطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور وہ جو بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا اور جس کو وہ دونوں جب کسی کو سکھاتے تھے تو یہ کہہ کر سکھاتے تھے کہ ہم تمہارے لئے سخت آزمائش ہیں لٰہذا تم کفر نہ کرنا مگر وہ ان دونوں سے بھی ایسی بات سیکھے کہ جس کے ذریعے سے زن وشو کے درمیان تفریق پیدا ہو جائے حالانکہ وہ اس کے ذریعہ سے خدا کی مرضی کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، وہ ایسی شئے دیکھتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچانے والی ہے اور ان کو ہرگز نفع نہیں دے گی اور بلاشبہ وہ جانتے ہیں کہ جس شخص نے اس شئے کو خریدا اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ضرور وہ شئے بہت بری ہے جس کے عیوض میں انہوں نے اپنی جان فروخت کر ڈالی، کاش کہ وہ سمجھتے اور وہ کام نہ کرتے جس کا نتیجہ برا ہے۔''

(سورۃ البقرہ: ۱۰۱۔۱۰۳)

ہاروت وماروت دو فرشتے آسمان سے نازل کئے گئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کو تورات سے ماخوذ اسماء وصفات الٰہی کے اسرار کا ایسا علم سکھایا جو ''سحر'' کے مقابلے میں ممتاز اور سحر کے ناپاک اثرات سے پاک تھا۔ جب وہ فرشتے بنی اسرائیل کو علم سکھاتے تو ان کو نصیحت کرتے کہ:

''اب جب کہ تم پر اصل حقیقت منکشف ہو گئی ہے اور تم نے حق وباطل کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب کتاب اللہ کے علم کو نہ چھوڑنا، تم جادو کی طرف رجوع کرو گے تو بلاشبہ کافر ہو جاؤ گے کیونکہ خدا کی محبت تم پر تمام ہو گئی ہے۔ یاد رکھو ہمارے وجود تمہارے لئے ایک آزمائش ہے دیکھنا یہ ہے کہ ہماری تعلیم کے بعد تم شیاطین کے تابع ''جادو'' کے شیدائی رہتے ہو یا اس سے زیادہ زبردست ''کتاب اللہ'' کے علم کی پیروی کرتے ہو۔''

لیکن بنی اسرائیل نے ان پاک ''علوی علوم'' کو ناجائز اور من مانی خواہشات کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

فطرت اور جبلت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جبلت میں ہمارا دوسری نوعوں مثلاً بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، کتے، بلی یا سانپ، کبوتر، فاختہ وغیرہ کے ساتھ ذہنی اشتراک ہے اور فطرت میں ہم اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں اور یہ مقام ہمیں ایک ہستی نے جو تمام نوعوں سے ماوراء ہے اور جو تمام افراد کائنات پر فضیلت رکھتی ہے، عطا کیا ہے۔ اور یہ عطا ایک فاضل عقل یا تفکر ہے۔ کوئی ذی فہم اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ حیوانات میں عقل و شعور نہیں ہے۔ بعض معاملات میں جانور انسان سے زیادہ باشعور اور عقلمند ہیں۔

زمین پر ایسے چوپائے بھی موجود ہیں جن میں مستقل بینی کی صلاحیت ہوتی ہے۔ بلی کتے اور کئی دوسری قسم کے جانوروں کو آنے والی مصیبتوں اور زلزلوں کا پہلے سے ہی پتہ چل جاتا ہے انسان کی سماعتی صلاحیت (Hearing Power) نسبتاً انتہائی محدود ہے، انسان ایک ہزار چکر فی سیکنڈ یا اس سے زیادہ چکر کی آواز کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے لیکن بیس ہزار چکر فی سیکنڈ یا اس سے زیادہ چکر کی آواز کی لہروں کو انسانی کان سن نہیں سکتے۔ اس کے برعکس کتے، بلیاں اور لومڑیاں ساٹھ ہزار چکر فی سیکنڈ کی آوازیں سن سکتے ہیں۔ چوہے، چمگاڈر، وہیل اور ڈولفن ایک لاکھ چکر فی سیکنڈ کی آوازیں سن سکتے ہیں۔

مدہم ارتعاش

مچھلیاں بھی سمندر میں انتہائی مدہم ارتعاش کو محسوس کر لیتی ہیں۔ انسان میں دیکھنے کی حد Range بہت کم ہوتی ہے جبکہ شہد کی مکھی ماورائے بنفشی شعاعیں Ultraviolet Rays دیکھ سکتی ہیں۔ انسان کے مقابلے میں شاہین کی آنکھ کسی چیز کو آٹھ گناہ بڑا دیکھتی ہے۔

حضرت باباتاج الدین ناگپوری رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے اور قلندر شعور کے بانی قلندر بابا اولیاءؒ اپنی کتاب ''تذکرہ تاج الدین بابا''

میں شیر کی عقیدت کے عنوان سے ایک واقعہ کی علمی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک دن باباتاج الدینؒ واکی شریف کے جنگل (بھارت) میں چند لوگوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھتے چلے گئے، ناناؒ مسکرا کر کہنے لگے، ''میاں! جس کو شیر کا ڈر ہو وہ چلا جائے میں تو یہاں ذرا سی دیر آرام کروں گا، خیال ہے کہ شیر ضرور آئے گا جتنی دیر قیام کرے اس کی مرضی تم لوگ جاؤ کھاؤ پیو اور مزے کرو۔''

بعض لوگ ادھر ادھر چھپ گئے اور زیادہ تر چلے گئے، گرمی کا موسم تھا، درختوں کا سایہ اور ٹھنڈی ہوا خمار کا طوفان اٹھا رہی تھی، نانا اب دبیز گھاس پر لیٹ چکے تھے۔ آنکھیں بند تھیں، فضا میں بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا، چند منٹ گزرے تھے کہ جنگل بھیانک محسوس ہونے لگا اس کے بعد بھی کچھ وقفہ ایسے گزر گیا جیسے شدید انتظار ہو، یہ انتظار کسی سادھو، کسی جوگی، کسی اوتار، کسی ولی یا کسی انسان کا

نہیں تھا بلکہ ایک درندہ کا تھا جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بہ قدم حرکت کر رہا تھا، یکایک ناناؒ کی طرف نگاہیں متوجہ ہو گئیں، ان کی پیروں کی طرف ایک طویل القامت شیر ڈھلان سے اوپر چڑھ رہا تھا، بڑی آہستہ خرامی سے، بڑے ادب کے ساتھ۔

شیر نیم وا آنکھوں سے نانا تاج الدینؒ کی طرف دیکھ رہا تھا، ذرا دیر میں وہ پیروں کے بالکل قریب آگیا، نانا گہری نیند میں بے خبر تھے، شیر زبان سے تلوے چھو رہا تھا، چند منٹ بعد اس کی آنکھیں مستانہ واری سے بند ہو گئیں اس نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا، نانا تاج الدینؒ ابھی تک سو رہے تھے، شیر نے اب ذرا ہمت کر کے تلوے چاٹنا شروع کر دیئے۔

اس حرکت سے نانا کی آنکھ کھل گئی اٹھ کر بیٹھ گئے، شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا کہنے لگے۔ ''تو آگیا۔ اب تیری صحت بالکل ٹھیک ہے، میں تجھے تندرست دیکھ کر بہت خوش ہوا اچھا اب جا۔''

شیر نے بڑی ممنونیت سے دم ہلائی اور چلا گیا۔

حضرت قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ پر بہت غور کیا یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ شیر پہلے کبھی ناناؒ کے پاس آیا تھا مجبوراً اس امر کا یقین کرنا پڑتا ہے کہ ناناؒ اور شیر پہلے ہی سے ذہنی طور پر روشناس تھے۔ روشناسی کا طریقہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ انا کی جو *لہریں نانا اور شیر کے درمیان رد و بدل ہوتی تھیں وہ آپس کی ملاقات کا باعث بنتی تھی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی کشف ہوتا ہے اور اس معاملے میں انسان اور دوسری مخلوق یکساں ہیں۔

(*انا کی لہریں لا متناہیت میں بیک وقت ہر جگہ موجود ہیں ان لہروں کے لئے زمانی مکانی فاصلے موجود ہی نہیں ہیں۔ روشنی کی لہریں جن فاصلوں کو کم کرتی ہیں۔ انا کی لہریں ان ہی فاصلوں کو بجائے خود موجود نہیں جانتیں۔ ان لہروں کے ذریعے انسان نباتات، حیوانات، جمادات سب تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ کائنات کا پھیلاؤ لہروں کے اوپر قائم ہے جو شخص لہروں کے نظام اور لہروں کے پھیلاؤ سے جتنا واقف ہو جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے ماورائی دنیا کا ادراک ہو جاتا ہے۔)

درج بالا مثال ثابت کرتی ہے کہ حیوانات عقل و شعور رکھتے ہیں ان میں زندگی گزارنے کی قدریں انسان کی معاشرتی زندگی سے کافی حد تک مماثلت رکھتی ہیں، چیونٹی جیسی انتہائی چھوٹی مخلوق کی عقل کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس میں ایک چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی دعوت کی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور عظیم بادشاہ سے دانشمندانہ گفتگو کی تھی، چیونٹی جیسی ننھی مخلوق کا اپنا ایک طرز معاشرت ہے اس ننھے سے کیڑے میں وہ تمام نظام موجود ہے جو انسان کی زندگی میں داخل ہے۔ چیونٹیوں کا خاندان ہزاروں افراد پر مشتمل ہوتا ہے اس میں مختلف شکل اور رنگ و روپ کی چیونٹیاں ہوتی ہیں پورے خاندان میں ایک ملکہ ہوتی ہے، پوری آبادی میں اس کا حکم چلتا ہے اور ہر رکن اس کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ آبادی

میں فنکار چیونٹیاں بھی ہوتی ہیں، انجینئر بھی ہوتی ہیں، ماہر باغبانی بھی ہوتی ہیں اور چیونٹیوں کی فوج بھی ہوتی ہے ان میں ایثار و قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ درزی، سائنسدان اور ٹائم اسپیس سے آزاد چیونٹیاں بھی اپنے فرائض مکمل طور پر انجام دیتی ہیں یہ ننھی سی مخلوق اس قدر نظم و ضبط اور تعاون سے کس طرح کام کرتی ہے۔ نظم و ضبط اور تعاون باہمی سے رہنے کا طریقہ اس مخلوق کو قدرت سکھاتی ہے۔

علم الکتاب

قرآن اور دیگر آسمانی صحائف میں اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں صرف کہانی بیان نہیں کی کہ کہانیاں سنا کر ہمیں مرعوب کرے۔ اللہ ہمیں کیوں مرعوب کرے گا۔ ہماری حیثیت اور حقیقت ہی کیا ہے، اللہ کے علوم لامتناہی ہیں۔ اللہ کی منشاء یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر خود بھی قدم بڑھائیں۔ اس قصہ کا منشاء یہ ہے کہ ہم بھی ہدایت کی راہ اختیار کریں، اللہ نے اس ضمن میں جنات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ جنات انسانوں کے زیر اثر آ سکتے ہیں۔ اگر اس علم کو آسمانی کتاب میں تلاش کریں جس کو علم الکتاب کہا گیا ہے تو یقیناً وہ علم انہیں مل جائے گا جو انسان کو نہ صرف جنات پر بلکہ پوری کائنات پر فوقیت دیتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے واقعہ میں ایک پرندے ہدہد کی دانشمندی کا تذکرہ ہے۔ ہدہد کا دیر سے آنا اور ملکہ سبا سے متعلق اطلاع دینا اور یہ بتانا کہ وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے اور ہدہد کا پیغام لے کر جانا۔ یہ سب باتیں نکات سے خالی نہیں۔

ان باتوں میں اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے۔

ہدہد ایک مشہور پرندہ ہے جس کے جسم پر مختلف رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں اس کے سر پر تاج ہوتا ہے اور ہدہد زمین کے نیچے پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح انسان گلاس کے اندر پانی کو دیکھ لیتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہدہد کھوجی تھا اس کی ڈیوٹی پانی تلاش کرنا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لنگر

لشکر میں لنگر تقسیم کرنے کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں پانچ ہزار بیل اور بیس ہزار بکریاں ذبح کرواتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حج کے ارکان مکمل کرنے کے بعد اپنی قوم کے سرداروں سے فرمایا:

''یہی وہ جگہ ہے جہاں نبی ﷺ پیدا ہونگے ان کا رعب و دبدبہ دور دراز کے علاقوں تک پھیل جائے گا، رشتے داروں اور اجنبی لوگوں کو برابر برابر کے حقوق دیں گے، انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کچھ نقصان نہ دے گی۔''

لوگوں نے سوال کیا اللہ کے نبی کس دین پر ہونگے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

''دین حنیف پر۔ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو ان کے زمانے کو پائے گا اور ان پر ایمان لائے گا، لٰہذا جو یہاں موجود ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک میری یہ بات پہنچادیں وہ انبیاء کے سردار خاتم النبیین ﷺ ہونگے۔''

جب علاقہ کی سیر کیلئے ہدہد نے ہوا میں پرواز کی اور اتنی اونچی اڑان اڑا کہ لگتا تھا کہ ہدہد اور آسمان قریب ہوگئے ہیں۔ ہدہد نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت اور ہرا بھرا باغ ہے، باغ کی کشش نے ہدہد کو اپنی طرف کھینچ لیا اور باغ میں ایک ہرے بھرے درخت کی شاخ پر جا بیٹھا، وہاں ایک یمنی ہدہد پہلے سے موجود تھا، دونوں میں بات چیت ہوئی۔ یمنی ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد یعفور کو بتایا:

''میں اسی ملک کا باشندہ ہوں۔ یہ باغ ملکہ بلقیس کا ہے، ملکہ بلقیس کی حکومت میں بہت سے امراء ہیں اور ملکہ کی فوج میں بارہ ہزار سپہ سالار ہیں۔

میرے ہم جنس دوست آپ کہاں سے آئے ہیں؟ چلو میرے ساتھ میں تمہیں ملکہ بلقیس کا محل دکھاؤں تاکہ تمہیں اس کی شان و شوکت کا اندازہ ہو جائے۔''

یعفور نے کہا:

''میرے دوست میں حضرت سلیمان علیہ السلام نبی کے دربار میں ملازم ہوں۔ میری ڈیوٹی یہ ہے کہ میں پانی فراہم کروں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پانی کی ضرورت پڑی تو مجھے تلاش کرینگے اور وہ مجھے نہیں پائیں گے تو ناراض ہونگے۔''

یمنی ہدہد نے کہا:

''اگر تم ملکہ بلقیس کی خبر اپنے آقا کو دوگے تو وہ خوش ہو جائیں گے۔''

ہدہد یعفور ملکہ بلقیس کی سلطنت اور وہاں کے حالات کا پتہ لگانے یمنی ہدہد کے ساتھ چلا گیا اور وہاں سے رخصت ہو کر عصر کے وقت اپنی ڈیوٹی پر واپس آ گیا۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے پانی کے لئے ہدہد کو نہ پایا تو فرمایا!

''میں ہدہد کو موجود نہیں پاتا کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ اگر اس کی غیر حاضری بے وجہ ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے۔''

عقاب

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کے نگراں عقاب کو حکم دیا کہ کہیں سے بھی لا کر ہدہد کو میرے سامنے پیش کر۔ عقاب نے اتنی بلندی پر پرواز کی کہ اسے دنیا ایسی نظر آنے لگی جیسے آدمی کے ہاتھ میں پیالہ نظر آتا ہے۔ عقاب کو ہدہد یمن کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ عقاب نے جھپٹ کر اسے پکڑنا چاہا، ہدہد نے احتجاج کیا اور عرض کیا کہ :

''اللہ کے واسطے مجھ پر رحم کرو اور میرے ساتھ برائی کا ارادہ نہ رکھو۔''

عقاب نے کہا:

''کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کے نبی نے قسم کھائی ہے کہ تجھے سخت سے سخت سزا دیں گے یا تجھے ذبح کر ڈالیں گے۔''

ہدہد نے یہ سن کر کہا:

''کیا اس کے علاوہ بھی کچھ فرمایا ہے اللہ کے نبی نے؟''

عقاب نے کہا:

''ہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنی غیر حاضری کی کوئی کھلی دلیل پیش کر دے تو معاف کر دینگے۔''

ہدہد نے کہا:

''تب تو میری جان بخشی ممکن ہے۔''

*حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کو ان کے مناسب حال پر سزا دیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سزا یہ تھی کہ پرندے کو دھوپ میں ڈال دیتے تھے یا چیونٹیوں کو کھانے کے لئے دے دیتے تھے، بعض کو پنجروں میں قید کر دیتے تھے۔ قصوروار پرندے کو اس

کے قبیلے سے جدا کر دیتے تھے اور دوسرے پرندے اس کا بائیکاٹ کر دیتے تھے، سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد اسے آزاد کر دیا جاتا تھا۔

حکمت

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جو انسان تھے انسانوں، جنات، پرندوں، چرندوں اور درندوں پر حکومت کرتے تھے۔
۲۔ان میں کوئی سرکشی کی ہمت نہیں کر سکتا تھا اگر وہ سرکشی کرتا تو اسے سزا دی جاتی تھی جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے لئے کہا۔

۳۔ باوجود اتنے بڑے لشکر کے جس میں جنات، انسان، پرندے وغیرہ شامل تھے، اللہ انہیں اس تمام لشکر کی شکم سیری کے لئے رزق فراہم کرتا تھا۔

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ پرندے شعور رکھتے ہیں لہٰذا ہدہد پرندہ کی عقل و شعور انسان کو فہم و فراست فراہم کرتی ہے کہ پیغامات کی ترسیل کا کام انسانوں کی طرح حیوانات سے بھی لیا جا سکتا ہے۔

اس قصے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ایک ایسا جن بھی تھا جو ایک یا دو ساعت میں ملکہ سبا کا تخت یمن سے بیت المقدس لا سکتا تھا، یمن اور بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ ہزار میل ہے۔

اس قصے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ علم کے سلسلے میں انسان کی رسائی جنات سے بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ "کتاب کا علم" رکھتا ہے ایسا ہی انسان ملکہ کا تخت ایک آن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں لے آیا۔ اللہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آسمانی کتابوں میں وہ علم موجود ہے جس سے نوع انسانی ہر طرح کا استفادہ کر سکتی ہے۔ اس میں نبی ہونے کی کوئی شرط نہیں بلکہ ہر بندے کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ کتاب کا علم (علم الاسماء) سیکھ کر بندہ ایسی مسند پر براجمان ہو جاتا ہے جہاں اسے کائنات میں تصرف کرنے کی صلاحیت ودیعت کر دی جاتی ہے اور زمان و مکان اس کے لئے مسخر ہو جاتے ہیں۔ وہ بندہ ٹائم کی نفی کر سکتا ہے اور اسپیس اس کے حکم سے سمٹ جاتی ہے۔

تفکر

اس صلاحیت کو کوئی بندہ ٹھکرا دے اور سمجھے کہ میری کیا حقیقت ہے کہ میں اس علم کو سمجھ سکوں تو یہ غلط ہے اس لئے کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں بندے کا تذکرہ کر کے یہ صلاحیت عام کر دی ہے، بشرطیکہ وہ تفکر سے کام لے اور اسے تلاش کرے۔

ٹائم لیس کا قانون بیان کر کے پیغمبروں کی فضیلت کو کم کرنا ہر گز ہمارا منشاء نہیں ہے، پیغمبر اللہ تعالیٰ کے منتخب اور نوع انسانی کا جوہر ہوتے ہیں اور نوع انسانی کے تمام علوم مخزن و منبع بھی اللہ کے فرستادہ پیغمبر ہیں۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ نوع انسانی کا ہر فرد پیغمبروں کے علم سے استفادہ کر کے ماورائی دنیا میں تصرف کر سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کر کے ایجادات کا بنیادی قانون بیان کیا ہے۔

''ہم نے سلیمان و داؤد کو ایک علم دیا جو اللہ کی طرف سے انسپائر ہوا ہے۔''

انسپائر ہونا خواہ وہ سن کر ہو یا منظر دیکھ کر ہو بہر صورت اللہ کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اللہ کے پیغمبروں پر وحی کے ذریعے علم کا نزول ہوتا تھا اس لئے اللہ کی طرف سے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو وہ اللہ ہی کا علم ہوتا ہے۔ مختلف سائنسی ایجادات مثلاً ہوائی جہاز، ٹیلیفون، وائرلیس، ٹی وی، کمپیوٹر، مہلک ہتھیار، لیزر شعاعوں کی دریافت بھی اسی وقت ممکن ہوئی جب لوگوں کو اللہ کی طرف سے نئی نئی ایجادات و اختراعات کا علم انسپائر کیا گیا اس لئے کہ علم کے بغیر کسی شئے کا وجود ممکن نہیں۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں کے ساتھ تن من دھن سے کسی چیز کی تلاش میں لگ جائے اور اسے زندگی کا مقصد قرار دے دے تو وہ چیز اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے پہلے بھی جاری تھی، اب بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔

حضرت حزقیل علیہ السلام

عربی میں حزقیل کا ترجمہ ''قدرت اللہ'' ہے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام بنی اسرائیل میں ''ابن العجوز'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ابن العجوز کے معنی ''بڑھیا کے بیٹے'' کے ہیں۔ کم عمری میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ جب نبوت سے سرفراز کئے گئے اس وقت آپ کی والدہ بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کو جب مبعوث کیا گیا تو سرکشی اور نافرمانی عام تھی۔ کبر و نخوت، فخر و گھمنڈ اور احساس برتری نے لوگوں کے ذہنوں کو زنگ لگا دیا تھا۔ مفاد پرستی، اقربا پروری، جھوٹ، کینہ، بغض، حسد اور منافقت ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا تھا۔ بے حیائی اور بدکاری پر فخر کرتے تھے۔ بے انصافی کر کے عقلی تاویلات پیش کرتے تھے۔ ظلم و جبر کر کے خوش ہوتے تھے۔ باپ دادا کے رسم و رواج ''مذہب'' بن گئے تھے۔ تفرقے بن گئے تھے۔ مذہب کے ٹھیکہ داروں نے اجارہ داریاں قائم کر لی تھیں۔ قوم اتنے فرقوں میں بٹ گئی تھی کہ ان کا شمار ممکن نہیں رہا تھا۔ توحید کی جگہ شرک و بت پرستی نے لے لی تھی۔ ان کے کانوں اور دلوں پر مہر لگ گئی تھی۔ آنکھوں پر دبیز پردہ پڑ گیا تھا اور اللہ کے تصور سے ذہن خالی ہو گیا تھا۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے ایسے نامساعد حالات میں توحید کا پرچار کیا۔ دین کی حقیقی روح سے قوم کو آگاہ کیا۔ سچائی اور راست بازی کی تعلیم دی اور لوگوں کو برے کاموں سے بچنے کی تلقین کی۔ صراط مستقیم پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا!

''گناہوں سے باز آ جاؤ۔ اور حق کا راستہ اپناؤ۔ ورنہ خدا کا قہر تم پر نازل ہو گا۔''

وعظ و نصیحت اور تبلیغ کا لوگوں پر مطلق اثر نہیں ہوا اور قوم بدستور اپنی روش پر قائم رہی۔ لوگوں نے مذاق اڑایا اور حیلے بہانوں سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جب حضرت حزقیل علیہ السلام نے دیکھا کہ قوم کسی بھی طرح راہ راست پر آنے کیلئے تیار نہیں ہے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق قوم کو آنے والے عذاب اور ہولناک تباہی سے آگاہ کیا۔

صحیفہ حزقیل۔ باب ۷ میں حضرت حزقیل علیہ السلام کی پیش گوئی موجود ہے۔ جو شاہ یہودہ کے زمانے میں حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

''خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ ملک خون ریزی کے گناہوں سے پر ہے اور شہر ظلم سے بھرا ہوا ہے۔ پس میں غیر قوموں میں سے بدترین کو لاؤں گا۔ وہ ان کے گھر کے مالک ہونگے اور میں زبردستوں کا گھمنڈ مٹادوں گا اور ان کے مقدس مقام ناپاک کئے جائیں گے۔ ہلاکت آئے گی۔ وہ سلامتی کو ڈھونڈینگے۔ پر نہ پائینگے۔ بلائیں نازل ہونگی تب وہ نبی کی بشارت کی تلاش کرینگے۔ لیکن شریعت کاہن سے اور مصلحت، بزرگوں سے جاتی رہے گی۔ اور رعیت کے ہاتھ کانپیں گے۔ میں ان کی روش کے مطابق ان سے سلوک کروں گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان کا فتویٰ دوں گا تاکہ وہ جانیں کہ خداوند میں ہوں۔''

(صحیفہ حزقیل۔ باب ۷)

بنوکدنصر بادشاہ

۵۵۰ قبل مسیح میں بنوکدنصر بادشاہ نے پوری قوت سے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ یہود خوفزدہ ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ سات سال تک محاصرہ جاری رہا۔ اس دوران شہر میں رسد ختم ہو گئی، سخت قحط پڑا اور وبا پھیل گئی۔ بالآخر مجبور ہو کر ایک رات لوگ شہر سے نکل کر بھاگے۔ مگر بنوکدنصر کی فوجوں نے تعاقب کر کے ان کو قتل کر دیا۔ پورا یروشلم خاک و خون میں لت پت ہو گیا۔ بیت المقدس کو شدید نقصان پہنچا۔ شاہ یہودہ گرفتار ہو گیا۔ بنوکدنصر نے اس کے بیٹوں کو اس کے سامنے ذبح کروادیا۔ شاہ یہودہ کی آنکھیں نکال دی گئیں اور زنجیروں میں جکڑ کر اسے بابل لے جایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت نے دین کی سربلندی کے لئے جہاد سے انکار کیا اور موت کے خوف سے بھاگ کر ایک دور دراز وادی میں پناہ گزیں ہو گئے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی اور موت ان پر غالب آگئی۔

حضرت حزقیل علیہ السلام جب اس آبادی سے گزرے تو انہیں بہت افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان مردہ لوگوں کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

''تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے۔ پھر کہا اللہ نے ان کو مر جاؤ۔ پھر ان کو زندگی دی۔ اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

(سورۃ البقرہ۔ ۲۴۳)

حضرت حزقیل علیہ السلام نے انجیل برناباس میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دی ہے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے عمر کا آخری حصہ بابل میں گزارا اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر مبارک دجلہ کے قریب ہے۔

حکمت

بغض و عناد، حسد، طمع، لالچ، حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر، دنیا کا حصول، فخر و مباہات، گھمنڈ اور غرور، ناانصافی، حق تلفی، خوں ریزی، نئی نئی لا علاج بیماریاں، عدم تحفظ، خوف، دہشت گردی، علمائے امت میں اختلاف، دین کی بے حرمتی، مساجد میں قتل، والدین کی نافرمانی، رشوت، چور بازاری، ملاوٹ اور بے حیائی کو دیکھا جائے تو موجودہ دور پہلے دور سے زیادہ گناہ آلود ہے۔ اب پیغمبر نہیں آئے گا۔ جو عذاب سے ڈرائے لیکن اللہ کا نظام مکمل اور مربوط نظام ہے۔ اللہ کی سنت میں تبدیلی ہوتی ہے نہ تعطل واقع ہوتا ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ شافع المذنبین ہیں اور رحمت اللعالمین ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے نظام پر عمل کرتے ہیں۔ اس وقت مذاہب عالم کا جو حال ہے اور اسلام کی تاویلات کر کے جس طرح بے حرمتی کی جارہی ہے۔ یہ اللہ کی ناراضگی کو کھلے عام دعوت دینا ہے۔ علمائے کرام، مذہبی پیشواؤں، دانش وروں اور اولی الباب حضرات و خواتین کی ذمہ داری ہے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کریں اور پھر اپنے کنبہ قبیلے کو، پھر قوم کو اور پھر نوع انسانی کو متوجہ کریں کہ تاریخ ہمیشہ خود کو دہراتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اوپر عذاب الٰہی آجائے اور ہم کچھ بھی نہ کر سکیں۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

☆☆☆☆☆

حضرت لقمان علیہ السلام

نصیحت

"اور ہم نے لقمان کو عقلمندی دی کہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔

اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ تو بے نیاز اور حمید ہے۔ اور لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ بلاشبہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

اے میرے پیارے بیٹے! چاہے کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں میں کہیں بھی ہو اللہ اسے ضرور اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چھپی سے چھپی چیز کو دیکھنے والا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔"

"اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرو اور اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روک دے اور جو کچھ مصیبت تجھ پر پڑے سب کو جھیل، بے شک ہمت کے کام یہی ہیں اور دیکھ لوگوں کے سامنے اپنے گال کو مت پھلانا اور زمین پر اترا کر مت چلنا۔ بے شک اللہ کو اترانے والے اور خود اپنی بڑائی جتانے والے لوگ پسند نہیں ہیں اور اعتدال کی چال چلنا اور آواز کو نیچا رکھنا۔ بلاشبہ سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔"

(سورۃ لقمان:۱۳۔۱۹)

حضرت لقمان علیہ السلام پیغمبرانہ صفات کے حامل ایک صاحب حکمت اور برگزیدہ بندے تھے۔ آپ کے نام سے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں "سورۃ لقمان" نازل کی ہے۔ تاریخ میں آپ کی شخصیت اور زمانے کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض مورخین کے مطابق حضرت لقمان علیہ السلام کا تعلق قوم عاد سے تھا اور آپ یمن کے بادشاہ تھے۔ لیکن اکثریت کی رائے میں آپ حبشی النسل تھے اور سوڈان کے ایک قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ شواہد ملتے ہیں کہ ''صحیفہ لقمان'' کے نام سے آپ کے اقوال کا ایک مجموعہ حضورﷺ کے زمانے میں موجود تھا۔

قرآن حکیم نے حضرت لقمان علیہ السلام کو موحد اور حکیم بیان کیا ہے۔

''اور ہم نے لقمان کو حکمت دی کہ وہ اللہ کا شکر گزار ہو۔''

(سورۃ لقمان۔ ۱۲)

اور ہم نے انسان کو تاکید کر دی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مصیبت پر مصیبت جھیل کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور پھر کہیں دو برس میں جا کر دودھ چھوٹا۔ لہٰذا تو میرا شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ آخر لوٹ کر میرے ہی پاس تو آنا ہے۔ اور ہاں اگر تیرے ماں باپ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ تیرے پاس کسی کے شریک ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ہر گز ان کا کہنا نہ ماننا۔ البتہ دنیاوی حقوق میں ان کا ساتھ دیتے رہنا اور راستہ انہی لوگوں کا اختیار کرنا جن کا رخ میری طرف ہو کیونکہ آخر کار تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر تم جو کچھ کرتے تھے میں تمہیں سب کچھ بتا دونگا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی تعلیمات

حضرت لقمان علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''اے بیٹا! جب کسی صحبت میں جاؤ تو لوگوں کو سلام کر کے بیٹھ جاؤ۔ اگر وہ لوگ خدا کے ذکر میں مشغول ہوں تو ٹھہر جاؤ۔ اور اگر کسی اور کے ذکر میں مصروف ہوں تو ان کی صحبت چھوڑ دو۔ اور دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہو۔

اے بیٹا! برے لوگوں سے پناہ مانگتے رہو۔ اور جو اچھے ہیں ان سے بھی ڈرتے رہو۔ دنیا میں نہ پھنسو اور اپنے دل کو اس میں نہ لگاؤ۔

کیونکہ تم دنیا کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔

اے بیٹا! جو کوئی دوسروں پر رحم کرتا ہے، خود اس پر بھی رحم کیا جاتا ہے۔ جو خاموش رہتا ہے، امن میں رہتا ہے۔ جو اچھی بات کہتا ہے، اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو شخص جھوٹ بولتا ہے، گنہگار ہے۔ جو زبان اپنے قابو میں نہیں رکھتا، ندامت اٹھاتا ہے۔ اے بیٹا!

برگزیدہ علماء کی صحبت میں گھٹنوں کے بل جاؤ اور ان کی خدمت میں خاموش بیٹھ کر کان لگاؤ۔ اس لئے کہ علماء کے نور سے دل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح مردہ زمین آسمان کے مینہ سے ہو جاتی ہے۔''

قرآن کریم میں ارشاد ہے

"اور اے رسول وہ وقت یاد کیجئے کہ جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اللہ کا شریک کسی کو مت بناؤ کیونکہ شرک بڑا سخت گناہ ہے۔

اور اے رسول اس وقت کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹل نہیں سکتا۔ اپنا منہ صحیح دین پر قائم رکھنا۔ اس روز سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ اور ہم آپ سے پہلے لقمان کو حکمت دے چکے ہیں اور ہم نے اس سے کہا کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور جو کوئی شکر ادا کرے گا اپنے ہی بھلے کے لئے کرے گا۔ اور جو کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، خوبیوں والا ہے اور ہم نے آدمی کو ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔"

شکر کا مطلب "استعمال" ہے

حضرت لقمان علیہ السلام کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم نبوت سے سرفراز کیا تھا۔ حضرت لقمان علیہ السلام ایک ہزار برس پورے کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جڑی بوٹیوں میں خاصیت کا علم عطا کیا تھا۔ اور جڑی بوٹیاں انہیں اپنی اپنی خاصیت سے آگاہ کرتی تھیں۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے علم طب کی تدوین کی۔ دواؤں کی خاصیت اور ان کے استعمال کے طریقے بتائے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کے قصے سے اس بات کا علم حاصل ہوتا ہے کہ شکر کا مطلب استعمال ہے۔ اگر حضرت لقمان علیہ السلام حکمت و دانائی کو استعمال نہ کرتے اور لوگوں تک علم منتقل نہ کرتے اور صرف زبان سے یا اللہ تیرا شکر یا اللہ تیرا شکر کرتے رہتے تو شکر کا تقاضا پورا نہ ہوتا۔

مثال: اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین لباس عطا فرمائیں اور آپ اسے الماری میں سجا کر رکھ دیں۔ زیب تن نہ کریں تو شکر کا مفہوم پورا نہیں ہو گا۔ لباس کو پہنیں، آرام پائیں، خوش ہوں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ یہی شکر ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت لقمان علیہ السلام سے کسی نے قرض لیا۔ بہت دنوں کے بعد اس شخص نے حضرت لقمان علیہ السلام کو پیغام بھجوایا کہ مجھے کاروبار زندگی سے فرصت نہیں ہے اور کوئی معتبر آدمی ملتا نہیں ہے۔ گزارش ہے کہ صاحب زادے کو بھیج دیجئے تا کہ میں قرض واپس کر دوں۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو قرض وصول کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جاتے وقت بیٹے کو تین نصیحتیں کیں۔ فرمایا کہ پہلی منزل پر راستے میں ایک بڑ کا درخت ہے اس کے نیچے نہ سونا۔

دوسری منزل میں ایک بہت بڑا شہر آئے گا اس میں قیام نہ کرنا۔ شہر میں کھانے پینے کے بعد جنگل میں چلے جانا۔ تیسری بات یہ یاد رکھنا کہ جس شخص سے قرض وصول کرنا ہے اس کے گھر نہ ٹھہرنا۔ البتہ راستے میں کوئی راستے سے واقف اور تجربہ کار بندہ ملے اور ہماری نصیحت کے خلاف تمہیں کوئی ہدایت دے تو تم اس پر عمل کرنا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کے بیٹے نے ابھی تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا کہ راستے میں ایک بوڑھا مسافر ملا پوچھا!

''میاں صاحبزادے کہاں جارہے ہو؟''

حضرت لقمان علیہ السلام کے بیٹے نے بتایا کہ ''میں اپنے والد کا قرض وصول کرنے جارہا ہوں۔''

بڑے میاں بولے!

''مجھے بھی اسی شہر میں جانا ہے۔ اچھا ہوا کہ ہمارا تمہارا ساتھ ہو گیا۔''

جب پہلی منزل آئی تو بڑے صاحب نے کہا!

''اس درخت کے نیچے رہیں گے تا کہ شبنم سے محفوظ رہیں۔''

لڑکا بولا:

’’محترم بزرگ! مجھے اس درخت کے نیچے ٹھہرنے کو والد صاحب نے منع کیا تھا۔‘‘

بڑے صاحب نے پوچھا!

’’کچھ اور بھی کہا تھا؟‘‘

لڑکے نے کہا!

’’جی ہاں! والد صاحب نے کہا تھا کہ اگر کوئی اس راہ کا واقف ملے تو اس کی بات پر عمل کرنا۔‘‘

بڑے میاں بولے!

’’ہم اس راستے سے خوب واقف ہیں تم ہمارا کہنا مانو۔‘‘

بامئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ رسم و منزلہا

غرض دونوں نے درخت کے نیچے بسیرا کیا۔ آدھی رات گئے ایک سانپ درخت پر سے اترا۔ بڑے میاں نے سانپ کو مار کر ڈھال سے ڈھانپ دیا۔ جب صبح ہوئی تو لڑکے کے دل میں وسوسہ آیا کہ ’’ابا جی نے خواہ مخواہ منع کیا تھا۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں تو خوب آرام سے سویا ہوں۔‘‘

یہ خیال روشن ضمیر بڑے صاحب نے محسوس کر لیا اور صاحبزادے سے کہا! ’’ڈھال اٹھاؤ۔‘‘

ڈھال کے نیچے مرا ہوا سانپ پڑا تھا۔ لڑکے کے دماغ میں والد کی طرف سے جو وسوسہ آیا تھا اس کی اصلاح ہوگئی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

بڑے میاں نے لڑکے سے کہا!

’’صاحبزادے! سانپ کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھ لو۔‘‘

اس نے سانپ کا سر کاٹ کر اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ دوسرے دن یہ دونوں ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ بڑے میاں نے فرمایا!

’’رات کو اسی شہر میں قیام کریں گے۔‘‘

اور دونوں ایک مسافر خانے میں جا ٹھہرے۔اس شہر کا یہ عجیب دستور تھا کہ جب کوئی جوان مسافر شہر میں آجاتا تو بادشاہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا اور صبح کے وقت اس کی لاش ملتی تھی۔الغرض بادشاہ کو جب خبر پہنچی تو اس نے نوجوان مسافر کو طلب کیا۔

لڑکا جب دلہن کے پاس جانے لگا تو پیر دانا نے فرمایا کہ:

''پہلے اس سانپ کے سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ میں رکھ کر اپنی بیوی کو دھونی دینا۔''

لڑکے نے ایسا ہی کیا اور زندہ رہا۔بات دراصل یہ تھی کہ عورت کے رحم میں ایک زہریلا پھوڑا تھا۔یہ ایسا مرض تھا کہ جب اس کے پاس کوئی مرد جاتا تھا تو زہر چڑھ جاتا تھا اور دولہا مر جاتا تھا۔اس دھونی کی تاثیر سے مرض ختم ہو گیا اور صبح کو لڑکا زندہ سلامت محل سے باہر آیا۔

کچھ دنوں بعد وہ دونوں اس شہر سے روانہ ہوئے اور اس بستی میں پہنچ گئے جہاں مقروض کا گھر تھا۔دانا بزرگ نے فرمایا!

''بھائی!اس کے گھر میں ہی ٹھہریں گے۔''

چنانچہ رات کو وہیں قیام کیا۔میزبان کی نیت میں پہلے ہی فتور تھا۔اس نے سوچا''دونوں کو قتل کر دیا جائے تا کہ قرض کا روپیہ واپس نہ کرنا پڑے۔''

میزبان نے مہمانوں سے پوچھا!

''صاحبو!اندر سوؤ گے یا باہر صحن میں؟''

بڑے صاحب بولے:

''گرمی ہے ہم باہر سوئیں گے۔''

چنانچہ دونوں صحن میں لیٹ گئے۔گھر کے اندر کمرے میں صاحب خانہ کے دو لڑکے سوئے ہوئے تھے۔جب آدھی رات ہوئی تو بڑے میاں نے حضرت لقمان علیہ السلام کے بیٹے کو جگایا اور بولے:

''سردی ہو گئی ہے اند چلو۔''

دونوں اندر کمرے میں گئے اور میزبان کے لڑکوں کو جگا کر کہا:

"بھائی! ہمیں باہر سردی لگتی ہے۔ تم ہماری جگہ جالیٹو۔ ہم یہاں سوجائیں گے۔"

جب تین پہر رات گزر گئی اور ہر طرف نیند کا پہرہ ہو گیا۔ تو مالک مکان آیا اور باہر سوئے ہوئے اپنے دونوں لڑکوں کو قتل کر دیا۔

صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں بیٹے مردہ پڑے ہیں۔ اسے نہایت صدمہ پہنچا مگر چپ ہو گیا اور دل پر پتھر کی سل رکھ لی۔ چاروناچار مہمانوں کو روپیہ دے کر رخصت کر دیا۔ واپسی میں جب اس مقام پر پہنچے جہاں بڑے صاحب سے ملاقات ہوئی تھی تو بزرگوار نے کہا:

"بیٹا! خدا حافظ۔ اب ہم جاتے ہیں۔ اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا۔"

لڑکے نے پوچھا:

"میرے اچھے بزرگ! آپ کا نام کیا ہے؟"

بزرگ نے فرمایا:

"تمہارے ابا ہمارا نام جانتے ہیں۔"

بیٹا جب باپ کی خدمت میں پہنچا اور سفر کی روئداد سنا کر اپنے والد سے سوال کیا:

"وہ بزرگ کون تھے؟"

تو حضرت لقمان علیہ السلام نے کہا!

"وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔"

☆☆☆☆☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

فلسطین کی سرزمین پر بنی اسرائیل میں عمران نامی ایک عابد اور زاہد شخص تھے۔ زہد وعبادت کی وجہ سے نماز کی امامت بھی ان کے سپرد تھی۔ ان کی بیوی حنہ بہت پارسا اور عابدہ تھیں اپنی نیکی کی وجہ سے دونوں بنی اسرائیل میں بہت زیادہ محبوب ومقبول تھے۔

عمران حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حنہ فاقوبن قبیل بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ عمران کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ دونوں میاں بیوی کو اولاد کی شدید خواہش تھی۔

ایک مرتبہ حنہ اپنے گھر کے صحن میں چہل قدمی کر رہی تھیں، دیکھا کہ ایک پرندہ اپنے بچے کو کھانا کھلا رہا ہے یہ دیکھ کر مامتا کے جذبات سے دل بھر آیا اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

''اے میرے پیارے اللہ! مجھے اولاد عطا کر تاکہ وہ ہم دونوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنے۔''

دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی۔ حنہ نے چند روز کے بعد محسوس کیا کہ وہ ماں بننے والی ہیں، انہیں دلی مسرت ہوئی اور جذبہ تشکر سے انہوں نے نذر مان لی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دونگی۔

حنہ کے شوہر عمران

ماں بننے سے پہلے حنہ کے شوہر عمران کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں لڑکی پیدا ہوئی۔ حنہ کے لئے یہ لڑکی بھی لڑکے سے کم نہ تھی مگر یہ احساس دامن گیر ہو گیا کہ میں نے جو نذر مانی ہے وہ پوری نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بتا کر خوش کر دیا کہ

''ہم نے تیری لڑکی کو قبول کیا اور اس لڑکی کی وجہ سے تمہارا خاندان معزز اور مبارک قرار پایا۔''

حنہ نے لڑکی کا نام ''مریم'' رکھا۔ سریانی زبان میں مریم کے معنی خادمہ کے ہیں۔

''بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو (اپنے زمانے میں جہاں والوں پر بزرگی عطا فرمائی) اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے (وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا۔ خدایا میں نے نذر مان لی ہے کہ میرے پیٹ میں جو ہے وہ تیری راہ میں آزاد ہے، پس تو اس کو میری جانب سے قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو کہنے لگی میرے اللہ! لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے اور لڑکا اور لڑکی یکساں نہیں ہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان الرجیم کے فتنہ سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس مریم کو اس کے پروردگار نے بہت اچھی طرح قبول فرمایا اور اس کی نشو ونما اچھے طریقہ پر کی اور زکریا کو اس کا نگراں بنا دیا۔''

(سورہ آل عمران: ۳۳۔۳۷)

حضرت مریمؑ جب سن شعور کو پہنچیں تو یہ معاملہ درپیش ہوا کہ مقدس ہیکل کی یہ امانت کس کے سپرد کی جائے ہر ایک نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مقدس امانت کا کفیل مجھے بنایا جائے۔ حضرت زکریاؑ، حضرت مریمؑ کی خالہ (ایشبع) کے شوہر تھے اور مقدس ہیکل کے معزز کاہن اور نبی بھی تھے، اس لئے یہ سعید امانت ان کے سپرد کر دی گئی۔ حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کے لئے ہیکل کے قریب ایک حجرہ نصب کر دیا تاکہ وہ دن میں عبادت الٰہی میں مصروف رہیں اور جب رات ہوتی تو وہ اپنے گھر ان کی خالہ کے پاس لے جاتے تھے۔ مریمؑ عبادت میں مصروف رہتیں، ان کے سپرد ہیکل کی جو خدمت کی گئی تھی اسے بھی نہایت احسن طریقہ پر پورا کرتی تھیں۔ اتنی عابدہ اور زاہدہ تھی کہ ان کا تقویٰ بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گیا تھا۔

بے گمان رزق

حضرت زکریاؑ، حضرت مریمؑ کی ضروری نگہداشت کے سلسلہ میں کبھی کبھی حجرے میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان کو یہ بات عجیب نظر آتی تھی کہ مریم کے پاس اکثر بے موسم کے تازہ پھل موجود ہوتے تھے۔ ایک روز انہوں نے دریافت کیا:

''مریم! تیرے پاس یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آتے ہیں؟''

بی بی مریمؑ نے کہا:

''میرے اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق پہنچاتا ہے۔''

حضرت زکریاؑ سمجھ گئے کہ اللہ کے ہاں مریمؑ کا خاص مرتبہ ہے، ساتھ ہی بے موسم تازہ پھلوں کے واقعہ نے دل میں یہ تمنا پیدا کر دی کہ جس اللہ نے اپنی قدرت کے صلہ سے بے موسم پھل پیدا کر دیئے ہیں وہ میرے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے

باوجود مجھ کو بے موسم پھل (بیٹا) ضرور عطا کرے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ربانی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

''اور اس (مریم) کی کفالت زکریا نے کی۔ جب اس کے پاس زکریا داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے کی چیزیں رکھی پاتے۔ زکریا نے کہا، اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے۔''

(سورہ آل عمران۔۳۷)

برگزیدہ عورت

حضرت بی بی مریمؑ اپنے مقدس مشاغل کے ساتھ پاک زندگی بسر کرتی رہیں، حضرت زکریاؑ ان کے زہد و تقویٰ سے بے حد متاثر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت اور جلالت کو درجہ اور زیادہ بلند کیا اور فرشتوں کے ذریعے ان کو بارگاہ الٰہی میں برگزیدہ ہونے کی بشارت سنائی گئی۔

اے پیغمبر وہ وقت یاد کیجئے ''جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! بلاشبہ اللہ نے تجھ کو بزرگی دی اور پاک کیا اور دنیا کی عورتوں پر تجھ کو برگزیدہ کیا، اے مریم!

اپنے پروردگار کے سامنے جھک جا اور سجدہ ریز ہو جا اور نماز قائم کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کر۔''

(سورہ آل عمران: ۴۲۔۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان چند اولوالعزم، جلیل القدر اور مقدس رسولوں میں سے ہیں جن کی آمد کی بشارت متعدد انبیاء کرامؑ نے دی ہے۔ تورات استثناء میں ہے۔

''اور موسیٰ نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر (ساعیر) سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔''

(باب ۳۳۔ آیت ۲۰)

حضرت یسعیا نبیؑ کے صحیفہ میں ہے:

''دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا، بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو، اس کے راستے سیدھے بناؤ۔

متی کی انجیل

متی کی انجیل میں ہے:

''جب یسوع بیت الحم ہیرودیس میں پیدا ہوا تو دیکھا کہ کئی مجوسی یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ یہ سن کر ہیرودیس کا بادشاہ اور اس کے ساتھ یروشلم کے سب لوگ گھبرائے اور اس نے قوم کے سب سردار، کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کرکے ان سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہئے؟ انہوں نے ان سے کہا کہ یہودیہ کے بیت الحم میں کیونکہ نبی (یسعیاہ علیہ السلام) کی معرفت یوں لکھا گیا ہے:

اے بیت الحم یہوداہ کے علاقہ! تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں ایک سردار نکلے گا جو میری امت بنی اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔''

قرآن نے بھی حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے واقعہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی تمہید قرار دیا ہے اور یحییٰؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبشر اور صناد بتایا ہے:

''پس فرشتوں نے اس (زکریا) کو اس وقت پکارا جب کہ وہ حجرے میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ تجھ کو یحییٰ (فرزند) کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم سے (عیسیٰؑ) کی تصدیق کرے گا۔''

(سورہ آل عمران۔۳۹)

خدا کا فرشتہ

عابدہ و زاہدہ اور عفت مآب مریمؑ اپنے حجرے میں عبادت میں مشغول رہتیں، ضرورت کے بغیر باہر نہیں نکلتی تھیں۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے مشرقی جانب لوگوں سے دور کسی ضرورت سے ایک گوشے میں تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک خدا کا فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا اور حضرت مریمؑ نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور فرمانے لگیں۔

''اگر تجھ کو کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو میں خدائے رحمان کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں۔''

فرشتے نے کہا:

''مریم! خوف نہ کھامیں انسان نہیں بلکہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا فرشتہ ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔''

مریم نے یہ سنا تو ازراہ تعجب فرمانے لگیں:

''میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ مجھے آج تک کسی بھی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا ہے، اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میں زانیہ ہوں۔''

فرشتہ نے جواب دیا:

''میں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں، اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اس لئے کروں گا کہ تجھ کو اور تیرے لڑکے کو کائنات کے لئے اپنی قدرت کے صلہ کے اعجاز کا ''نشان'' بنادوں اور لڑکا میری جانب سے ''رحمتہ'' ثابت ہو گا اور میرا یہ فیصلہ اٹل ہے۔ مریم! اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جو اس کا کلمہ ہو گا اس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ ہو گا اور وہ دنیا و آخرت میں باوجاہت اور صاحب عظمت رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہو گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نشان کے طور پر بحالت شیر خوارگی لوگوں سے باتیں کرے گا اور سن کہولت (بڑھاپے کے ابتدائی دور) بھی پائے گا تاکہ کائنات کی رشد و ہدایت کی خدمت کی تکمیل کرے اور یہ سب کچھ اس لئے ضرور ہو کر رہے گا کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو اس کا محض یہ ارادہ اور حکم کہ ''ہو جا'' اس شئے کو ظہور میں لے آتا ہے۔ لہٰذا یہ یونہی ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب عطا کرے گا، اس کو حکمت سکھائے گا اور اس کو بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے نبی اور پیغمبر بنائے گا۔''

قرآن حکیم نے ان واقعات کا معجزانہ اسلوب بیان کیا ہے:

''(وہ وقت قابل ذکر ہے) جب فرشتوں نے مریم سے کہا۔ اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا پورا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا، وہ دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت اور ہمارے مقربین میں سے ہو گا اور وہ (ماں کی) گود میں اور کہولت کے زمانے میں لوگوں سے کلام کرے گا اور وہ نیکوکاروں میں سے ہو گا۔ مریم نے کہا: میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرشتہ نے کہا، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اسی طرح پیدا کر دیتا ہے وہ جب کسی شئے کے لئے حکم کرتا ہے تو بس کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے اور اللہ اس کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کا علم عطا کرے گا اور وہ بنی اسرائیل کی جانب اللہ کا رسول ہو گا۔''

(سورہ آل عمران: ۴۲۔۴۹)

''اور اے پیغمبر! کتاب میں مریم کا واقعہ ذکر کر واس وقت کا ذکر جب وہ ایک جگہ پورب کی طرف تھی اپنے آدمیوں سے الگ ہوئی پھر اس نے لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا پس ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں نمایاں ہو گیا، مریم اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور بولی اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں اور اس لئے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند دے دوں، مریم بولی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا لڑکا ہو حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں۔ فرشتہ نے کہا، ہو گا ایسا ہی تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ کہتا ہے کہ یہ اس لئے ہو گا کہ اس کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنادوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے ہو چکا ہے۔''

(سورۃ مریم:۱۶۔۲۱)

بشری تقاضے کے تحت مریمؑ پر اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی اس کیفیت نے اس وقت شدت اختیار کرلی جب انہوں نے دیکھا کہ مدت حمل ختم ہو کر ولادت کا وقت قریب آگیا۔ انہوں نے سوچا کہ لوگوں کو حقیقت حال کا علم نہیں ہے، ولادت کا مرحلہ یہاں پیش آیا تو بہت بدنامی ہوگی، اس لئے مناسب یہ ہے کہ کہیں دور چلی جاؤں۔

یہ سوچ کر وہ یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً نو میل کوہ سراہ (ساعیر) کے ایک ٹیلے پر چلی گئیں۔ جو اب بیت الحم کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پہنچ کر چند روز بعد دردزہ شروع ہوا تو تکلیف و اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں اور بعد میں پیش آنے والے حالات کا اندازہ کر کے انتہائی دکھ سے کہنے لگیں:

''کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور لوگ میری ہستی فراموش کر چکے ہوتے۔''

مریم غمگین نہ ہو

تب نخلستان کے نشیب سے خدا کے فرشتے نے پکارا:

''مریم! غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے اوپر تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں بچے کے نظارے سے ٹھنڈی کر پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کیلئے روزے کی نذر مانی ہے اس لئے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔''

(سورہ مریم۔۲۶،۳۶)

تنہائی اور تکلیف میں پیش آنے والے حالات سے حضرت مریمؑ پر جو خوف طاری ہو گیا تھا فرشتے کی تسلی آمیز پکار سے راحت میں بدل گیا، تاہم یہ خیال بے چین کئے ہوئے تھا کہ اگرچہ خاندان والے اور قوم میری عصمت و پاکدامنی پر یقین رکھتے ہیں پھر بھی اس حیرت کو کس طرح مٹایا جاسکے گا کہ باپ کے بغیر کس طرح یہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے مریم کے پاس پھر یہ پیغام بھیجا کہ:

''جب تو اپنی قوم میں پہنچے اور وہ تجھ سے اس معاملہ کے متعلق سوالات کریں تو جواب نہ دینا بلکہ اشارے سے بتادینا کہ میں روزے سے ہوں، اس لئے آج کسی سے بات نہیں کر سکتی جو کچھ دریافت کرنا ہے اس بچے سے پوچھ لو۔ تیرا پروردگار قدرت کاملہ کا نشان ظاہر کر کے ان کی حیرت کو دور اور قلوب کو مطمئن کر دے گا۔''

حضرت مریمؑ وحی الٰہی کے ان پیغامات پر مطمئن ہو کر بچہ کو گود میں لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب شہر پہنچیں تو لوگوں نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے:

''مریم یہ کیا تو نے بھاری تہمت کا کام کر لیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدچلن تھی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی ہے؟''

مریم نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف اشارہ کیا:

''جو کچھ پوچھنا ہے اس سے معلوم کر لو میں تو آج روزہ سے ہوں۔''

لوگوں نے نہایت تعجب کے ساتھ کہا:

''ہم کس طرح اس شیر خوار بچے سے پوچھ سکتے ہیں جو ابھی ماں کی گود میں ہے؟''

مگر بچہ فوراً بول اٹھا:

''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے مبارک بنایا خواہ میں کسی حال اور جگہ پر ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک زندہ ہوں میرا یہی شعار ہو گا اور میرے پروردگار نے مجھ کو میری ماں کا خدمت گزار بنایا، خود سر اور نافرمان نہیں بنایا اور پھر اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن کہ پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔''

قرآن پاک میں ان تفصیلات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

''اور اس عورت (مریمؑ) کا معاملہ جس نے اپنی پاکدامنی کو قائم رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح کو پھونک دیا اور اس کو اس کے لڑکے کو جہاں والوں کے لئے نشان ٹھہرایا۔''

(سورۃ انبیاء:۹۱)

''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو برقرار رکھا پس ہم نے اس میں اپنی روح کو پھونک دیا۔''

(سورۃ مریم۔۱۲)

''پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا وہ لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی، پھر اسے دردزہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا، اس نے کہا! کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی۔ میری ہستی کو لوگ یک دم بھول گئے ہوتے اس وقت اسے نیچے سے فرشتہ پکارا، غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے تلے نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کے درخت کا تنا پکڑ کے اپنی طرف ہلا تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ کھا پی آنکھیں ٹھنڈی کر پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے کہہ دے میں نے خدائے رحمان کے حضور روزے کی منت مانگ رکھی ہے، میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کر سکتی، پھر ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی، لڑکا اس کی گود میں تھا لوگ بول اٹھے، مریم تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بد چلن تھی، اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا۔ بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے۔ مگر لڑکا بول اٹھا، میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور اس نے مجھے بابرکت بنایا، خواہ میں کسی حال اور جگہ پر ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک زندہ ہوں میرا یہی شعار ہوگا اور میرے پروردگار نے مجھ کو میری ماں کا فرمانبردار بنایا، خود سر اور نافرمان نہیں بنایا اور پھر اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن کہ پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔''

(سورہ مریم۔۳۳،۲۲)

بنی اسرائیل نے جب ایک شیر خوار بچے سے یہ حکیمانہ کلام سنا تو وہ حیرت میں رہ گئی۔ انہیں یقین آ گیا کہ مریم ہر قسم کی برائی سے پاک اور بچے کی پیدائش یقیناً منجانب اللہ ایک ''نشان'' ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزانہ ولادت کے چرچے ہونے لگے جو لوگ راست باز تھے انہوں نے اس کے وجود کو بابرکت سمجھا، شری اور فسادی لوگوں نے اس کی ہستی کو فال بد سمجھا اور بغض و حسد کے شعلوں نے اندر ہی اندر ان کے فطری وصف کو کھانا شروع کر دیا۔

اس ماحول کے اندر اللہ تعالیٰ اپنی نگرانی میں اس مقدس بچے کی تربیت اور حفاظت کرتا رہا تاکہ اس کے ذریعے بنی اسرائیل کے مردہ قلوب کو حیات تازہ بخشے اور ان کی روحانیت کے شجر خشک کو ایک بار پھر بار آور اور باثمر بنائے۔

''اور ہم نے عیسیٰ بن مریم اور اس کی ماں (مریم) کو نشان بنادیا اور ان دونوں کا ایک بلند مقام پر ٹھکانہ بنایا جو سکونت کے قابل اور چشمے والا ہے۔''

(سورۃ مومنون۔ ۵۰)

نیا ستارہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے لوگوں نے ان کی آمد کی خوشخبری سنی۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس شب پارس کے بادشاہ نے آسمان پر ایک نیا ستارہ روشن دیکھا، بادشاہ نے درباری نجومیوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس ستارے کا طلوع کسی عظیم الشان ہستی کی پیدائش کی خبر دیتا ہے، جو ملک شام میں پیدا ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خوشبوؤں کے عمدہ تحائف دے کر ایک وفد ملک شام روانہ کیا تاکہ وہ اس بچے کی ولادت سے متعلق حالات و واقعات معلوم کرے۔ وفد نے شام پہنچ کر تفتیش شروع کی، یہودیوں سے کہا ہم کو اس بچے کی ولادت کا حال سناؤ جو مستقبل قریب میں روحانیت کا بادشاہ ہوگا۔ یہود نے اہل فارس کی زبان سے یہ کلمات سنے تو اپنے بادشاہ ہیرودیس کو خبر کی۔ بادشاہ نے وفد کو اپنے دربار میں بلایا اور آنے کا مقصد پوچھا ان کی زبانی واقعہ سن کر بادشاہ بہت گھبرایا اور پھر انہیں اجازت دے دی کہ وہ اس بچے کے متعلق مزید معلومات حاصل کر لیں۔ پارسیوں کا وفد بیت المقدس پہنچا جب حضرت یسوع علیہ السلام کو دیکھا تو اپنے رسم و رواج کے مطابق ان کو سجدہ تعظیم کیا پھر مختلف قسم کی خوشبوئیں ان پر نثار کیں، چند روز قیام کیا، قیام کے دوران وفد کے بعض افراد نے خواب میں دیکھا کہ ہیرودیس اس بچہ کا دشمن ثابت ہوگا۔ اس لئے اس کے پاس نہ جاؤ اور بیت الحم سے فارس چلے جاؤ۔ صبح وفد فارس کا ارادہ کر کے وفد کے ارکان حضرت مریمؑ کے پاس آئے اور اپنا خواب سناتے ہوئے کہا:

''معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کی نیت خراب ہے وہ اس مقدس بچے کا دشمن بن جائے گا بہتر یہی ہے کہ تم بادشاہ کی دسترس سے باہر چلی جاؤ۔''

حضرت مریمؑ یسوع مسیح کو لے کر اپنے عزیزوں کے پاس مصر آ گئیں اور وہاں سے ناصرہ چلی گئیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیرہ سال کے ہوئے تو ان کو لے کر دوبارہ بیت المقدس واپس آ گئیں۔

بخاری شریف

بخاری کی حدیث معراج میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے ان کو میانہ قد، سرخ و سپید پایا، بدن اتنا صاف شفاف تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حمام سے نہا کر آئے ہیں۔''

حضرت مسیحؑ کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل کے لوگ مشرکانہ رسم و عقائد کو جزو مذہب بنا چکے تھے، جھوٹ، فریب، بغض و حسد جیسی بد اخلاقیوں کو عملاً اخلاق کریمانہ کی حیثیت دے رکھی تھی اس پر شرمسار ہونے کے بجائے ان پر فخر کرتے تھے، اپنی ہی قوم کے ہادیوں اور پیغمبروں کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، یہودیوں کے علماء نے عوام سے نذر اور بھینٹ حاصل کرنے کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کے لئے تورات میں تحریف کی۔

بغاوت

جب بغاوت و سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی آغوش بھر دی۔

''اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات عطا کی اور اس کے بعد ہم پیغمبر بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح معجزے دے کر بھیجا اور ہم نے اس کی روح پاک کو (جبرائیل) کے ذریعے قوت و تائید عطا کی۔ کیا جب تمہارے پاس پیغمبر ایسے احکام لے کر آیا جن پر عمل کرنے کو تمہارا دل نہیں چاہتا تو تم نے غرور کو شیوہ (نہیں) بنالیا؟ پس (پیغمبر کی) ایک جماعت کو جھٹلاتے ہو تو ایک جماعت کو قتل کر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارے دل (قبول حق کیلئے) غلاف میں ہیں (یہ نہیں) بلکہ ان کے کفر کرنے پر خدا نے ان کو ملعون کر دیا ہے۔ پس بہت تھوڑے سے ہیں جو ایمان لائے ہیں۔''

(سورۃ بقرہ۔ ۸۸،۸۷)

''اور میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سامنے ہے اور (اسی لئے آیا ہوں) تاکہ تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئیں تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے پرودگار کی نشانی لے کر آیا ہوں، پس اللہ کا خوف کرو اور میری پیروی کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پرودگار ہے پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے، پس جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو فرمایا اللہ کے لئے کون میرا مددگار ہے؟ تو شاگردوں نے جواب دیا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار۔''

(سورۃ آل عمران۔ ۵۲،۵۰)

مخلص اور وفادار حواریوں کی جماعت صادق الایمان اور راسخ الاعتقاد تھی۔ مگر سادہ لوح غرباء پر مشتمل تھی انہوں نے سادگی اور سادہ دلی کے ساتھ عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔ جس کا ثبوت آپ کی ذات اقدس ہے، اللہ تعالیٰ یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ ہمارے لئے غیب سے ایک دستر خوان نازل کردے تاکہ ہم روزی کمانے کی فکر سے آزاد ہو جائیں اور اطمینان قلب کے ساتھ دین حق کی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہیں۔''

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی:

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے اپنے آرام کے لئے اللہ تعالیٰ کو آزمانا صحیح نہیں ہے، یہ خیال دل سے نکال دو۔''

حواریوں نے کہا:

''اللہ تعالیٰ کو آزمانا ہمارا مقصد نہیں ہے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ خوان کو اللہ تعالیٰ کا تحفہ سمجھ کر زندگی کا سہارا بنالیں، اس طرح ہمارا اللہ پر یقین راسخ ہو جائے گا اور ہم تمہارے پیغام کی تصدیق کرنے والے ہو جائیں گے۔''

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے ان کا بڑھتا ہوا اصرار دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی:

''اے خدا! تو ان کے سوال کو پورا کر آسمان سے ایسا مائدہ (دستر خوان نعمت) نازل فرما کر وہ ہمارے لئے تیرے غضب کا مظہر ثابت نہ ہو بلکہ ہمارے اول و آخر سب کے لئے خوشی کی یادگار بن جائے اور تیرا ''نشان'' کہلائے اور اس کے ذریعے ہمیں غیبی رزق سے شادکام کردے، ہے بے شک تو ہی رزق رساں ہے۔''

خوان نعمت

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

''تمہاری دعا قبول ہے میں ''خوان نعمت'' ضرور اتاروں گا لیکن یہ واضح نشانی دیکھنے کے بعد اگر کسی نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی تو پھر ان کو ایسا ہولناک عذاب دونگا جو کسی انسان کو نہیں دیا جائے گا۔''

''اور دیکھو جب ایسا ہوا تھا کہ حواریوں نے کہا تھا، اے عیسیٰؑ بن مریم! کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتارے، عیسیٰؑ نے کہا خدا سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو تو۔ انہوں نے کہا! ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل آرام پائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہمیں سچ بتایا تھا اور اس پر ہم گواہ ہو جائیں۔ اس پر عیسیٰؑ بن مریم نے دعا کی، اے اللہ! اے

ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج دے کہ اس کا آنا ہمارے لئے اور ہمارے اگلے اور پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے جو تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہمیں روزی دے تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے، اللہ نے فرمایا! میں تمہارے لئے خوان بھیجوں گا لیکن جو شخص اس کے بعد بھی انکار کرے گا تو میں اسے عذاب دوں گا، ایسا عذاب کہ دنیا میں کسی آدمی کو ویسا عذاب نہیں دیا جائے گا۔''

(سورۃ مائدہ۔ ۱۱۲، ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، لوگوں نے دیکھا کہ فرشتے آسمان سے خوان لے کر زمین پر اترے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی، پھر خوان کھولا تو اس میں تلی ہوئی مچھلیاں، تازہ پھل اور روٹیاں تھیں، خوان کھلتے ہی ایسی نفیس خوشبو مہکی کہ جس نے سب کو مست کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، لوگوں نے کہا آپ ابتدا کریں آپ نے فرمایا یہ میرے لئے نہیں ہے تمہاری طلب پر نازل ہوا ہے یہ سن کر سب پریشان ہو گئے کہ کھانا کھانے کا نہ جانے کیا نتیجہ نکلے۔ آپ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ:

''اچھا۔ فقراء، مساکین، معذوروں اور مریضوں کو بلاؤ یہ ان کا حق ہے۔''

ہزاروں لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا مگر خوان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

بتایا جاتا ہے کہ غریب نے کھانا کھایا تو وہ غنی ہو گیا، نابینا نے کھایا تو وہ بینا ہو گیا، مریض نے کھایا تو صحت مند ہو گیا۔ رات کے وقت کھانا واپس آسمان پر چلا گیا، جو لوگ خوان نعمت سے محروم ہو گئے تھے وہ افسوس کرنے لگے، کہنے لگے ہم بہشت کی نعمتوں سے محروم رہے۔ خدا کے حکم سے دوسرے دن پھر ''خوان نعمت'' لوگوں کے لئے آیا، کثیر تعداد میں لوگوں نے کھایا، جس کو جو ذائقہ پسند تھا وہ اسے محسوس ہوا، چالیس دن تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

براہ راست آسمان سے آنے والے کھانے کے لئے شرط تھی کہ اس کو صرف، فقیر، مسکین اور مریض کھائیں، دولت مند اور صحت مند افراد کے لئے ممانعت تھی، چند روز کے بعد اس حکم کی خلاف ورزی شروع ہو گئی تو یہ حکم آیا کہ سب لوگ اس کو کھائیں لیکن دوسرے دن کے لئے بچا کر نہ رکھیں۔ کچھ عرصہ بعد لوگوں نے اس حکم کو فراموش کر دیا اور خلاف ورزی شروع کر دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آسمان سے خوان آنا بند ہو گیا، سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے خلاف ورزی کرنے والوں کی شکلیں خنزیر اور بندروں کی بنادیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اللہ کی آیات کے ذریعہ دین حق کی تعلیم دیتے رہے، اللہ اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان، انبیاء ورسول کی تصدیق، آخرت پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، قضاء وقدر پر ایمان، خدا کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان، اخلاق حسنہ کو اپنانے اور برائیوں سے پرہیز، عبادت کرنے کی ترغیب، دنیا میں انہماک سے پرہیز اور اللہ کی مخلوق سے محبت کی تلقین کرتے رہے، مگر صدیوں سے بغاوت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی مخالفت کو اپنا شعار بنا لیا۔ دنیاوی جاہ وجلال کے لحاظ سے کمزور اور ناتواں لوگوں کا طبقہ اگر اخلاص و دیانت کے ساتھ حق کی آواز پر لبیک کہتا تو بنی اسرائیل کا سرکش اور مغرور حلقہ اللہ کے پیغمبر کی گستاخی کرتا، توہین، تذلیل وتکذیب کا مظاہرہ کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی اور نہ رہنے کے لئے گھر بنایا، شہر شہر، گاؤں گاؤں اللہ کا پیغام لوگوں کو سناتے اور دین حق کی دعوت دیتے رہے، رات ہوتی تو زمین پر سو جاتے، آپ کی ذات اور پاکیزہ طبیعت سے اللہ کی مخلوق روحانی تسکین اور جسمانی شفاء پاتی تھی۔ آپ جس جگہ سے گزرتے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا اور آپ سے والہانہ عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو مخالفین نے حسد کی نگاہ سے دیکھا، سرداروں، فقیہوں، دانشوروں نے پیغمبر خدا کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، ان کو سجھائی نہیں دیتا تھا کہ کس طرح ان کو راستے سے ہٹائیں، بالآخر یہ طے پایا کہ بادشاہ وقت سے شکایت کر کے ان کو تختہ دار پر چڑھا دیا جائے۔

''عالی جاہ! یہ شخص نہ صرف ہمارے لئے بلکہ حکومت کیلئے بھی خطرہ بنتا جا رہا ہے، اگر فوری طور پر اس کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو ہمارے آباؤاجداد کا دین باقی نہیں رہے گا۔ اندیشہ ہے کہ آپ کا اقتدار بھی باقی نہیں رہے گا، اس شخص نے عجیب وغریب شعبدے دکھا کر عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے، وہ عوام کو اپنے ساتھ ملا کر قیصر اور آپ کو شکست دے کر بنی اسرائیل کا بادشاہ بننا چاہتا ہے، اس نے لوگوں کے شعور پر غلبہ حاصل کر لیا ہے ان کی عقل ختم کر دی ہے اور دین میں تحریف کر رہا ہے، اس فتنہ کا فوری تدارک نہ کیا گیا تو ملک ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

کافی بحث ومباحثہ کے بعد پلاطیس نے اجازت دے دی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے شاہی دربار میں پیش کریں، سردار فقیہہ اور کاہن (مذہبی دانشور) یہ فرمان حاصل کر کے بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ طے پایا کہ کسی خاص وقت کا انتظار کیا جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے وقت میں گرفتار کیا جائے جب وہ تنہا ہوں تاکہ ہم عوام کے غیض و غضب سے محفوظ رہیں۔

سب ایمان لے آئیں گے

''پس سرداروں، کاہنوں اور فقیہوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا، یہ آدمی معجزے دکھاتا ہے اگر ہم اسے یونہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے اور رومی آکر ہمارے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور ان میں سے کائفا نام کے ایک شخص نے جو اس سال کاہنوں کا سردار تھا ان سے کہا، تم نہیں جانتے اور نہ سوچتے ہو کہ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک آدمی امت کے واسطے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔''

(انجیل یوحنا۔ باب ۱۱۔ آیت ۴۷، ۵۱)

دو دن بعد عید الفطر تھی اور سردار، کاہن اور فقیہہ موقع کی تلاش میں تھے کہ عیسیٰؑ کو مکر و فریب کے کسی جال میں قید کر کے قتل کر دیں کیونکہ ان کے دلوں میں ڈر تھا کہ عیسیٰؑ کو پکڑنے سے بلوہ نہ ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہود کے کفر و انکار اور ریشہ دوانیوں کو محسوس کیا تو ایک جگہ اپنے حواریوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

''بنی اسرائیل کے سرداروں اور کاہنوں کی مخالفانہ سرگرمیاں تم سے چھپی ہوئی نہیں ہیں، اب کڑی آزمائش اور سخت امتحان کا وقت ہے، تم میں سے کون ہے جو اس سیلاب کے سامنے سینہ سپر ہو کر خدا کیلئے قربانی دے؟ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد سن کر صداقت اور ایمان کے ساتھ جواب دیا ہم ہیں اللہ کے مددگار، خدائے واحد کے پرستار آپ گواہ رہیں کہ ہم پوری طرح وفا شعار ہیں، بارگاہ الٰہی میں اپنی اس اطاعت پر استقامت کیلئے یوں دست بہ دعا ہیں، اے پروردگار! ہم تیری اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لائے اور صدق دل کے ساتھ تیرے پیغمبر کے پیرو ہیں، خدایا! تو ہم کو صداقت و حقانیت کے فداکاروں کی فہرست میں لکھ لے۔''

اپنے ساتھیوں کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام منتظر رہے کہ مخالفین کی سرگرمیاں کیا رخ اختیار کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔

''اور انہوں نے (یہود) خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ (یہودیوں کے) تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔''

(سورۃ آل عمران۔ ۵۴)

بالآخر وہ وقت آ گیا بنی اسرائیل کے سرداروں، کاہنوں اور فقیہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان میں بند کر کے محاصرہ کر لیا۔

اس نازک گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی۔

''عیسیٰ! خوف نہ کر تیری مدت پوری کی جائے گی اور میں تجھ کو اپنی جانب اٹھالوں گا اور ان کافروں سے ہر طرح تجھ کو پاک رکھوں گا اور تیرے پیروؤں کو ان کافروں پر ہمیشہ غالب رکھوں گا۔(وہ وقت ذکر کے لائق ہے) جب اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا! اے عیسیٰ!

بلاشبہ میں تیری مدت پوری کروں گا اور تجھ کو اپنی جانب سے اٹھا لینے والا ہوں اور تجھ کو کافروں سے پاک رکھنے والا ہوں اور جو تیری پیروی کرینگے ان کو تیرے منکروں پر قیامت تک کیلئے غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر میری جانب ہی لوٹنا ہے۔ پھر میں ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن کے بارے میں تم جھگڑ رہے ہو۔''

(سورۃ آل عمران۔۵۵)

قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا

''اور اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم پیغمبر خدا کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ اصل معاملہ پر مشتبہ ہو کر رہ گیا۔ اور جو لوگ اس کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں بلاشبہ وہ اس کی جانب شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کے پاس حقیقت حال کے بارے میں گمان کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی جانب اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(سورۃ النساء۔۱۵۸،۱۵۷)

نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد رشد و ہدایت، خیر اور فلاح ہے۔ نبی اور رسول یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ اصلاح احوال میں ان کا عمل دخل ہے۔ وہ برملا اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ من جانب اللہ ہے۔ انبیاء کرامؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کردہ فرائض کو دلیل و برہان کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، ہر نبی اور رسول اس فرض کو پورا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے اسے منتخب اور مامور کیا ہے۔

معجزہ اس لئے صادر ہوتا ہے کہ لوگوں کے لئے اللہ کی ''حکمت'' سند بن جائے، ہر معجزہ کے پس پردہ نوع انسانی کے لئے اللہ کی ربوبیت، حاکمیت اور قدرت کاملہ کا ظہور ہوتا ہے۔

''اے پیغمبر! جو تم پر نازل کیا گیا ہے تم اس کو پورا پورا پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو منصب رسالت کو ادا نہ کیا۔''

(سورۃ مائدہ۔۶۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی تائید و تقویت کے لئے معجزات عطا کئے ہیں۔

پیغمبروں نے بالوضاحت یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اللہ کی جانب سے فقط نذیر مبین بشیر و نذیر اور ''رسول و نبی'' ہیں کسی پیغمبر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کائنات میں تفکرات و تغیرات پر مامور ہیں ہر پیغمبر ہی نے کہا ہے کہ اللہ کے عطا کردہ اختیارات سے وہ ایسا کر سکتے ہیں مگر اس وقت جب اللہ چاہے۔

معجزہ

حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولیوں کا علم، ہوا کی تسخیر، جنات پر تصرف کے معجزے دیئے گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلے نشان عطا کئے گئے ہیں۔ جن سے دو نشان عصا اور ید بیضا بڑے نشان ہیں اور بحر قلزم میں فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا نجات پانا ایک عظیم نشان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آسمان سے باتیں کرتے ہوئے آگ کے شعلوں کو سلامتی کی ٹھنڈ بنایا۔ قوم صالح کے لئے ''اونٹنی'' کو نشان بنایا۔ حضرت ہودؑ اور حضرت نوحؑ سے ان کی قوموں نے عذاب طلب کیا اور بہت سمجھانے پر بھی جب ان کا اصرار قائم رہا تو پیغمبروں نے عذاب الٰہی کی پیشن گوئی کی جو پوری ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختلف نشان دیئے گئے، ان معجزوں کی تفصیل قرآن حکیم میں بیان ہوئی ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عملی معجزہ قرآن عطا کیا جس کی مثال قیامت تک کوئی پیش نہیں کر سکے گا، غزوہ بدر کے موقع پر فرشتوں کا نزول اور ان کے ذریعے مسلمانوں کی مدد اور فتح اور ''ومارمیت اذرمیت و لکن اللہ رمی'' کے اعلان سے اس معجزے کا اعلان فرمایا۔ جس نے بدر کے میدان میں مٹھی بھر خاک کو ایک ہزار دشمنوں کی آنکھوں کا آزار بنا دیا اور حضرت محمد ﷺ کو ''شق القمر'' کا معجزہ عطا فرمایا۔

سونے کا مکان

''اور انہوں نے کہا۔ ہم اس وقت ہر گز تیری بات نہیں مانیں گے کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ ابال دے یا تیرے واسطے کھجوروں کا اور انگوروں کا باغ ہو اور تو اس کے درمیان زمین پھاڑ کر نہریں بہا دے یا تو جیسا گمان کرتا ہے ہمارے اوپر آسمان گرا دے۔ یا تو اللہ اور اس کے فرشتوں کو (ہمارے) مقابل لائے۔ یا تیرے واسطے ایک سونے کا مکان ہو اور یا تو چڑھ جائے آسمان پر اور ہم تیرے چڑھ جانے کو بھی ہر گز اس وقت تک نہیں تسلیم کریں گے تاوقتیکہ تو ہمارے پاس کتاب لے کر نہ آئے کہ اس کو ہم پڑھیں (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے پاکی ہے میرے پروردگار کیلئے میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان ہوں، خدا کا پیغامبر ہوں۔''

(سورۃ بنی اسرائیل۔۹۳،۹۰)

"اور اگر کھول دیں ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ اور یہ اس پر چڑھنے لگیں تب بھی ضرور یہی کہیں گے کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔"

(سورۃ الحجر۔۱۵،۱۴)

"اور اگر یہ ہر قسم کے نشان بھی دیکھ لیں تب بھی (ضد اور تعصب کی بناء پر) ایمان لانے والے نہیں ہیں۔"

(سورۃ الانعام۔۲۵)

پیغمبر کو اس کے زمانے کے مطابق ایسے معجزات و نشانات عطا کئے گئے ہیں جو اس دور کے مناسب حال ہوں۔مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں علم نجوم (Astronomy) اور علم کیمیا (Chemistry) کا بہت زور تھا۔ان کی قوم کواکب و نجوم کے اثرات کو ذاتی اثرات سمجھتے اور ان کی پرستش کرتے تھے ان کا سب سے بڑا دیوتا "شمس سورج" تھا کیونکہ وہ روشنی اور حرارت دونوں کا حامل تھا۔ان کی نگاہ میں یہی دونوں چیزیں کائنات کی بقاء و فلاح کے لئے اصل اصول تھیں،لوگ آگ کو سورج کا مظہر مان کر اس کی پرستش کرتے تھے،بادشاہ اور قوم کے عام افراد نے بت پرستی کے خلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل و براہان سے لاجواب ہو کر انہیں دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو گل و گلزار بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علوم و فنون اور سحر Magic قوم میں رائج تھا۔فن سحر میں کمال درجہ انہیں حاصل تھا۔اسی لئے زمانہ کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے ساتھ "ید بیضا" اور "عصا" جیسے معجزات دیئے گئے تھے،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سحر کے سامنے جب اللہ کے علم کا مظاہرہ کیا تو جادوگر پکار اٹھے بلاشبہ یہ سحر نہیں ہے یہ توانائی طاقت ہے بالاتر علمی مظاہرہ ہے۔

فزکس

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور علم طب کا دور تھا (Medical Science) علم طبیعات (Physics) کا بہت شور تھا،بڑے بڑے ممالک میں یونان کی حکمت کا غلبہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رشد و ہدایت کیلئے منتخب کیا تو ایک جانب ان کو حکمت اور انجیل سے نوازا اور دوسری طرف ایسے معجزات عطا کر دیئے جو اس زمانے کے ارباب دانش کے لئے دلیل بن جائیں تا کہ انہیں حق قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہو اور انکار کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔

"اور خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کو کتاب حکمت،تورات اور انجیل اور وہ رسول ہے بنی اسرائیل کی جانب (وہ کہتا ہے) کہ بے شک میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے "نشان" لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل بناتا

ہوں پھر اس میں پھونک دیتا ہوں اور وہ خدا کے حکم سے زندہ پرندبن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو بینا کر دیتا ہوں اور سپید داغ کے جذام کو اچھا کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم کو بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ رکھ آئے ہو سو اگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ امور میں پوری نشانی ہے اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں تا کہ بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام ہو گئی ہیں میں تمہارے لئے حلال کر دوں تمہارے لئے پروردگار ہی کے پاس سے ''نشان'' لایا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو، میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا مددگار ہے سو اس کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔''

(سورۃ آل عمران۔۵۱،۴۸)

پیدائشی اندھے

''اور (اے عیسیٰ ابن مریم! تو میری اس نعمت کو یاد کر) جبکہ تو میرے حکم سے گارے سے پرند کی شکل بنا دیتا اور پھر اس میں پھونک دیتا اور وہ میرے حکم سے زندہ پرند بن جاتا تھا اور جبکہ تم میرے حکم سے پیدائشی اندھے کو بینا اور سپید داغ کے کوڑھ کو اچھا کر دیتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے مردہ کو زندہ کر کے قبر سے نکالتا تھا۔''

(سورہ مائدہ۔۱۱۰)

''اور جب وہ ان کے پاس کھلے نشان لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔''

(سورہ الصٰفٰت۔۶)

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار معجزات کا تذکرہ ہے۔

۱۔ وہ خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

۲۔ پیدائشی اندھے کو بینا اور جذامی کو تندرست کرتے تھے۔

۳۔ مٹی سے پرندے بنا کر اس میں پھونک دیتے تھے اور خدا کے حکم سے اس میں زندگی دوڑ جاتی تھی۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ کس نے کیا کھایا اور خرچ کیا اور کیا گھر میں ذخیرہ محفوظ رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے منجانب اللہ نبی ہونے کے ثبوت کے لئے معجزات دکھائے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ایک چمگادڑ پیدا کریں۔ آپ نے مٹی سے چمگادڑ بنائی اور اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی، چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اڑنے والے

پرندوں میں بہت اکمل اور عجیب تر ہے اور قدرت پر دلالت کرنے میں اور دوسرے پرندوں سے ممتاز ہے کیونکہ وہ بغیر پروں کے اڑتی ہے۔ چمگادڑ کے دانت ہوتے ہیں، چمگادڑ ہنستی ہے بچے دیتی ہے اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے زمانے میں طب اپنے عروج پر تھی۔ بڑے بڑے حکماء وطبیب ہر قسم کے علاج پر دسترس رکھتے تھے مگر وہ برص کا علاج نہیں کر سکتے تھے، چلنے پھرنے سے معذور ہزاروں مریض حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے پاس آتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ان کے پاس چلے جاتے تو تمام مریض صحت مند ہو جاتے تھے۔

تین دن کے بعد قبر میں مردہ زندہ ہو گیا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے چار افراد کو زندہ کیا ایک عازر نام کا شخص تھا جو آپ کا وفادار تھا۔ جب وہ بیمار ہوا اور اس کی حالت نازک ہو گئی تو اس کی بہن نے آپ کو اطلاع بھجوائی اس کا گھر تین روز کی مسافت پر تھا۔ جب آپ اس کے گھر پہنچے تو عازر کو مرے ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ آپ نے اس کی بہن سے کہا مجھے اس کی قبر پر لے چل، قبر پر جا کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، عازر زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا۔ ایک مدت تک وہ زندہ رہا اس نے شادی کی اور اولاد کی خوشیاں دیکھیں۔ ایک مرتبہ جنازہ آپ کے سامنے سے جا رہا تھا۔ یہ ایک بیوہ بڑھیا کے بیٹے کا جنازہ تھا۔ بڑھیا نے آپ سے رو رو کر فریاد کی کہ:

"میرا ایک ہی بیٹا تھا آپ اللہ کے نبی ہیں میرے بیٹے کو زندہ کر دیں۔"

آپ نے لڑکے کے لئے دعا کی تو لڑکا زندہ ہو گیا۔

ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی اور وہ زندہ ہو گئی۔

سام بن نوح جن کی وفات کو ہزاروں سال گزر چکے تھے لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام سے کہا ان کو زندہ کریں آپ لوگوں کی نشاندہی پر ان کی قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی سام نے سنا تو وہ خوف زدہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں یہ گمان ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔ اس خوف سے ان کے سر کے آدھے بال سفید ہو گئے پھر وہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکرات موت کی تکلیف نہ ہو تھوڑی دیر بعد سام بن نوح کا انتقال ہو گیا۔

اللہ کا ایڈمنسٹریشن

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان مقرب ترین ہستیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کے نظام تکوین (Administration) میں شامل ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مگر جو کوئی اس پانی میں سے پئے گا جو میں اسے دونگا وہ ابد تک پیاسا نہ ہو گا بلکہ جو پانی میں اسے دونگا وہ اس میں ایک چشمہ بن جائے گا جو ہمیشہ جاری رہے گا۔"

(انجیل مقدس۔یوحنا۔باب ۴۔آیت ۱۵)

اس فرمان پر تفکر کیا جائے تو عقدہ کشائی ہوتی ہے۔خدا کی بادشاہی میں پانی اصل جز ہے۔کائنات کے تمام اجزائے ترکیبی، تمام عناصر اور تخلیق کے تمام مراحل پانی کے اوپر قائم ہیں۔پانی کائنات کے ذرے ذرے کو حیات نوعطا کرتا ہے، آسمانی کتابوں اور قرآن حکیم میں تخلیق کائنات کے ضمن میں بار بار پانی اور مٹی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"اور زمین میں پاس پاس کئی قطعہ ہیں اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت جن میں دو شاخے ہیں اور دو شاخے نہیں۔ حالانکہ سب کو ایک پانی دیا جاتا ہے اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر ترجیح دے دیتے ہیں بیشک جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کیلئے ان باتوں میں نشانیاں موجود ہیں۔"

(سورۃ رعد۔۴)

"وہی ہے جو ڈرانے اور امید دلانے کے لئے (بجلی کی) چمک تم کو دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو ابھارتا ہے اور گرج اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور سب فرشتے اس سے خوف زدہ ہیں۔اور وہی آسمان سے بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان پر گرادیتا ہے اور یہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت عذاب والا ہے۔"

(سورہ رعد۔۱۲)

اللہ مثالیں بیان کرتا ہے

"اسی نے آسمان سے پانی برسایا۔پھر (اپنی سمائی کے) قدر نالے بہہ نکلے پھر جھاگ جو اوپر آ گیا اس کو ریلے نے اٹھالیا اور یہ جو زیور یا دوسرے ساز و سامان کیلئے (دھاتیں) آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی اسی طرح کا جھاگ (کھوٹ) ملا ہوتا ہے۔یوں اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرمادیتا ہے۔تو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کیلئے مفید ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔یوں اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔"

(سورہ رعد۔۱۷)

''اور ہم ہی ہواؤں کو چلاتے ہیں۔ جو بادلوں کو پانی سے باردار کر دیتی ہیں پھر ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں۔ پھر ہم وہ پانی تم لوگوں کو پلاتے ہیں اور تم لوگوں نے اس کو جمع کر کے نہیں رکھا تھا۔''

(سورہ حجر۔۲۲)

''اور وہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ جس میں تمہارے پینے کا بھی ہے اور اس ہی سے درخت ہیں جن میں مویشی چراتے ہو۔''

(سورہ نحل۔۱۰)

قدرت کی نشانیاں

''اور اسی طرح کھجور اور انگور کے پھلوں سے کہ تم اس کی شراب بناتے ہو اور عمدہ روزی (سمجھتے) ہو جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔''

(سورہ نحل۔٦٧)

''اور ہم ہی نے اندازے کے مطابق آسمان سے پانی اتارا اور پھر اس کو زمین میں ٹھہرائے رکھا اور ہم اس کے (اڑا) لے جانے پر بھی قادر ہیں اور اس کے ذریعے سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیئے۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے (پیدا کئے) ان میں سے بہت تم کھاتے ہو۔''

(سورہ مومنون۔۱۸)

''اور ایک درخت جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے اور کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے۔''

(سورہ مومنون۔۲۰)

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو ہانکتا ہے۔ پھر اس کو آپس میں جوڑتا ہے پھر ان کو تہہ بہ تہہ رکھتا ہے پھر تو بادل کے بیچ میں سے مینہ کو نکلتا ہوا دیکھتا ہے اور آسمانوں میں جو پہاڑ ہیں اولے برساتا ہے۔ تو پھر (وہ اولے) جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے روک لیتا ہے، بادل کی بجلی کی چمک گویا آنکھوں کو اچک لے جاتی ہے۔''

(سورہ نور۔۴۳)

''بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور آسمانوں سے تم لوگوں کیلئے پانی برسایا پھر پانی کے ذریعے سے ہم نے خوشنما باغ اگائے، تمہارے بس کی بات تو نہ تھی کہ تم اس کے درختوں کو اگا سکو کیا خدا کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ یہ لوگ یونہی کج روی کر رہے ہیں۔''

(سورہ نمل۔۶۰)

''اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں پھر خدا جس طرح چاہتا ہے بادل کو آسمان میں پھیلاتا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ بادل کے بیچ سے مینہ نکلا چلا آتا ہے پھر خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے۔ تو بس وہ لوگ خوشیاں منانے لگ جاتے ہیں۔ باوجود کہ باران (رحمت) کے نازل ہونے سے پہلے یہ لوگ (بارش) سے ناامید تھے۔''

(سورہ روم۔۴۶)

رنگ رنگ پہاڑ

''اور اس (زمین) میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔''

(سورہ روم۔۴۸)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف چلاتے ہیں پھر پانی کے ذریعے سے کھیتی کو نکالتے ہیں جس میں ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور یہ آپ بھی تو کیا دیکھتے نہیں ہیں؟''

(سورہ سجدہ۔۲۷)

''کیا تو نے نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے سے ہم نے گوناگوں پھل نکالے اور اسی طرح پہاڑوں میں مختلف رنگوں کے کچھ طبقے ہیں، سفید، سرخ اور کالے سیاہ۔''

(سورہ فاطر۔۲۷)

''کیا تو نے نظر نہیں کی اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا پھر زمین میں اس کے چشمے بہائے پھر وہی اس کے ذریعے سے رنگ برنگ کی کھیتی نکالتا ہے پھر یہ زوروں پر آتی ہے پھر تو اس کو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ گئی پھر خدا اس کو چورا چورا کر ڈالتا ہے، بیشک اس میں عقل مندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔''

(سورہ زمر۔۲۱)

سمندر میں پردہ

''اس نے دو سمندر بنائے جو آپس میں ملتے ہیں دونوں کے درمیان ایک پردہ رہتا ہے کہ اس سے (ایک دوسرے کی طرف) بڑھ نہیں سکتے۔''

(سورہ رحمان۔۱۹)

''اور تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسایا۔''

(سورہ نوح۔۱۱)

''اور مال اور دولت اور لڑکوں سے تمہاری مدد کرتا ہے اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنادیتا ہے۔''

(سورہ نوح۔۱۲)

''اور اس میں اونچے اونچے اٹل پہاڑ بنادیئے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔''

(سورہ مرسلٰت۔۲۷)

''اور ہم ہی نے بادلوں سے زور کا پانی برسایا۔''

(سورہ نبا۔۱۴)

''تاکہ ہم اس کے ذریعے سے غلہ اور ہر طرح کی روئید گی نکالیں۔''

(سورہ نبا۔۱۵)

''اور گھنے گھنے باغ زمین سے نکالے۔''

(سورہ نبا۔۱۶)

''اور اسی نے اس سے اس کو پانی اور چارہ نکالا۔''

(سورہ نازعات۔۳۱)

''پس ان کو چاہئے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔''

(سورہ عبس۔۲۴)

''ہم (ہی نے) اوپر سے پانی برسایا۔ یہ ہم ہی نے زمین کو پھاڑ کر چیرا۔''

(سورہ عبس۔۲۵)

''پھر ہم نے اس میں سے غلہ اگایا اور انگور اور ترکاریاں ہم نے اگائیں اور زیتون اور کھجوریں۔''

(سورہ عبس۔۲۷)

''اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارہ۔''

(سورہ عبس۔۳۰)

''یہ سب کچھ تمہارا اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے ہے۔''

(سورہ عبس۔۳۲)

''اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔''

(سورہ لقمان۔۱۰)

نور کا چشمہ

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور محبت سے اس قدر مالا مال ہوں کہ میری ذات نور کا چشمہ بن گئی ہے۔''

کائنات میں کروڑوں کہکشائیں

''اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق، جس میں ایک چراغ، چراغ شیشے میں، شیشہ جیسے تارہ جھلمل کرتا، تیل جلتا ہے اس میں برکت والے درخت کا اور وہ درخت زیتون ہے۔ نہ سورج نکلنے کی طرف اور نہ ڈوبنے کی

طرف لگتا ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے، ابھی نہ لگی ہے اس کو آگ نور علی نور۔ اللہ رہنمائی کرتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہے اور اللہ مثالوں سے لوگوں کو سمجھاتا ہے اور ہر شئے اللہ کے علم میں ہے۔"

(سورہ النور۔ ۳۵)

تین روحانی علوم

روحانی علوم کی تقسیم تین باب پر مشتمل ہے۔ ایک باب انفرادی زندگی کے اعمال و حرکات اور زندگی کی ساخت اور تخلیقی فارمولوں کے اوپر مشتمل ہے۔ دوسرا باب نوعی تخلیقی فارمولوں پر مشتمل ہے اور تیسرا باب خالق اکبر اللہ وحدہ لاشریک کا تعارف ہے۔

انسان یا کائنات میں موجود کوئی بھی نوع یا کسی بھی نوع کا کوئی فرد زندگی گزارنے کیلئے دو رخوں کا محتاج ہے۔ ایک رخ کو ہم بیداری اور دوسرے رخ کو خواب کہتے ہیں۔ بیداری اور خواب دونوں کا تذکرہ قرآن پاک میں لیل و نہار کے نام سے کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی ان آیات میں تفکر کیا جائے جن میں لیل و نہار کا تذکرہ آیا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حواس ایک ہیں۔ حواس میں صرف ردو بدل ہوتا رہتا ہے یہی حواس جب رات کے پیٹرن میں داخل ہوتے ہیں تو خواب بن جاتے ہیں اور یہی حواس جب دن کے پیٹرن میں داخل ہوتے ہیں تو بیداری بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم رات کو دن میں داخل کرتے ہیں اور رات کو دن میں سے نکال لیتے ہیں ہم رات کو دن پر سے ادھیڑ لیتے ہیں اور دن کو رات پر سے ادھیڑ لیتے ہیں۔"

مفہوم یہ ہے کہ انسانی حواس یکے بعد دیگرے رات دن میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ دن میں داخل ہوتے ہیں تو حواس پابند ہو جاتے ہیں اور رات میں داخل ہوتے ہیں تو حواس کے اوپر پابندی نہیں رہتی۔ جب ہم علم غیب یا غیب کی دنیا کا تذکرہ کرتے ہیں تو دراصل رات کے حواس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور چالیس راتوں میں پورا کیا۔"

غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس دن اور چالیس راتیں مقیم رہے ایسا نہیں ہوا کہ رات کو کوہ طور پر چلے جاتے ہوں اور دن کو نیچے اتر آتے ہوں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ چالیس دن اور چالیس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے حواس میں رہے۔

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔"

غیب کا انکشاف

اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اوپر غیب کی دنیا کا انکشاف رات کے حواس میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت رات کے حواس میں عطا فرمائی۔

ہر علم اس کی حیثیت اکتسابی ہو یا حضوری ہو تفکر پر قائم ہے جیسے جیسے تحقیق و تلاش کا دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے نئے نئے فلسفے وجود میں آتے رہتے ہیں۔ سائنس کی ترقی میں یہی عمل کارفرما ہے۔ ہر دانشور تفکر کے ذریعے کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے جس کی تقلید کرتے ہوئے اس کے بعد آنے والے دانشور اس علم کی سطح کو پھیلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں، جیسے جیسے تشریحات کو ذہن قبول کرتا ہے یا ان ترغیبات اور تشبیہات سے شعور آشنا ہوتا ہے شعور گہرائی میں سفر کرنے لگتا ہے، قرآن پاک نے نوع انسانی کو مثالیں دے کر علوم سیکھنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔

ہر علم کی تعریف یہ ہے کہ اس کی دو سطح ہیں، ایک ظاہری اور باطنی۔ ہر علم ورق کی طرح ہے۔ ورق کے دو صفحے ہوتے ہیں۔ علم حضوری کے شعبے بھی ورق کی طرح ہیں پہلا صفحہ تجلی کا عکس ہے، دوسرے صفحے پر رموز و مصلحتیں نقش ہیں۔ تیسرے صفحے پر رموز اور اسرار کی تشریحات ہیں۔ چوتھے صفحے پر کائناتی نقوش ہیں پانچویں صفحے پر احکامات کا ریکارڈ ہے، چھٹے صفحات پر اعمال کی تفصیلات ہیں۔

ساری کائنات بشمول تجلی لوح محفوظ عرش و کرسی عالم ارواح، سماوات برزخ، عالم ناسوت اعراف، حشر نشر، یوم حساب، جنت و دوزخ، ابد اور ابدالآباد کا علم تین اوراق میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ان اوراق کا علم منتقل کر دیتے ہیں تو بندہ احکام الٰہی کے تحت مخصوص بندہ بن جاتا ہے۔

کلوننگ

حضرت خضرؑ کی صف میں تکوینی امور کے حامل بندوں میں سے ایک مقرب بندے حضرت تاج الدین باباہیں۔ حضرت تاج الدین باباناگ پوریؒ کے نواسے حضور قلندر بابااولیاءؒ کہتے ہیں:

"حالت استغراق میں نانا کی آنکھیں کچھ جھکی رہتی تھیں۔ حیات خان اکثر ان کی نیم باز آنکھیں عجیب ذوق و شوق سے دیکھتا تھا۔ ایک مرتبہ استغراق کی حالت میں حیات خان نے مہاراجہ رگھوراؤ کو بلایا اور کہنے لگا اس پتے کو دیکھو، مہاراجہ نے دیکھا کہ جس پتے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس میں سے ٹانگیں، چہرے کے خدوخال اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں رونما ہو رہی تھیں، یہ پتہ تقریباً تین انچ

لمبا ہوگا، یکایک میری نظر برابر والے پتے پر جا پڑی اس میں بھی ویسا ہی تغیر ہو رہا تھا، یہ دونوں پتے ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے ایک دو منٹ میں ان کے خدوخال اتنے بدلے کہ پتے کی کوئی شباہت ان میں باقی نہیں تھی۔ وہ درخت کے تنے کی طرف جا رہے تھے اور نانا تاج الدینؒ کی نیم وا آنکھیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ جب ناناؒ سے اس کی علمی توجیہہ معلوم کی تو فرمایا:

''درخت کے اندر زندگی کے سارے ٹکڑے جڑے ہوئے ہیں، دیکھنا، سننا، سمجھنا، جنبش کرنا یہ سب ٹکڑے اس درخت کے اندر جھانکنے سے نظر آتے ہیں، اس کے ہر پتے میں سچ مچ کا منہ، سچ مچ کے ہاتھ پیر ہیں، فرق اتنا ہے کہ جب تک پتہ دوسری زندگی سے ٹکراتا نہیں اس کے اندر عام لوگ یہ نیرنگ نہیں دیکھ سکتے اور جب کوئی پتہ میری زندگی سے گلے ملتا ہے تو جیتا جاگتا کیڑا بن جاتا ہے۔ یہ سمجھ کہ آنکھ سے بھی گلے ملتے ہیں۔ یاد رکھ زندگی سے زندگی بنتی ہے اور زندگی، زندگی میں سماتی ہے۔''

حضرت تاج الدین باباؒ نے فرمایا:

''جب کوئی پتہ میری زندگی سے گلے ملتا ہے تو جیتا جاگتا کیڑا بن جاتا ہے۔'' یہ کلوننگ کا فارمولا بیان کیا ہے، یہ بات انہوں نے قلندر باباؒ اولیاءؒ کے مشاہدے کے مطابق ۱۹۱۶ء میں کہی تھی۔

سائنسدانوں نے کلوننگ کے بارے میں اکیاسی (۸۱) سال بعد ۱۹۹۳ء میں انکشاف کیا۔ سائنس کی تحقیق کے مطابق علوم تین عنوانات پر قائم ہیں۔

۱۔ طبیعیات (Physics)

۲۔ نفسیات (Psychology)

۳۔ مابعد النفسیات (Parapsychology)

طبیعیات (مادہ) نفسیات (شعور) اور مابعد النفیسات (لاشعور) سائنس نے یہ جان لیا ہے کہ عنصر چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کے اوپر روشنیوں کا غلاف ہوتا ہے اس انعکاس کو سائنس Aura کہتی ہے۔

زندہ کرنے کا علم

ہر وجود کے اوپر روشنیوں سے بنا ہوا مرکب یا مفرد ایک جال ہوتا ہے۔ موت واقع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روشنیوں کا غلاف (جسم مثالی) مادی وجود سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتا ہے۔ ہر وجود پر ایک اور وجود غالب رہتا ہے اور اس غالب جسم کو روشنی یا نور (Cosmic rays) فیڈ کرتا ہے۔ سائنٹسٹ ابھی تک اس کا ادراک نہیں کر سکے کہ کاسمک ریز کا سورس کیا ہے؟ ہم جب کسی

چیز کے بارے میں علم حاصل کر لیتے ہیں تو ایجاد عمل میں آ جاتی ہے۔ روشنیوں کا غلاف (جسم مثالی) کیا ہے؟ اس کا پورا علم حاصل ہونے کے بعد اللہ کے عطا کردہ اختیارات سے جسم مثالی کو دوبارہ مردہ شئے پر غالب کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی علم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سکھایا تھا۔ عناصر سے کسی شئے کی شکل بنائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ روشنیوں کے لئے ایک بنیاد فراہم ہو گئی ہے، عناصر سے بنی ہوئی چڑیا، چمگادڑ یا مردہ، جسم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام روشنیوں کا غلاف ڈھانپ دیتے تھے جیسے ہی روشنیوں کے غلاف میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نور چھا جاتا تھا تو مردہ چیز زندہ ہو جاتی تھی۔ آدمی یا کوئی بھی مخلوق مرتی ہے تو قانون کے مطابق مادی جسم کے اوپر روشنیوں کے مرکب جال میں نور کا پھیلاؤ مادی وجود پر نہیں رہتا نتیجہ میں مادی جسم میں زندگی باقی نہیں رہتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم اور اختیار عطا فرمایا تھا کہ جب وہ کسی مردہ شئے کے اندر روح منتقل کر دیتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا اور جب مٹی اور پانی سے خود ساختہ چڑیا کو جسم مرکب (روشنیوں کے غلاف) میں بند کر دیتے تھے تو چڑیا میں زندگی دوڑ جاتی تھی اور چڑیا اڑ جاتی تھی۔

"اور خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کو کتاب حکمت تورات اور انجیل اور وہ رسول ہے بنی اسرائیل کی جانب (وہ کہتا ہے) کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے نشان لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک دیتا ہوں اور وہ خدا کے حکم سے زندہ پرند بن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو بینا کر دیتا ہوں اور سپید داغ کے جذام کو اچھا کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم کو بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ رکھ آئے ہو، سو اگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ ان امور میں (میری صداقت اور من جانب اللہ ہونے کے لئے) نشان ہے اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور (اس لئے بھیجا گیا ہوں) تاکہ بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام ہو گئی ہیں میں تمہارے لئے حلال کر دوں، تمہارے لئے پروردگار کے پاس "نشان" لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے سو اس کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔"

(سورہ آل عمران۔ ۴۸،۵۱)

چار آبشاریں

تکوینی امور کے واقف کار اہل باطن حضرات فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر مخلوق کے دو وجود ہیں۔

۱۔ جسمانی وجود

۲۔روشنیوں اور نور کا وجود

تانے بانے کی طرح بنی ہوئی مرکب لہروں میں روشنی بہتی رہتی ہے اور یہی روشنی پورے اعضاء میں تحریک پیدا کرتی ہے نور اور روشنی کی تحریکات ہی مادی اجسام کی زندگی ہیں، روشنی کا بہاؤ اگر مادی اعضاء میں منتقل نہ ہو تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ نور اور روشنی کو برقرار رکھنے کے لئے چار نورانی آبشاریں ہیں جو حجاب محمود، حجاب عظمت، حجاب کبریا اور عرش سے مسلسل نزول کرتی ہیں۔

"تم اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اور اس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں مارے گا پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا۔"

(سورہ بقرہ۔۲۸)

"اور وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔"

(سورہ انعام۔۹۶)

ہر وجود دو رخوں مذکر اور مونث سے بنتا ہے۔ تخلیقی قانون کے تحت ہر رخ کے دو رخ ہوتے ہیں اور ہر ایک رخ کے الگ الگ دو رخ ہیں، دونوں رخوں میں خلیات (Cells) ہوتے ہیں ان ہی خلیوں سے جنس اور جنسی کشش کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مرد کے جنسی خلیات جب عورت کے جنسی خلیات سے ملاپ کرتے ہیں اور ایک دوسرے میں جذب ہوتے ہیں تو تخلیق عمل میں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا تذکرہ کر کے تخلیق کا فارمولا بیان کیا ہے انسان کی زندگی روح کے تابع ہے۔ آدم زاد کے اندر جب تک روح ہے مٹی کا وجود ہے، روح نہیں ہے تو مٹی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے اندر اپنی روح پھونکی اس کے اندر حواس متحرک ہو گئے۔

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔"

(سورہ مومنون۔۱۲)

"اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر نچوڑ سے جو ایک حقیر پانی ہے اس کی نسل چلائی پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔"

(سورہ سجدہ۔۷)

''بیشک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے بنایا۔''

(سورہ الصفٰت۔۱۱)

''جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بتاتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں ایک جان تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں۔''

(سورہ ص۔۷۱، ۷۲)

''اس نے انسان کو پپڑی کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔''

(سورہ رحمٰن۔۱۴)

اور اللہ نے اگا یا تم کو زمین سے جما کر (سورہ نوح۔۱۷)

''عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ''ہو جا'' وہ ہو گیا۔''

(سورہ آل عمران۔۵۹)

''اس نے کہا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں؟ جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔''

(سورہ بنی اسرائیل۔۶۱)

''اس کے دوست نے اثنائے گفتگو میں یہ کہا کہ کیا تو اس کا منکر ہے جس نے پہلے تجھے مٹی سے پھر نطفے سے پیدا کیا اور پھر تجھ کو پورا آدمی بنایا۔''

(سورہ کہف۔۳۷)

''اے لوگو! اگر تم کو جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تم کو مٹی سے بنایا۔''

(سورہ حج۔۵)

''اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔''

(سورہ سجدہ۔۶)

’’اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا۔‘‘

(سورہ فاطر:۱۱)

’’وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔‘‘

(سورہ مومنون۔۶۷)

’’اور ہم نے انسان کو کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھنکتا، بولتا ہے پیدا کیا۔‘‘

(سورہ حجر۔۲۶)

’’اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھن کھن بولتا ہے انسان بنانے والا ہوں۔‘‘

(سورہ حجر۔۲۸)

’’وہ ابلیس بولا میں وہ نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو جس کو تو نے کالے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے وہ کھن کھن بولتا ہے سجدہ کروں۔‘‘

(سورہ حجر۔۳۳)

’’اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور پھر اس کو کسی کا بیٹا، بیٹی اور کسی کا داماد، بہو بنایا۔‘‘

(سورہ فرقان۔۵۲)

ہڈیوں پر گوشت

’’پھر ہم نے اس کو حفاظت کی جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم نے نطفہ لو تھڑا بنایا پھر ہم نے لو تھڑے کی بندھی بوٹی بنائی، پھر ہم نے اس بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم ہی نے اس کو دوسری مخلوق بنا کر کھڑا کیا، خدا بڑا ہی برکت والا سب بنانے والوں میں بہتر ہے۔‘‘

(سورہ مومنون۔۱۳)

''اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھر نطفہ سے تم کو جوڑا جوڑا بنادیا۔''

(سورہ فاطر۔۱۲)

''وہ (خدا ہی تو) ہے جس نے تم کو اول بار مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ نکالتا ہے پھر (زندگی دیتا ہے) تا کہ تم جوانی تک پہنچو پھر تم کو (اور زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔''

(سورہ مومنون۔٦٧)

''ہم نے آدمی کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا اور غرض یہ تھی کہ ہم اس کو آزمائیں پھر اسی لئے ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنایا۔''

(سورہ دھر۔۲)

''تو کہہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔''

(سورہ ملک۔۲۳)

میرے رب کا امر

''اے محمد ﷺ! یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے قلیل ہے۔''

(سورہ بنی اسرائیل۔۸۵)

روشن بات یہ ہے

''روح کا قلیل علم دیا گیا ہے۔'' جس قلیل علم کا تذکرہ کیا جارہا ہے اللہ کا علم ہے اور اللہ کے تمام علوم لامتناہی ہیں۔ لامتناہی کا قلیل بھی لامتناہی ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کا جو علم عطا کیا ہے وہ اللہ کے علوم کے مقابلے میں قلیل ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کا علم نہیں سکھایا۔

''روح میرے رب کے امر سے ہے اور امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے، انسان ناقابل تذکرہ شئے تھا ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔''

یہی بات اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمارہے ہیں کہ جب تو بناتا ہے مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے یعنی میری رضا اور میرے دیئے ہوئے علوم سے پھر اس میں پھونک مارتا ہے تو ہو جاتا وہ جانور یعنی عناصر اور پانی سے جب مادی جسم بنا کر پھونک مارتے تھے تو پرندے اڑ جاتے تھے اور کوڑھی اور اندھے بھلے چنگے ہو جاتے تھے۔

☆☆☆☆☆

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعثت سے پہلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے پوری دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی، عالم دنیا پر وحشت و درندگی کا غلبہ تھا۔ معاشرہ میں مظلوم کی کوئی دادرسی نہیں تھی، قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا، کبر و نخوت سے گردنیں اکڑ گئیں تھیں، انسانیت نزع کے عالم میں سسک رہی تھیں، تہذیب، حسن سلوک اور صلہ رحمی مفقود ہوگئی تھی، اخلاق بداخلاقی کے پردے میں چھپ گیا تھا۔ آدمی نے انسانیت کی جگہ حیوانی قدروں کو اپنالیا تھا، عقل میں فتور نے عوام وخاص کو بت پرستی میں مبتلا کردیا تھا، خود ساختہ، لکڑیوں، پتھروں اور مٹی کی مورتیوں کے آگے لوگ سجدہ کرتے تھے اور ان سے مرادیں پوری ہونے کی دعائیں کرتے تھے، ان بتوں پر کتے پیشاب کردیتے تھے لیکن انہیں پھر بھی عقل نہیں آتی تھی، خود ساختہ معبودوں پر دودھ کا چڑھاوا چڑھاتے تھے، ان کے اوپر مکھیاں بھنبھناتی تھیں لیکن شرک کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ مشرکین نہیں سوچتے تھے کہ جس کی عبادت کرتے ہیں اس میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ اپنے اوپر بھنکتی ہوئی مکھیاں اڑادیں، شیطنیت ان کے خون کے ساتھ دوڑتی تھی، زمین پر اتنا فساد پھیل گیا تھا کہ زمین بے تاب ہوگئی، اس نے رب العالمین سے التجا کی کہ اپنے محبوب بندے کو بھیج دے تاکہ زمین برباد نہ ہو، زمین کی کوکھ سے نکلنے والے شرارے بجھ جائیں اللہ کی مخلوق کو آرام مل جائے، اجارہ داری ختم ہوجائے، زمین پر دہکتا جہنم گل و گلزار بن جائے، چالاک اور عیار لوگوں کی گردنیں ٹوٹ جائیں سرمایہ دارانہ نظام کی جکڑنوں سے عوام کو آزادی مل جائے۔

اس دور میں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں لوگوں کی زندگی عذاب بنادی گئی تھی، ایران اور دوسرے ملکوں کا عالم یہ تھا کہ ایران کے لوگ توحید سے منحرف ہوگئے تھے، شرک گھٹی میں پڑ گیا تھا، روشنی، شفاف آسمان، آگ، بارش، چاند، سورج، ستارے کی پرستش کی جاتی تھی، مختلف قبائل کے الگ الگ خدا تھے، سیاست اور قیادت خواص اور مذہبی دانشوروں کے لئے مخصوص ہوگئی تھی، ملک میں جاگیردار اور امراء پر تعیش زندگی گزارتے تھے، عوام ان کے آگے جھکتے تھے ان کے پیر چھوتے تھے، خود مختار بادشاہ ظالم تھا جس کو چاہتا سولی پر لٹکادیتا تھا، کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ بادشاہ کے ظالمانہ فعل پر احتجاج کرسکے۔ اگر باپ کے سامنے

اولاد کو بادشاہ کے حکم سے تہہ تیغ کر دیا جاتا تب بھی باپ بادشاہ کی تعریف کرتا اور کورنش بجالاتا، عوام کا (Brain Wash) کر دیا گیا تھا اور ذہن میں یہ بات راسخ کر دی گئی تھی کہ بادشاہ ہر فیصلہ اللہ کی مرضی سے کرتا ہے، نئے نئے ٹیکس لگانا حکومت کا محبوب مشغلہ تھا، احتجاج کرنے والوں کی معمولی سزا قتل تھی، بادشاہوں کی حفاظت کے لئے اتنے سخت انتظامات تھے کہ قریبی رشتے دار بھی اجازت کے بغیر بادشاہ سے ملاقات نہیں کر سکتے تھے، محل کے اطراف میں سڑکوں پر مسلح سپاہی گشت پر رہتے تھے، محلات میں بڑے بڑے کمرے ہوتے تھے لیکن بادشاہ اور ملکہ کا بیڈ روم چھوٹا بنایا جاتا تھا تاکہ کوئی پرندہ پر بھی نہ مار سکے۔ بادشاہ زربفت اور کمخواب کا لباس پہنتا تھا، کپڑا سونے، چاندی کے تانے بانے سے بنا جاتا تھا، سونے کے تاج میں زمرد یاقوت اور موتی جڑے ہوتے تھے، تاج کا وزن اڑھائی من تک تھا۔ یہ تاج سونے کی باریک زنجیروں سے دربار میں بادشاہ کے سر پر لٹکا رہتا تھا، کم و بیش سو کلو وزنی تاج دیکھنے والوں کو اس طرح نظر آتا تھا کہ جیسے تاج بادشاہ کے سر پر رکھا ہوا ہے، امراء کے پاس ملک کی ساری دولت ذخیرہ ہو گئی تھی، عوام غربت کی چکی میں پستے تھے، تنگ دستی اور افلاس نے ان کا خون نچوڑ لیا تھا، جگہ جگہ کلب قائم تھے، مراعات یافتہ طبقہ کی عورت کسی ایک شخص کی منکوحہ بن کر نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ یہ بات اس دور کے فیشن کے خلاف تھی، اعلیٰ تعلیم کا حصول مالدار طبقہ تک محدود تھا، قیدیوں کے زخموں پر لیموں اور سرکہ چھڑکا جاتا تھا، آنکھوں میں سلاخیں پھیری جاتی تھیں، منہ آنکھوں اور نتھنوں میں سرکہ میں ڈوبی ہوئی روئی رکھی جاتی تھی، سب سے زیادہ دہشت ناک عذاب ''موت'' تھا جس میں جلاد پہلے قیدی کے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹتا تھا پھر پاؤں کی انگلیاں کاٹتا تھا اس کے بعد کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پیر کاٹتا تھا پھر کہنیوں تک باہیں اور گھٹنوں تک پنڈلیاں تیز خنجر سے الگ کرتا تھا، ناک اور کان کاٹنے کے بعد آخر میں تن سے سر قلم کیا جاتا تھا۔

اہل روم روحوں کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن مذہبی رسومات ادا کرنے کا کوئی دستور نہ تھا، پتھروں کے بنائے ہوئے دیوتا اپنی پرستش کے لئے شہر شہر گھومتے رہتے تھے، دیوتاؤں کو مقررہ مقامات تک پہنچانا حکومت کی ذمہ داری تھی۔ آبادی دو طبقوں پر مشتمل تھی، ایک طبقہ امراء اور مراعات یافتہ لوگوں کا تھا اور دوسرا عوام کا تھا، حکومت کے فرائض انجام دینے کے لئے کارندے امراء میں سے لئے جاتے تھے۔ قرضوں کے متعلق ایسے قوانین بنائے گئے تھے کہ غریب کسی طرح قرض ادا نہیں کر سکتا تھا نتیجہ میں انہیں قرض ملتا ہی نہیں تھا، امراء کے لئے کروڑوں کے قرضے معاف کر دیئے جاتے تھے اور غریبوں سے ایک ایک پائی وصول کی جاتی تھی، تعلیم کے لئے سرکاری خزانے سے ایک پائی خرچ نہیں کی جاتی تھی، وہی بچے تعلیم حاصل کرتے تھے جن کے سرپرست امیر تھے۔

وہ لوگ کھانا کھا کر قے کر کے پیٹ خالی کر لیتے تھے تاکہ دوسری مرتبہ لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہو سکیں، کہاوت تھی کہ مزا کھانا کھانے میں ہے ہضم کرنے میں نہیں۔ بے روزگاری عام تھی نصف سے زیادہ آبادی بھیک پر گزارا کرتی تھی۔ یہ لوگ حیات بعد الممات کے قائل تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے اور اعمال کے مطابق جزا و سزا دی جاتی تھی،

چنانچہ مردوں کی تدفین کے وقت عجیب و غریب رسمیں پوری کی جاتی تھیں، پہاڑ توڑ کر وسیع و عریض احاطے میں قبر بنائی جاتی تھی، قبر کے ساتھ ساتھ کئی کمرے بنائے جاتے تھے جس کمرے میں بادشاہ کی ممی رکھی جاتی تھی اس کے دائیں بائیں کمروں میں بادشاہ کے استعمال کا سامان رکھ دیا جاتا تھا اس سامان میں سونے کے زیورات، سونے کا تخت، سونے کی کرسی، برتنوں کی الماری مختلف اجناس اور پانی سے بھرے مٹکے بھی رکھے جاتے تھے، ان کا نظریہ یہ تھا کہ بادشاہ جب دوبارہ زندہ ہوگا تو اس سامان کو استعمال کرے گا، کنیزوں اور خدام کو کمروں میں دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا تھا اور دروازے کی جگہ دیوار چن دی جاتی تھی اس بات کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ کمروں میں کسی طرح بھی آکسیجن اور ہوا کا گزر نہ ہو۔

رسولﷺ کی بعثت سے پہلے ہندوستان میں جن باطل معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی ان کی فہرست بہت طویل ہے، ڈائیوس (Dyavs) درخشندہ آسمان کا دیوتا ہے۔

دوسرا اورونا (Varuna) جو آسمان کی نمائندگی کرتا ہے۔

تیسرا دیوتا آسمان کی طرح ہے اس کا نام وشنو (Vishnu) ہے۔ مقدس کتاب وید صرف برہمن پڑھ سکتا تھا، کھتری اور چھوٹی ذات کے لوگ وید نہیں پڑھ سکتے تھے، انہیں صرف "وید" کے اشلوک سننے کی اجازت تھی، عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی، یہ وسوسہ عقیدہ بن گیا تھا کہ بیوی کی زندگی میں شوہر اس لئے مر جاتا ہے کہ بیوی نے کوئی گناہ کیا ہے، بیوہ خاتون کو دوسری شادی کی اجازت نہیں تھی، مذہبی عقیدہ بن گیا تھا کہ عورت کی عزت اس میں ہے کہ خاوند کی ارتھی کے ساتھ بیوی بھی جل کر راکھ ہو جائے۔ شودروں کا سایہ کنویں پر پڑ جاتا تو کنواں خالی کر کے اس کو پاک کیا جاتا تھا۔ اگر قاتل برہمن ہوتا اور مقتول کسی اور طبقہ سے ہوتا تو برہمن سے قصاص نہ لیا جاتا وہ صرف روزہ رکھ کر کفارہ ادا کر دیتا تھا، ہیجان خیز تصویریں دیواروں پر پینٹ کی جاتی تھیں، لوگ ان عریاں تصویروں کو پوجتے تھے۔

رسول اللہﷺ کی بعثت سے پہلے پورے عرب میں انتشار تھا، بے حیائی عروج پر تھی، اہل عرب اخلاق سوز حرکتوں پر فخر کرتے تھے، خواتین کو آمدنی کا ذریعہ بنا لینا محبوب مشغلہ تھا، عورتوں اور بچوں کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا، کٹنیوں کے ذریعہ بیوہ عورت پر مرحوم شوہر کا قریبی رشتے دار اگر چادر ڈلوا دیتا تھا تو بیوہ عورت اس کی بیوی بن جاتی تھی، زندہ لڑکیوں کو دفن کر دینا یا کنویں میں دھکیل دینا شرافت سمجھی جاتی تھی۔

عرب میں بت پرستی عام تھی، ہر قبیلہ کا الگ بت تھا۔ اگر ایک قبیلے کی دوسرے قبیلے سے دشمنی ہو جاتی تو اس کے بتوں سے بھی عداوت و نفرت کی جاتی، زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھایا جاتا تھا۔ انسانی حقوق کے لئے کوئی دستور نہیں تھا۔ قتل، رہزنی حبس بیجا، ناجائز تصرف، مداخلت بے جا عام روش تھی۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب خود سر تھے، بے کاری اور کاہلی ان کا طرہ امتیاز تھی۔ لٹریسی ریٹ (Literacy Rate) اتنا کم تھا کہ اسے اعداد و شمار میں فیصد کے حساب سے بیان نہیں کیا جاسکتا، چند افراد کے علاوہ اکثریت جاہل تھی۔ قرآن اور تمام آسمانی کتابوں میں ایک بات مشترک ہے کہ ہر پیغمبر نے توحید کا درس دیا ہے۔ ہر پیغمبر نے دوسرے پیغمبروں کی تعلیمات کی تصدیق کی ہے۔ ہر دور کے پیغمبر نے خوشخبری سنائی ہے کہ ہمارے بعد ایک نجات دہندہ آئے گا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے اعلان کے بعد بالآخر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر اپنا کلام نازل فرمایا، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے برحق نبی کی توصیف و تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کیا:

"میں کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہوں، میرے بھائی پیغمبروں نے اللہ کا جو پیغام دیا ہے میں بھی اسی کا اعادہ کر رہا ہوں، اللہ ایک ہے واحدہ لاشریک ہے، تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے میں تصدیق کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔"

سرور دو عالم ﷺ کے متعلق انبیائے کرام کی پیش گوئیاں

حضرت آدمؑ کی پیش گوئی:

پس جب آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں سورج کی طرح ایک روشن تحریر دیکھی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا!

"میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں پروردگار کیونکہ تو نے مہربانی کی مجھے پیدا کیا لیکن میں تجھ سے منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں۔

"محمد رسول اللہ"

تب اللہ نے جواب دیا:

"مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اس وقت کے بہت سالوں بعد دنیا میں آئے گا اور میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا اور وہ رسول محمد جب دنیا میں آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا، یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس لئے رکھی گئی ہے کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔"

(انجیل برناباس۔ باب ۳۹۔ آیت ۱۴،۱۸)

حضرت نوحؑ کی پیشن گوئی

''لوگو سنو! نرا شس (محمد ﷺ) کی لوگوں کے درمیان بہت تعریف کی جائے گی۔''

(وید)

''اے محبوب نرا شس (محمد ﷺ) میٹھی زبان والے قربانی دینے والے میں آپ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔''

(وید)

''اے اگنی (محمد ﷺ) منو (نوح) آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔''

(وید)

''اے اگنی (محمد ﷺ) ہم آپ کو منو (نوح) کی طرح مذہبی پیشوا، داعی، مذہبی علوم سکھانے والا اور انتہائی عقلمند شخصیت جانتے ہیں۔''

(وید)

حضرت موسیٰؑ کی پیشن گوئی

''تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی پیدا کرے گا تم اس کی سننا۔''

(استثنا۔ باب ۱۸۔۱۶)

''میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی بھیجوں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔''

(استثنا۔ باب ۱۶۔۱۹)

''خداوند سینا سے آیا

اور شعب سے ان پر آشکار ہوا

وہ کوہ فاراں سے جلوہ گر ہوا

اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔"

(استثناء۔ باب ۳۳۔ ۲)

حضرت داؤدؑ کی پیشن گوئی

"تب جنگل کے درخت خوشی سے خداوند کے حضور گانے لگے۔

کیونکہ وہ زمین کا انصاف کرنے کو آرہا ہے۔

خدا کا شکر کرو اس لئے کہ وہ نیک ہے۔

کیونکہ اس کی شفقت ابدی ہے۔

تم کہو کہ ہماری نجات کے خدا ہم کو بچالے۔

اور قوموں میں ہم کو جمع کر اور ان سے ہم کو رہائی دے۔

تاکہ ہم تیرے قدوس نام کا شکر کریں۔

اور للکارتے ہوئے تیری ستائش کریں۔"

(ا۔ تواریخ باب ۱۶۔ ۳۳ تا ۳۵)

"اور وہی صداقت سے "جہاں" کی تعریف کرے گا

وہ راستی سے قوموں کا انصاف کرے گا۔"

(زبور ۹ تا ۸)

"صادق زمین کے وارث ہونگے

اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے

صادق کے منہ سے دانائی نکلتی رہتی ہے

اور اس کی زبان سے ایمان کی باتیں

اس کے خدا کی شریعت اس کے دل میں ہے

وہ اپنی روش پر قائم رہے گا۔"

(زبور ۳۷۔۳۱۔۲۹)

"اپنے نور اپنی سچائی کو بھیج وہی میری رہبری کرے۔"

(زبور ۳۔۴۳)

"تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے

تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے

اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کہا

اے زبردست تو اپنی تلوار کو

جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر

اور سچائی اور حلم و صداقت کی خاطر

اپنی شان و شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو

اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا

تیرے تیر تیز ہیں

وہ بادشاہ کے دشمن کے دل میں لگے ہیں

امتیں تیرے سامنے زیر ہوئی ہیں۔"

(زبور۔۵۴۔۲تا۵)

"راستبازوں کے لئے تاریکی میں ایک نور چمکتا ہے

وہ رحیم و کریم اور صادق ہے

رحم دل اور قرض دینے والا آدمی، سعادت مند ہے

اس کی صداقت ہمیشہ قائم رہے گی۔"

(زبور ۱۱۲۔۱۴ور۹)

حضرت سلیمانؑ کی پیشن گوئی

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے

وہ دس ہزار میں ممتاز ہے

اس کا منہ از بس شیریں ہے ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔"

حضرت یسعیاہؑ کی پیشن گوئی

"اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ اور وہ کہے گا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔"

(یسعیا باب۲۹۔۱۲)

حضرت زکریاؑ کی پیشن گوئی

"دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے وہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے۔"

(زکریا۔باب۹۔۹)

حضرت عیسیٰؑ کی پیشن گوئی

"جب بنی آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئینگے تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع ہو جائیں گی۔"

(متی۔ باب ۲۵۔۳۱)

"اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔"

(یوحنا۔ باب ۱۶۔۳۰)

"اور بہت تھوڑی مدت باقی ہے کہ آنے والا آئے گا اور دیر نہ کرے گا اور میرا راستباز بندہ ایمان سے جیتا رہے گا۔"

(عبرانیوں۔ باب ۱۰۔۳۷)

"تمام انبیاء سوائے اس رسول کے آچکے ہیں جو میرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اس امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کا راستہ صاف کروں۔"

(انجیل برناباس۔ باب ۳۶۔۵تا۶)

"بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلے سے جس کو وہ لائے گا انسانوں کے درمیان نیک اعمال کا ذریعہ بنے گا۔"

(انجیل برناباس۔ باب ۱۶۳۔۶)

"اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا تو سب چیزوں سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی، وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا تاکہ مخلوقات خوشی اور اللہ سے برکت پائے اور اس کا رسول اس کے اخلاق سے خوش ہو۔"

(انجیل برناباس۔ باب ۴۳۔۹،۱)

"درحقیقت وہ اسماعیل کی نسل سے آئے گا اور یہ وعدہ اسماعیل کے ساتھ کیا گیا تھا نہ کہ اسحٰق کے ساتھ۔"

(انجیل برناباس باب ۱۴۳۔۱۶تا۱۸)

"مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کردے گا اور اس کا ذہن پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا۔"

(انجیل برناباس۔ باب ۹۷۔۳)

صبر واستقامت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ:

"کائنات میں سب سے پہلے میرا نور بنا اور اس نور سے اللہ نے کائنات کی تخلیق کی۔"

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ جتنے پیغمبر تشریف لائے سب حضور اکرم ﷺ کے نور کا پرتو ہیں پیغمبران کرامؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت دی ہے اور آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کے آنے کا تذکرہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"سارے نبی میرے بھائی ہیں اور میں کوئی نئی بات نہیں سنا رہا ہوں میں وہی کچھ سناتا ہوں جو مجھ سے پہلے میرے بھائی پیغمبروں نے کہا ہے"۔

میرے بھائی پیغمبروں نے کہا ہے تمام پیغمبران کی تعلیم یہ ہے کہ:

"اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہی عبادت اور پرستش کے لائق ہے، اس کے علاوہ سارے معبود باطل ہیں۔"

پیغمبروں نے جن حالات میں زندگی گزاری ہے اور تبلیغ میں جو اذیتیں برداشت کی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے ان کو جو صبر واستقامت دیا ہے۔ وہ سب حضور اکرم ﷺ میں موجود ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت ورسالت میں تمام پیغمبروں کی شان نظر آتی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ پوری کائنات کی ہر ہر مخلوق کے لئے رحمت اللعالمین ہیں اس طرح انبیاء کرامؑ کے لئے بھی رحمت ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت نوحؑ کی طرح لوگوں کے لئے خفیہ اعلانیہ خلوت اور جلوت میں گزرگاہوں، پہاڑوں اور میدانوں میں وحدانیت کی تبلیغ فرمائی۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور ہجرت کی۔

محمد رسول اللہ ﷺ ہجرت کی شب حضرت داؤدؑ کی طرح دشمنوں کے نرغہ میں سے باحفاظت نکل گئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ایوبؑ کی طرح صبر وشکر کے ساتھ گھاٹی میں تین سال گزارے۔

محمد ﷺ حضرت یونسؑ کی طرح تین دن غار ثور میں رہے۔

محمد ﷺ نے حضرت موسیٰؑ کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ سے اور مشرقی عرب کو کسریٰ ایران کی حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش سے نجات دلائی۔

محمد ﷺ نے حضرت سلیمانؑ کی طرح مدینے میں خدا کا گھر بنایا۔

محمد ﷺ نے حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے ایذار ساں بھائیوں کے لئے نجد سے غلہ بھجوایا اور آخر میں فتح مکہ کے دن ان پر احسان فرمایا۔

آپ ﷺ حضرت مسیح کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے لیکن آپ نے صبر و شکر کیا۔

محمد ﷺ نے حضرت یحییٰ کی طرح بیابانوں، قریوں، بستیوں اور شہروں میں اللہ کا پیغام پہنچایا۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن میں بشارتیں

''جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے تب وہ دعا کر رہے تھے کہ اے سمیع و علیم! اس عمارت کو قبول فرما اور اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری رعیت کو بھی فرمانبردار رعیت ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھائے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور ان کو سنوارے تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا۔''

(سورہ بقرہ۔ ۱۲۹،۱۲۷)

''عیسیٰ بن مریم نے کہا، اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام ''احمد'' ہوگا۔''

(سورہ الصف۔ ٦)

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد کیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت عطا کروں اور پھر تمہارے پاس وہ پیغمبر آئے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہوں جو تمہارے پاس ہیں تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے فرمایا۔ کیا تم اس عہد کا اقرار کرتے ہو اور اس کو میرا اہم عہد سمجھ کر قبول کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا بے شک ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا اب تم اس عہد پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ بنتا ہوں۔''

(سورہ آل عمران۔ ۸۱)

''(پس میں ان کے لئے رحمت لکھ دوں گا) جو رسول کی پیروی کریں گے وہ نبی امی ہو گا اور اس کے ظہور کی خبر وہ اپنے یہاں تورات اور انجیل میں بھی پائیں گے، وہ انہیں نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور پسندیدہ چیزیں حلال کریں گے اور گندی چیزیں حرام ٹھہرائے گا اور اس بوجھ سے نجات دے گا جس کے تلے وہ دبے ہونگے اور ان پھندوں سے نکالے گا جن میں گرفتار ہونگے تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کے مخالفوں کے لئے روک ہوئے (راہ حق میں) اس کی مدد کی اور اس روشنی کے پیچھے ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن) سو وہی ہیں جو کامیابی پانے والے اے پیغمبر! تم لوگوں سے کہو، اے لوگو! میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں اور وہ خدا ہے اور آسمانوں کی اور زمینوں کی بادشاہت اسی کیلئے ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ایک ذات وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول اور نبی امی پر جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی پیروی کرو تا کہ کامیابی کی راہ تم پر کھل جائے۔''

(سورہ الاعراف۔۱۵۷۔۱۵۸)

''اور پھر کیا حال ہو گا اس دن جبکہ ہم ہر ایک امت میں سے ان پر ایک گواہ طلب کرینگے اور ہم تم کو ان سب پر گواہ بنائیں گے تو جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی وہ اس دن یہ پسند کرینگے کہ کاش وہ (دھنس جائیں اور) زمین ان کے اوپر برابر ہو جائے۔ اور اس دن یہ اللہ سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے۔''

(سورۃ النساء۔۴۱،۴۲)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ (صحابہ) ان کے ساتھ ہیں۔ وہ منکروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم خو ہیں تو ان کو دیکھے گا جھکنے والے سجدہ کرنے والے اور اس طریقہ سے خدا کے فضل اور اس کی رضا کے خواہشمند ہیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدے کے نشانات ہیں۔ تورات اور انجیل میں ان کا ذکر اسی طرح ہے۔''

(سورۃ فتح۔۲۹)

سیدنا حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ ساری دنیا کے لئے واحد مذہب ''اسلام'' لے کر تشریف لائے۔

''ہم نے تجھے تمام انسانوں کیلئے بشارت پہنچانے والا، ڈر سنانے والا بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے۔''

(سورہ سبا۔۲۸)

"خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔"

(سورہ الصف۔۹)

"ہم نے تجھے تمام اہل عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

(سورۃ انبیاء۔۱۰۷)

"اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے۔ان سب کے لئے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرتے ہیں۔"

(سورۃ احزاب۔۲۱)

"ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔"

(سورہ النشراح۔۴)

"آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔"

(سورۃ قلم۔۴)

"جیسا بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں سے، پڑھتا تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تم کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور تحقیق (حکمت) اور سکھاتا تم کو جو تم نہ جانتے تھے۔"

(سورۃ البقرہ۔۱۵۱)

"محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔"

(سورۃ احزاب۔۴۰)

"اور یقیناً یہ جہانوں کے پروردگار کا اتارا ہوا ہے۔اس کو روح الامین (جبرائیل) نے تیرے قلب پر اتارا تاکہ تو گمراہوں کو ڈرانے والوں میں سے ہو، یہ ہے صاف عربی زبان میں اور اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔"

(سورۃ الشعراء۔۱۹۲۔۱۹۶)

"اور اللہ نے نازل کی تجھ پر کتاب اور کام کی بات اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان سکتا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔"

(سورۃ النساء۔۱۱۳)

"یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا۔ اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔"

(سورۃ آل عمران۔۱۵۹)

"میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت، اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں۔ مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس ہی حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

(سورۃ انعام۔ ۱۶۲،۱۶۳)

"تو کہہ اگر تم کو تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے جمع کیا ہے۔ اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جس میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے، تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم دے اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔"

(سورہ توبہ۔۲۴)

"کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھول دیا اور اتار رکھا تجھ سے بوجھ تیرا۔"

(سورہ انشراح۔۱۔۲)

"تیرا رب تجھ کو اتنا کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔"

(سورہ الضحیٰ۔۵)

"ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا۔"

(سورہ کوثر۔۱)

"جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔"

(سورہ فتح۔۹)

''تمہارے پاس ایک رسول آگیا ہے جو تم ہی میں سے ہے تمہارا رنج و کوفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہشمند ہے۔ وہ ایمان والوں کے لئے شفقت رکھنے والا رحمت والا ہے۔(اے پیغمبر) اگر اس پر بھی یہ لوگ سرتابی کریں تو ان سے کہہ دو میرے لئے اللہ کا سہارا بس کافی ہے۔ کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف اس کی ذات۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔''

(سورہ توبہ: ۱۲۸۔۱۲۹)

رسول اکرم ﷺ پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی اس کے بعد آپ نے کئی کئی دن غار حرا میں قیام فرمایا، رمضان المبارک کے مہینے میں جب آپ کی عمر شریف چالیس سال چھ ماہ تھی پردہ غیب سے حضرت جبرائیلؑ ظاہر ہوئے اور سورہ علق کی پانچ آیات تلاوت کیں۔

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا O

ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی O

پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے O

جس نے قلم سے علم سکھایا۔

انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا O''

معراج

نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ کو روحانی قرب عطا فرمایا اور جو دل چاہا باتیں کیں۔ اس رات اللہ کے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ نے مسجد حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ تک سفر کیا۔ آپ نے بیت المعمور تک سیر کی اور اللہ کی نشانیاں ملاحظہ کیں۔

''قسم ہے تارے کی جب گرے

بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا

اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے

یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے

اس کو سکھایا زبردست قوتوں والے نے

زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا

اور وہ تھا اونچے کنارے آسمان کے پھر نزدیک ہوا

اور خوب اتر آیا

پھر رہ گیا فرق دو کمان کا درمیان یا اس سے بھی نزدیک

پھر باتیں کیں اللہ نے اپنے بندے سے جو باتیں کیں

جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا

اب تم کیا اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا

اور اس کو اس نے دیکھا ہے ایک دوسرے تارے میں۔''

(سورہ نجم۔ ۱۳۔۱)

تمام انبیاء کرامؑ کو مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے معراج نصیب ہوئی ہے۔

''ہم نے ابراہیم کو ملکوت السمٰوات والارض کا مشاہدہ کروایا۔''

تورات میں ہے کہ:

''یعقوب بیر سبع سے نکلا تو حاران کی طرف روانہ ہوا اور وہاں ایک مقام پر جا لیٹا، کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا اور اسی مقام سے کچھ پتھر اپنے سر کے نیچے رکھ لئے اور سو گیا، خواب میں دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے جس پر خدا کے فرشتے چڑھ اور اتر رہے ہیں اور خدا اس پر کھڑا ہے۔ اس نے کہا، 'میں ہوں خداوند تیرے باپ ابراہیم اور اسحٰق کا خدا، جس زمین پر تو سو رہا ہے وہ تجھ کو اور تیری نسل کو دونگا۔''

توریت میں بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاء کے مشاہداتی اور روحانی سیر کا تذکرہ بھی ہے۔ انجیل میں پیغمبر یوحناؑ کا مکاشفہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بائیس ابواب پر مشتمل اس روحانی واردات میں قیامت، جزا، سزا اور جنت و دوزخ سے متعلق ایسی باتیں ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔

پیغمبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج میں ان حدود کو عبور کر لیا جس کے بارے میں حضرت جبرائیلؑ نے کہا: "فروغ تجلی بوزد پرم۔"

امام الانبیاء

معراج میں حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلوت خاص میں ملاقات کا شرف بخشا۔ تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی پلک جھپکی اور نہ نگاہ حد سے بڑھی۔ انبیاء کرام نے محمد رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"میں جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی، میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت موسیٰؑ نے کہا، مجھے یہ رشک ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستی کو جو میرے بعد مبعوث ہوئی یہ شرف بخش دیا کہ اس کی امت میری امت کے مقابلے میں چند دو چند زیادہ جنت میں جائے گی۔"

جب ساتویں آسمان پر پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جو بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے جس میں نئے ستر ہزار فرشتے (ہر روز عبادت کے لئے) داخل ہوتے ہیں، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔"

جنت و دوزخ کا مشاہدہ

رسول اکرم ﷺ کو جنت دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا اور رب العالمین سے براہ راست ہم کلامی اور دیدار کی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی۔

حضرت جبرائیلؑ

۲۷ رجب بروز سینچر بوقت شب محمد رسول اللہ ﷺ حضرت ام ہانیؓ کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کی سیر کے لئے بلایا ہے۔''

جبرائیل امین رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ شریف لے آئے۔ حضور ﷺ کا سینہ مبارک کھولا، آب زم زم سے قلب کو دھویا، سینے میں نور بھرا اور سفر کے لئے براق حاضر کیا جو روشنی کی طرح تیز رفتار تھا۔

اللہ کے آخری نبی ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پہنچے، مکہ سے بیت المقدس کا راستہ سینکڑوں میل تھا جو آن واحد میں طے ہو گیا۔ انبیا کرامؑ نے مسجد اقصیٰ میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔ جبرائیلؑ نے اذان دی اور محمد رسول اللہ ﷺ نے امامت فرمائی۔

قیام صلوۃ کے بعد دوبارہ معراج کا سفر شروع ہوا۔

سدرۃ المنتہیٰ

ساتویں آسمان میں انبیاء سے ملاقات کرتے ہوئے جبرائیل امین کے ہمراہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ سدرۃ المنتہیٰ جبرائیل کیلئے آخری مقام ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا:

''اللہ کے حبیب ﷺ! میں اس مقام سے آگے نہیں جاسکتا آگے خود تشریف لے جایئے۔''

حکمت

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم ماورائی علوم اور تسخیر کائنات کے فارمولوں کی دستاویز ہے اس کتاب میں ہر چھوٹی بڑی بات کے معنی اور مفہوم کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں لاکھوں سال پہلے کے، لاکھوں سال بعد میں آنے والے اور موجودہ ہر دور کے سائنسی علوم موجود ہیں۔

سائنسی انکشافات

زمان و مکان (Space&Time) نفی اثبات، ماضی، حال اور مستقبل، لازمانیت اور لامکانیت (Timelessness& Spaceiessness) کی پوری تشریحات بیان کی گئی ہیں۔ علم ظاہر اور علم غیب بھی ہے۔ مثلاً ملکہ سبا کے واقعہ میں جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ملکہ حاضر خدمت ہو رہی ہے تو انہوں نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ یہاں پہنچنے سے پہلے ملکہ کا شاہی تخت اس دربار میں موجود ہو۔''

ایک دیو پیکر جن نے کہا:

''دربار برخاست کرنے سے پہلے میں ملکہ کا تخت یہاں حاضر کر سکتا ہوں۔''

جن کا دعویٰ سن کر ایک انسان جس کے پاس ''کتاب کا علم'' تھا، بولا:

''اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے، ملکہ کا تخت آجائے گا۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے رخ پھیر کر دیکھا تو دربار میں تخت موجود تھا۔

اس قصے میں بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ایک ایسا جن تھا جو تھوڑے وقفے میں ملکہ کا تخت تقریباً 2413 کلومیٹر دور سے دربار سلیمانی میں لا سکتا تھا چونکہ علوم میں انسان کی رسائی جنات سے زیادہ ہے لہٰذا ایک انسان نے آن واحد سے بھی کم وقفہ میں شاہی تخت حاضر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی شعوری ارتقاء کیلئے دانشوروں اور مفکرین پر سائنسی علوم انسپائر کئے جس کے نتیجہ میں نئی نئی باتیں ظاہر ہوئیں، نئی نئی جدوجہد منکشف ہوئی اور انسانی شعور میں وسعت پیدا ہوئی۔ سائنسی علوم کی بدولت زمین پر چیونٹی کی ایک ایسی قسم دریافت ہوئی جو اپنے جسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سمندر میں ایسی مچھلیوں کا انکشاف ہوا جو تیرتے تیرتے سمندر کی سطح سے اوپر چھلانگ لگاتی ہیں تو ان کا جسم ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے اور وہ اپنا جسم دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہیں۔ ان کے اوپر سے ان کے ارادہ کے تحت ٹائم اسپیس کی حدبندی ختم ہو جاتی ہے۔

جب دیگر نوعوں میں جسمانی طور پر منتقل ہونے کی صلاحیت موجود ہے تو اشرف المخلوقات انسان میں زمان و مکان سے آزاد ہونے کی صلاحیت لازمی طور پر موجود ہے۔ انسان کا دعویٰ ہے کہ وہ خلاء میں چہل قدمی کر کے واپس آگیا ہے۔ انسان نے مادی جسم کے ساتھ اس کرہ ارض سے باہر جانے کا دعویٰ بھی ہے۔

ازل سے ابد تک اور ابد الآباد تک نوع انسانی ایک زون سے دوسرے زون میں منتقل ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی، یعنی انسان جس زون میں منتقل ہوتا ہے اسی زون کے مطابق خدوخال اور احساس و کیفیات اس کے اوپر مرتب ہو جاتی ہیں اور خدوخال بن جاتے ہیں۔ روحانی نقطہ نظر سے انسان دو کیفیات کا مجموعہ ہے۔ ایک کیفیت انسان کو زماں و مکاں سے آزاد کرتی ہے اور دوسری کیفیت انسان کو زماں و مکاں میں بند رکھتی ہے۔

الیکٹرک سٹی

آدمی دو پرتوں سے مرکب ہے۔ ایک پرت ہمہ وقت فنا ہوتا رہتا ہے۔ اس کی ساری حرکات Fiction ہیں۔ دوسرا پرت انسان کی اصل ہے جو روشنیوں کے تانے بانے سے بنا ہوا ہے۔ یہ اصل پرت ''نقاب'' کی طرح ہے۔ عناصر سے تخلیق شدہ مادی جسم اس نقاب یا برقعہ میں متحرک رہتا ہے۔ نقاب الگ کر دیا جائے تو عناصر میں توانائی یک دم ختم ہو جاتی ہے۔

مثال:

ہم بجلی کے تاروں کو چھوتے ہیں تو ہمیں شاک (Shock) لگتا ہے۔ شاک لگنے کی وجہ یہ ہے کہ اضافی کرنٹ آدمی کے اندر دوڑنے والی بجلی میں ''وائبریشن'' کو تیز کر دیتا ہے۔ یہ وائبریشن پورے جسم کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔

اگر آدمی کے اندر کام کرنے والی بجلی Voltage کم ہو تو آدمی گر جاتا ہے اور بے ہوش بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر آدمی گر بھی جاتا ہے اور بے ہوش بھی ہو سکتا ہے، اس کے برعکس اگر آدمی ایسا طریقہ اختیار کرے جس طریقہ میں بجلی کا بہاؤ براہ راست ارتھ نہیں ہوتا تو اسے شاک یا جھٹکا نہیں لگتا۔

بے شمار اولیاء کرامؒ کے واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک آدمی جب اپنے دور کرنے والی بجلی ''نسمہ'' سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بجلی کے بہاؤ کو روک سکتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ بجلی کے وولٹیج کا ذخیرہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے اندر اتنی سکت بڑھ جاتی ہے کہ اپنے اندر ''سلطان'' (مخفی صلاحیت) سے آسمان و زمین کے کناروں سے باہر نکل سکتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اے گروہ جن و انس اگر آسمان و زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ مگر سلطان کے ساتھ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس صلاحیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صاحب علم الکتاب، باعث تخلیق کائنات، تسخیر کائنات کے معلم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ معراج میں یہی حکمت اور علم مخفی ہے۔

تجلی کا پردہ

اللہ نے ہر شئے کو احاطہ کیا ہوا ہے۔ سیدنا حضور ﷺ نے روحانی جسمانی اور عملی تصدیق میں خود کو ساری زندگی اللہ کے ارادے کے تابع (Dependant) رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی مہر خاص سے حضور اکرم ﷺ تجلی کے امین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو قربت عطا فرمانے کیلئے پوری فضاء کو پر نور کر دیا۔ سات آسمان تجلیات سے جگمگا اٹھے۔ حضرت جبرائیلؑ کی معیت اور اللہ کے برگزیدہ بندوں اولیاء کرامؒ نے مبارک باد دے کر تجلیات کے انوار و برکات کا ذخیرہ منتقل کیا "نور علی نور" "اللہ کے دوست" حضرت محمد ﷺ اللہ کے قریب ہو گئے۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلا کر جو دل چاہا باتیں کیں۔ دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔

اللہ کے محبوب ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

"میں نے اس سفر میں چار نہروں کا معائنہ کیا ان میں سے دو ظاہر نظر آتی ہیں اور دو باطن میں بہتی ہیں۔"

سیدنا حضور ﷺ کے وارث، علم لدنی کے حامل حضرات اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ :

"انسان اللہ کی صفات کا پر تو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت نور ہے اور نور تجلی کا عکس ہے۔"

اللہ سماوات اور ارض کا نور ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ، چراغ ایک شیشے میں، شیشہ جیسے ایک تارہ چمکتا، تیل جلتا ہے اس میں برکت کے ایک درخت زیتون کا۔ نہ مشرق کی طرف نہ مغرب کی طرف لگتا ہے کہ وہ سلگ اٹھے ابھی، نہ لگی ہو اس کو آگ۔ "نور علی نور" اللہ ہدایت بخشتا ہے اپنے نور سے جس کو چاہے اور اللہ لوگوں کو مثالیں دے کر بتاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔"

(سورہ نور۔۳۵)

چار نورانی لہریں

نور اول

انسان کی تخلیق اللہ کے نور سے ہوئی اور سب سے پہلے اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کا نور تخلیق کیا، انسان نور (روشنی) ہے اور روشنی کے انسان کے اندر کھربوں جنریٹر کام کرتے ہیں ان جنریٹرز کو چار نور کی شعاعیں سیراب (Feed) کرتی ہیں۔

۱۔نہر تسوید

۲۔نہر تجرید

۳۔نہر تشہید

۴۔نہر تطہیر

ایک ذات اور کل ذات کے درمیان تجلی ایک پردہ ہے۔کل ذات سے مشیت الٰہی محمد ﷺ پر نزول کرتی ہے اور یہ ترسیل چار نہروں نہر تسوید،نہر تجرید،نہر تشہید،نہر تطہیر کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا پہلا ادراک سیدنا حضور ﷺ کو ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کے توسط سے مشیت کے معاملات بیت المعمور میں منتقل ہوتے ہیں جہاں ملاء اعلیٰ ان احکامات کو نشر (Inspire) کرتے ہیں۔یہ انسپائریشن ملائکہ سماوی قبول کرتے ہیں۔ملائکہ سماوی قضاوقدر کے ان احکامات کو نشر کرتے ہیں تو ملائکہ ارضی قبول کرتے ہیں اور مخلوق کو انسپائر کرتے ہیں۔جنات اور انسان اس انسپائریشن کو اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے قبول یارد کرتے ہیں۔

ہماری محسوساتی دنیا اچھائی اور برائی کے تصور پر قائم ہے۔اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔مثلاً آگ کا کام جلانا ہے۔کھانا پکانے میں آگ کا وصف یہ ہے کہ پانی کو جوش دے کر جلادیتی ہے۔اور پانی بھاپ میں تبدیل ہونے سے کھانا تیار ہو جاتا ہے۔یہ کام بہترین اور صحیح عمل ہے۔اس لئے کہ اس کی مخلوق کو کھانا فراہم ہوتا ہے۔اس کے برعکس آگ سے کسی کا گھر جلادیا جائے۔یہ کام اللہ کے نزدیک بدترین عمل ہے۔اس لئے کہ اس میں تخریب ہے۔آگ کا وصف دونوں جگہ موجود ہے لیکن ایک عمل نیکی ہے اور دوسرا عمل برائی ہے۔

علم قلم

علم قلم اور علم لوح کے عارف وامین حضور ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں۔اللہ تعالیٰ وسائل تخلیق کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ رحمت کے ساتھ وسائل تقسیم کرتے ہیں۔ تجلی کے امین حضرت محمد ﷺ کی قوت پرواز اتنی برق رفتار ہے کہ جسد مبارک ٹائم اور اسپیس کی حدبندیوں سے آزاد ہے،نہ صرف آزاد ہے بلکہ ٹائم اسپیس حضور اکرم ﷺ کے تابع ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب کو شرف ملاقات کے لئے مقام محمود میں بلایا تو ٹائم اسپیس سمٹ کر Less ness ہو گئی۔

زمان و مکان ارض کے تابع ہے۔ ارض کی سطح اسپیس ہے اور ارض پر حرکت ٹائم ہے۔ ہم جب چلتے ہیں تو ایک پیر اٹھا کر دوسرا پیر زمین پر رکھتے ہیں۔ دوسرا پیر خلاء میں سے گزر کر زمین پر آتا ہے اگر دوسرا قدم خلاء میں نہ تیرے تو چلنا ممکن نہیں ہے۔

ہر عام آدمی اپنے اختیار سے رفتار کم یا زیادہ کر سکتا ہے مثلاً ایک آدمی ٹہلتا ہے، دوسرا تیز قدم چلتا ہے، تیسرا دوڑتا ہے، چوتھا سائیکل پر سوار ہوتا ہے، پانچواں موٹر کار میں سفر کرتا ہے، چھٹا Aeroplane میں پرواز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اسپیس اور ٹائم کو مسخر کر دیا ہے اسی تسخیر سے وہ زمین پر اور فضا میں حسب منشاء رفتار سے سفر کرتا ہے۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے ''نور'' سے ساری کائنات تخلیق ہوئی ہے اس حکمت الٰہیہ کے پیش نظر محمد ﷺ کو زمین، آسمانوں اور کائنات پر تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے ان کے ارادے کے تحت براق کی رفتار لا محدود ہو گئی اور کروڑوں سال آن واحد میں تحلیل ہو گئے۔ ایک انسان پارک میں ایک گھنٹہ میں تین میل سیر کرتا ہے۔ دوسرا انسان ہوائی جہاز میں ایک گھنٹہ میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔

''اور تسخیر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ سماوات اور زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں نشانیاں ہیں۔''

(سورہ جاثیہ۔۱۳)

''کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں ظاہر میں اور باطن میں کمال کو پہنچا دیں اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔''

(سورہ لقمان۔۲۰)

''کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور کشتیوں کو جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں تمہارے بس میں کر دیا۔''

(سورہ حج۔۶۵)

''اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

(سورہ جاثیہ۔ ۱۲)

”اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا۔“

(سورہ ابراہیم۔ ۳۳)

تین روحیں

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

”میں نے معراج کے سفر میں چار نہروں کا معائنہ کیا ہے۔“

چار نہروں سے تین روحیں وابستہ ہیں:

۱۔ روح اعظم

۲۔ روح انسانی

۳۔ روح حیوانی

سیدنا حضور ﷺ کے وارث اولیاء اللہ جنہیں رسول اکرم ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے۔ بتاتے ہیں:

روح اعظم کے دو رخ ہیں۔ اخفیٰ۔ خفی

روح انسانی کے دو رخ ہیں۔ سری۔ روحی

روح حیوانی کے دو رخ ہیں۔ قلب۔ نفس

ان برگزیدہ ہستیوں نے کائنات کے درجے بیان کئے ہیں۔

کائنات کی معلومات کا ریکارڈ۔

نور مطلق۔ نسمہ مطلق۔ ثابتہ۔ روح اعظم

زندگی کی تشکیل کے احکامات

نور مفرد۔نسمہ مفرد۔اعیان۔روح انسانی

انفرادی اعمال کا ریکارڈ

نسمہ مرکب۔عالم جو۔روح حیوانی

''اخفیٰ''کا مقام سر کے درمیان (ام الدماغ) ہے۔اس کا رنگ بنفشی ہے۔

''خفی''کا مقام دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر ہے۔اس کا رنگ نیلا ہے۔

''سرّی''کا مقام سینے کے دائیں طرف ہے۔اس کا رنگ سفید ہے۔

''روحی''کا مقام سینے کے درمیان ہے اس کا رنگ سبز ہے۔

''قلب''کا مقام سینے کے بائیں طرف ہے اس کا رنگ سرخ ہے۔

''نفس''کا مقام ناف کی جگہ ہے۔اس کا رنگ زرد ہے۔

''اخفیٰ''میں علم الٰہی کی تجلی،اللہ کی مصلحت اور اسرار و رموز کا ریکارڈ ہے۔انہیں خفی کی روشنی میں پڑھا جاسکتا ہے۔

''سرّی''میں فرد کے متعلق احکامات لوح محفوظ کے تمثلات کی شکل میں محفوظ ہوتے ہیں۔

لوح محفوظ کے اوپر نوعی ریکارڈ لطیفہ روحی کی روشنی میں پڑھا جاسکتا ہے۔

لطیفہ قلبی میں انسان اپنے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے ان اعمال کو لطیفہ نفسی کی روشنی میں پڑھا جاسکتا ہے۔

ساڑھے گیارہ ہزار تجلیات

روح اعظم سے واقف بندہ اللہ تعالیٰ کی تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆